میرے حاکم

عمیمہ مکرم

"کیا کررہی ہو تم دونوں ؟"

کچن سے آتی کھٹر پٹر کی آوازوں نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا ۔

پھر نظر گھمائی تو روزینہ (ملازمہ) ایک طرف کھڑی تھی۔

اسکا دماغ ٹھٹھکا اور وہ فورا کچن میں بھاگی ۔ اسکی عین توقع کے مطابق رائمہ , آئمہ دونوں

کچن سلپ پر چیزیں پھیلائے کچن سے جنگ لڑرہی تھیں۔

آئمہ شاید انڈے میں چینی ڈالے اس میں بیٹر چلا رہی تھی وہ بیٹر جس طرح آگے پیچھے کرتی اس سے باؤل کے اندر کا مواد دیوار پر اچھل رہا تھا۔

وہیں دوسری طرف رائمہ میدہ اور کوکو پاؤڈر چھان کم اڑا زیادہ رہی تھی۔

" کیک بنارہے ہیں آپ کے لیے۔۔ "

آئمہ نے خوشی سے کہتے چلتا بیٹر ہی باہر نکال لیا جس سے مٹیریل اچھلتا ہوا کیبنیٹ بھی گندا کرگیا۔

" پاگل ہوگئی ہو تم دونوں ؟ کس نے بولا ہے میرے لیے کیک بناؤ؟ یا اللہ میں کہا جاؤں ؟"

اسنے اپنا سر پکڑتے کہا۔

" کہیں بھی نہیں آپی ورنہ وہ خبطی آپ کو زندہ دفن کردینگے۔ "

عرش کے نام پر خنسہ کا دل سکڑا تھا۔ وہ اس سے اتنا خوف کھاتی تھی کہ اسکے سامنے وہ خود کو قوت گویائی سے بھی محروم سمجھتی تھی۔

"تت۔۔تمیز سے بات کرو بڑے بھائی ہیں ہمارے۔ "

اسنے تھوڑا سخت لہجے میں کہا۔

"کیا آپی۔۔ ہم تو انکو بھائی کہنے پر مجبور ہیں کیونکہ اللہ نے انکو ہمارا بھائی بنایا ہے لیکن آپ تو انکی بہن نہیں ہیں پھر کیوں خود کو بدقسمت ثابت کرنے پر تلی ہیں۔ "

رائمہ نے منہ بگاڑ کر کہا۔

جتنا خنسہ نمیر دِوان , عرش عمیر دِوان سے ڈرتی تھی۔

اتنا ہی رائمہ اور نائمہ عمیر دِوان ڈرتی تھیں لیکن خنسہ سے کم وہ بد پیچھے جی بھر کے برائیاں کرکے دل ہلکا کرلیتی تھیں اور جب بات حد سے بگڑ جائے تو کوئی ناکوئی طریقہ نکال کر بدلا بھی لے لیتی تھیں۔

جیسے کہ : روز ایک ٹائی غائب کرکے , گاڑی کے شیشے پر انڈہ پھوڑ کے , گاڑی کے ٹائر کی ھواء نکال کر بس وہ یہیں تک کرسکتی تھیں اسکے آگے انکی ہمت بھی نہیں تھی۔

ہاں ایک بار بھرپور ہمت کا مظاہرہ کرتے رات کو عرش دِوان کے سونے کے بعد اسکے واشروم میں پوری شیمپو کی بوتل خالی کی تھی جس کی وجہ سے وہ صبح نیند میں بہت بری طرح گرا تھا۔ پر اس بات کا سارا غصہ بھی اسنے رائمہ آئمہ سے زیادہ خنسہ پر نکالا تھا۔

وہیں دوسری طرف خنسہ دِوان اتنا زیادہ ڈرتی تھی کہ اسکی غیر موجودگی میں بھی کچھ کرنے کا یا بولنے کا نہیں سوچ سکتی تھی۔

" اور ویسے بھی وہ بھی آپ کو بہن نہیں مانتے یاد نہیں ہے کچھ ہفتوں پہلے انہوں نے آپکو کتنا برا ڈانتا تھا کہ خنسہ نمیر میں تمہارا بھائی ہرگز نہیں ہوں اور آئندہ اگر کہا تو گدی سے زبان کھینچ لونگا۔ "

آخر میں آئمہ نے عرش دِوان کی بھرپور نقل اتاری ۔۔رائمہ تو اسکی نقل پر کھلکھلا کر ہنس دی جبکہ خنسہ لب بھینچ گئی۔

دل میں ایک تکلیف کی لہر اٹھی۔

وہ الٹے قدموں واپس پلٹ گئی۔

" انکا ڈر نکالنا پڑیگا۔۔ پاگل ہیں ایک سال ضائع ہوگیا ہے پر بھائی سے یونیورسٹی جانے کی اجازت نہیں لی۔ "

آئمہ پھر منہ بنا کر بولی۔

" رہنے دو آئمہ تم جانتی ہو بھائی نے انہیں ویسے بھی گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دینی۔ کالج پڑھوا دیا بڑی بات ہے۔ تم انکی چھوڑ کر ہماری فکر کرو۔ وہ ہمیں بھی یونیورسٹی نہیں جانے دینگے۔ "

رائمہ نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

" ایسے کیسے نہیں جانے دینگے ۔ ؟ میں آئمہ ہوں خنسہ نہیں وہ تو بھائی کے سامنے جاتے ہی گونگی ہوجاتی ہیں اپنے حق کے لیے بھی بولنا نہیں آتا؟"

" بہت زیادہ حق حق کررہی ہو لگتا ہے اپنی گردن پر لگا سر تمہیں عزیز نہیں ہے۔ "

رائمہ نے اسکی بہادری پر داد دی اور خبردار بھی کیا۔

" ہماری ٹیچر نے ہمیں بتایا ہے کے ظلم برداشت کرنے والا سب سے بڑا ظالم ہے۔۔ "

رائمہ جواباً خاموش رہی اگر اللہ نا کرے اللہ نا کرے عرش سن لیتا تو انہیں فرش کی طرح بچھا کر ان پر چلتا ۔

****

" امی "

اسنے روز کی طرح فردوس بیگم کے گلے میں بانہیں ڈالیں اور گال پر بوسہ دیتے انہیں کی گود میں سر رکھے لیٹ گئ۔

" کیوں ضد کرتی ہو اقراء جانتی بھی ہو وہ کالج کی اجازت نہیں دینگے ۔ "

فردوس بیگم نے افسوس سے اسکا سر اپنی گود میں لیا اور بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔

" امی میں ایک بار پھر کوشش کرونگی ممکن ہے ابو مان جائیں۔ "

اسنے پھر امید سے کہا ۔ فردوس بیگم کے آنکھوں کے کنارے نم ہوگئے۔ وہ بارہ جماعتیں پڑھ چکی تھی ۔ یونیورسٹی جانے کی اجازت اسے کبھی زندگی میں نہیں ملتی اس لیے وہ کالج سے ہی بی ایس سی کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ لیکن اسکے لیے ابو نے منع کردیا تھا آج وہ پھر کوشش کرنے والی تھی۔

" اچھا چھوڑو بتاؤ تم نے کھانا کھا لیا۔ "

" جی امی کھالیا آپکو توپتا ہے بھوک مجھ سے برداشت نہیں ہوتی ۔۔ لیکن میں آپ سے ناراض ہوں ۔"

منہ بناتے کہا ۔

" کیوں ؟"

" امی باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے لیکن میں آپ کے ساتھ خالہ کے گھر تو جاسکتی ہوں نا؟"

" میری چاند تمہیں توپتاہے تمہارے ابو کو نہیں پسند تمہارا خالہ کے گھر جانا خاص کر چھٹی کے دن۔ "

انہوں نے سمجھاتے ہوئے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔

" ہاں جانتی ہوں کس وجہ سے وہ منع کرتے ہیں لیکن پھر اس لحاظ سے انہیں بڑے ابو کے گھر بھی نہیں بھیجنا چاہیے نا ؟؟؟

وہاں بھی تو عبدالباری ہوتا ہے۔ اور آپ جانتی ہیں وہ کس قدر بدتمیز اور گھٹیا انسان ہے۔ "

اسنے دکھ سے کہا۔

" میں سب جانتی ہوں میری بچی لیکن تمہارے ابو نہیں مانتے۔ "

وہ بے بس ہوئیں اور شروع سے بے بس ہی تھیں۔

" اچھا چھوڑیں ۔ آپ بتائیں خالہ کے گھر کیا کیا؟ اور سب کیسے ملے۔ "

وہ اٹھ بیٹھی اور اشتیاق سے پوچھا۔ یہ اسکا پسندیدہ موضوع تھا جہاں خالہ کے گھر کا ذکر آتا وہاں اسکے ہونٹوں سے مسکراہٹ الگ نہیں ہوتی تھی۔

" باتیں کیں محمل (خالہ کی بڑی شادی شدہ بیٹی) بھی آئی ہوئی تھی۔ بہت اچھا وقت گزرا "

" اور؟"

وہ ویسے ہی بیٹھی تھی۔

" اور کھانا بھی محمل نے بنایا تھا۔ "

" اور ؟"

اب کے فردوس نے مسکراہٹ دبائی۔

" تمہیں جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔ "

وہ گڑبڑا گئی۔

" وہ ہانیہ کیسی ہے ؟ اس سے بات نہیں ہوئی۔ "

اسنے جلد ہی بات بنائی۔

"آج اسکا یونیورسٹی میں پہلا دن تھا بہت تھکی ہوئی تھی آکر فورا سوگئی۔ "

یونیورسٹی کے نام پر اسکی مسکراہٹ سمٹی یہ اسکے نا پورے ہونے والے خوابوں میں سے ایک تھا ۔

" تمہیں صرف ہانیہ کا پوچھنا تھا ؟"

اسکو خاموش ہوتے دیکھ انہوں نے واپس باتوں کا رخ موڑا۔

"ہاں -- نہیں-- وہ "

وہ گڑبڑا گئی۔

" فراز کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہو ؟"

فراز کے نام پر اسکا دل زور سے دھڑکہ ۔ یہ اسکی زندگی کا سب سے خوبصورت ٹاپک تھا۔ وہ بھی اپنی ماں کی بدولت ۔ بچپن سے ہی اسکے سامنے فراز کی باتیں کرتے وہ اسکو فراز سے جوڑ چکی تھیں۔

" نہیں ایسی بات نہیں ہے وہ بس۔ "

کہتے ہوئے وہ بھرپور مسکراتے واپس انکی گود میں سر رکھے لیٹ گئی۔

" میں تمہاری نظروں سے تمہارے دل بات پہچانتی ہوں۔ فراز واقعی بہت اچھا لڑکا ہے ۔ خوبصورت ۔ با اخلاق باوقار, عورتوں کی عزت کرنے والا اپنی ماں بہن کی خوشیوں کا خیال رکھنے والا خاندان کا سب سے الگ بچا۔ "

وہ بول رہی تھیں اور اقراء آنکھیں بند کیے اسکی تعریفیں کسی گیت کی طرح سن رہی تھی۔

" امی آپ صرف منہ سے بتاتی ہیں خوبصورت ہیں لیکن جب وہ گھر پر ہوتے ہیں تو مجھے اپنے ساتھ لے کر ہی نہیں جاتیں کہ میں انہیں دیکھ سکوں۔ "

اسنے آنکھیں کھولتے کہا۔

"تمہارے ابو کو نہیں پسند کے انکی بیٹی کسی نامحرم کی موجودگی میں کسی کے گھر جائے۔
"

" عبدالباری بھی تو نامحرم ہے ؟ پھر ابو تایا کے پاس کیوں بھیج دیتے ہیں ؟ کیا اسلام میں یہ ہے کہ باپ کے رشتہ داروں میں سے کسی کے سامنے بھی جاسکتے ہیں۔ "

اسنے طنز کیا ۔ دین کے نام پر اسکے والد جو اپنے اصول چلاتے تھے وہ اسے اپنے ہوش سنبھالے جب سے ناپسند تھے۔

" بری بات ابو ہیں ایسا نہیں بولتے "

فردوس بیگم نے ٹوکا۔

" اچھا نہیں بولتی پر آپ ابو سے بولیں نا کہ میں خالہ کے گھر جاکر بھی پردہ کرتی ہوں ۔ میں کونسا فراز کے پاس جاکر بیٹھ جاؤنگی بس دور سے دیکھ لونگی اب تک دیکھا بھی نہیں ہے۔ "

اقراء نے کروٹ لیتے کہا۔

" اچھاااا؟ تم نے اب تک اسے دیکھا نہیں ؟ توبہ توبہ لڑکی جھوٹ تو نا بولو میں نے خود تمہیں چھپ چھپ کے دیکھتے دیکھا ہے جب وہ یہاں آتا ہے۔ "

فردوس نے اسکی چوری پکڑی۔

" امی چھپ چھپ کر دیکھنے میں وہ صحیح سے نظر نہیں آتے نا ۔ "

اسنے شرارت سے آنکھ ماری۔

وہ مسکرا دیں۔

" دعا کرو اللہ کچھ ایسا کرے کہ تم ساری زندگی اسے روبرو بیٹھ کے دیکھ سکو۔ "

جھک کر اسکے ماتھے پر پیار کیا۔

" امی وہ نامحرم ہیں لیکن میں نے ایسا نہیں چاہا پھر بھی مجھے ان سے محبت ہوگئ ۔

کیا یہ گناہ ہے۔ "

وہ واپس اٹھ کے بیٹھ گئ۔

" وہ محبت اگر تمہارے اور اللہ کے درمیان آتی ہے تو وہ محبت غلط ہے اگر وہ تمہیں کچھ غلط کرنے پر اکساتی ہے جس سے تم اللہ کی مقررہ کردہ حدود پار کرتی ہو تو وہ گناہ ہے۔

"

انہیں نے اپنی سوچ سے جواب دیا۔

" نہیں امی میں اس محبت کو پاک رکھونگی ۔ انکی محبت مجھے اللہ کے اور قریب لے آتی ہے اب سے میں انہیں چھپ کر بھی نہیں دیکھونگی۔ لیکن میں انکی محبت میں انہیں اللہ سے مانگنے لگی ہوں۔ "

اسنے اپنے دل کا ایک اور بھید کھولا۔

" اللہ سے کوئی پردہ نہیں ۔ وہ ظاہر بھی جانتا ہے اور باطن بھی ۔ وہ نیک ارادوں پر بھی بخش دیتا ہے ۔ اس سے کبھی مت شرمانا کہ اللہ سے کیسے مانگوں ؟ ایک اللہ ہی تو ہے جس سے انسان سب مانگ سکتا ہے۔ تم ضد بھی کرسکتی ہو وہ اللہ ہے اسکی جتنی تعریفیں کروں کم ہے۔ "

وہ محبت سے بولیں۔ اقراء نے انکی بات بہت غور سے سنی پھر " بے شک " بولا۔

" میں تمہارے اچھے نصیب کے لیے بہت دعا کرتی ہوں۔ "

" امی آپ صرف میرے لیے ایک دعا کیا کریں۔"

اسنے سنجیدگی سے کہا۔

" کیا ؟"

"کہ اللہ مجھے ابو جیسا شوہر نا دے ۔ میرے حوصلے آپکے جتنے مضبوط نہیں ۔۔ "

فردوس کچھ نا بول سکیں ۔۔انکے پاس کوئی جواب نہیں تھا وہ یہ بھی نا بول سکیں کہ وہ کوئی دعا کریں یا ناکریں یہ لازم کرتی ہیں اور چلتے پھرتے کرتی ہیں کہ اللہ اسے صدیق حسین جیسا شوہر نا دے۔

****

"آہ۔۔۔سیبی۔۔آہ۔ "

کچن سے رائمہ کی چیخ کی آوازآئی تھی۔ خنسہ فورا کچن کی طرف بھاگی۔ اندر رائمہ اپنا ہاتھ تھامے رورہی تھی۔

" یہ کیا ہوا رائمہ ؟ آئمہ کیا ہوا ہے اسے۔ ؟"

خنسہ بوکھلا گئی تھی اسے سمجھ نہیں آیا وہ کیا کرے وہ خود کونسا اتنی بڑی تھی وہ دونوں پندرہ سال کی تھیں اور خنسہ انیس سال کی ۔لیکن وہ دونوں خنسہ کو ایسے تنگ کرتی تھیں جیسے پانچ سال کے بچے ہوں اور خنسہ پچاس سال کی عمر رسیدہ خاتون۔

" میں نے کیک بیک کرکے نکالا تھا رائمہ نے پکڑ لیا۔ اسکا ہاتھ جل گیا۔ "

" یا اللہ نہیں "

خنسہ کا ہاتھ اپنے ماتھے پر گیا تھا دل ڈوب کر ابھرا اب کیا ہوگا ؟ اگر عرش کو پتا چلا تو وہ اسکے ہاتھ جلادے گا۔

رائمہ کی تکلیف اپنی جگہ پر اسے اب اپنی فکر بھی لاحق تھی۔ جبکہ اسکی حالت دیکھتے کچن کے دروازے پر کھڑی روزینہ نے مسکراہٹ دبائی ۔

آج تک گھر میں کسی کو نہیں پتا تھا کہ گھر میں ہوئی ہر چھوٹی سے چھوٹی بات عرش کو کیسے پتا چل جاتی ہے -- وہ تینوں یہ سمجھتی تھیں کہ عرش نے گھر میں خفیہ کیمرے لگائے ہیں کسی کونہیں پتا تھا عرش کا وہ خوفیہ کیمرہ روزینہ ہے۔ عرش نے اسے اپنا مخبر نہیں رکھا تھا لیکن وہ عرش کے پیچھے پاگل تھی لیکن جب وہ عرش کی نظروں میں خنسہ کا عکس دیکھتی تھی تو اسے خنسہ سے نفرت ہوتی تھی۔ یہ تو وہ بھی جانتی تھی کہ وہ نوکرانی ہے اسکی پسند اور رجحان بیکار ہے پر مجبور تھی۔ خنسہ سے جلن کے بدلے وہ ہر بات اس طرح باتوں ہی باتوں میں عرش کے سامنے پیش کرتی تھی کہ مخبری کی مخبری بھی ہوجاتی اور وہ ظاہر بھی نہیں ہوتی اور ہر مخبری میں قصور وار خنسہ ٹہرتی۔

اب بھی اسکا زہن الفاظ کا جوڑ توڑ کرنے میں مصروف تھا کہ بات کس طرح عرش کے سامنے پیش کی جائے۔

" کس نے بولا تھا تم دونوں کو یہ کرنے کو -- جلا لیا ہاتھ اب "

خنسہ غصے سے کھڑی ہوئی اسکا دماغ ماؤف ہونے لگا تھا یہ سوچ سوچ کر کہ عرش اب اسکے ساتھ کیا کریگا۔

" ہم تو آپ کے لیے یہ سب کررہے تھے۔ آپ کو کیک پسند ہے اسلیے بنا رہے تھے۔ "

رائمہ رونا بھول کے غصے سے بولی۔

اسکی ہوشیاری دیکھتے خنسہ کی آئبرو بھینچ گئیں۔

" میرے لیے ؟ میں نے کہا تھا مجھے کیک کھانا ہے یا میرے لیے بناؤ؟؟؟ میرے نام پر اپنے شوق پورے کرکے مجھے سولی پر لٹکوادو۔ "

خنسہ کی آنکھوں میں نمی اترتے دیکھ رائمہ نے پریشانی سے آئمہ کو دیکھا۔

"آپی--!"

" کوئی ضرورت نہیں ہے آپی کہنے کی۔ وہ (عرش) ابھی آئینگے اور پھر --"

اسنے روتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔ وہ ویسے تو دونوں سے چار سال بڑی تھی لیکن جہاں عرش کا نام آتا تھا خوف سے جیسے بچہ بھوت کو دیکھ کر روتا ہے ویسے رونے لگتی تھی۔

"آپی ہم بھائی کو بتادینگے کے آپکی غلطی ن----!"

انکی بات پوری ہونے سے پہلے خنسہ کچن سے نکل گئی۔

جانتی تھی صرف باتیں کررہی ہیں عرش کے سامنے تو انکی زبان بھی نہیں کھلتی تھی--

---

" اسلام و علیکم ابو۔ "

مولوی صدیق حسین مغرب کے بعد گھر آئے ۔ فردوس کی جگہ وہ چائے لے کر گئی۔

" وعلیکم اسلام ۔ "

ایک نظر سر پر ڈوپٹہ ڈھانپے نظریں جھکائی اقراء کو دیکھا اور واپس نظریں پھیر لیں۔

" ابو وہ مجھے کچھ-- بات کرنی تھی ۔ "

جھجھکتے ہوئے بولا۔

" بولو۔ "

لہجہ ہمیشہ کی طرح سخت تھا--

" ابو میں جانتی ہوں آپ کو لڑکیوں کا باہر نکلنا نہیں پسند۔

میں نے کالج کا معلوم کیا ہے میں گھر بیٹھ کر بھ---!"

" فردوس---- فردوس۔ "

اقراء کی بات کاٹتے درمیان میں ہی غصے سے پکارا۔

"جج--جی مولوی صاحب"

وہ جانتی تھیں یہی ہوگا اسی لیے اقراء کو منع کیا تھا کہ اپنا دل نا دکھائے۔

" اس کے دماغ سے یہ پڑھائی کا بھوت اتاریں۔ جتنی تعلیم ضروری لگی دلوادی آگے سے میں کوئی فضول بات سننا نہیں چاہتا"

سخت لہجے میں کہتے سخت نظروں سے اقراء کو گھورا جو نظریں جھکائے آنسو پی رہی تھی۔

" جی۔ "

فردوس اقراء کو لے کر کمرے سے نکل گیئں۔

" میں نے کہا تھا نا اقراء غلط ضد کررہی ہو۔ وہ کبھی نہیں مانینگے کیوں اپنا دل دکھاتی ہو۔ "

" امی آپ اتنی کمزور کیوں ہیں ؟ مائیں تو اولاد کے لیے بولتی ہیں--میری جتنی ضروریات مرتی ہیں ان میں آپ بھی ابو کے ساتھ برابر شریک ہیں۔ "

افسوس سے اپنے آنسو صاف کرتی وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔
پیچھے فردوس اپنے آنسو پیتے رہ گئیں اب کیا بتاتیں کہ مولوی حسن صدیقی کو عورتوں کا باہر کے کیا گھر کے معاملات میں بولنا بھی نہیں پسند ۔

****

نماز پڑھ کر وہ دعا کرکے اٹھی تھی۔ اب روز کی طرح اسکی سوچوں کا محور ایک ہی انسان تھا۔ " فراز " اسکی امی اسے بتاتیں تھیں کہ وہ کتنا اچھا ہے۔
اسکو یاد ہے اسنے آج تک اپنی امی کے منہ سے ایک کی ہی تعریف سنی تھی اور وہ فراز تھا۔ انکی بہن کا بیٹا۔
فردوس بتاتی تھیں کہ وہ اپنی بہنوں کی چھوٹی سے چھوٹی خوشیوں کا خیال رکھتا ہے۔
ایسا نہیں کے وہ سخت مزاج نہیں۔ وہ بھی سخت مزاج تھا پر اسکی سخت مزاجی سے کبھی اسکے گھر کی عورتوں کو تکلیف نہیں ہوئی تھی۔
محمل کی شادی پسند کی تھی۔
وہ اپنی ہی پھپھو کے بیٹے کو پسند کرتی تھی۔ یہ بات فراز کو اسکا رشتہ پکا کرنے کے بعد معلوم ہوئی تھی۔ اور اسنے محمل سے صرف اتنا کہا تھا کہ وہ اسکی ہر سرگرمی دیکھے گا اور

اگر اسے ایسا لگا کہ وہ قابل نہیں تو اسکے بعد محمل اپنی زبان سے اسکا نام بھی نہیں لے گی۔ ۔ ہانیہ کو آگے پڑھنے کا شوق تھا پر وہ اکیلے بھیجنے کے حق میں نہیں تھا اسلیے اسنے ہانیہ کا ایڈمیشن ایوننگ میں کروایا تھا تاکہ خود چھوڑ سکے اور خود لاسکے۔ اسے اپنی بہنوں کو باہر بھیجنا پسند نہیں تھا لیکن وہ قید بھی نہیں رکھنا چاہتا تھا اس لیے انکو ہر وہ جگہ اپنے ساتھ اپنی نگرانی میں لے جاتا جہاں وہ جانے کی خواہش مند ہوتیں۔ اسنے سخت رہتے ہوئے بھی ایسی تربیت کی تھی اپنی بہنوں کی وہ سب سے زیادہ محبت اپنے بھائی سے کرتی تھیں۔ اور انہیں سب باتوں کی وجہ سے بہنوں کے علاوہ بھی کوئی اور اسکی محبت میں مبتلہ تھی اور وہ اقراء تھی۔

اقراء کو نہیں یاد تھا کہ جب سے اسنے ہوش سنبھالا وہ کبھی فراز کے ساتھ کھیلی ہو یا بات کی ہو اور بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ سامنے جانے سے بھی منع تھا۔

لیکن وہ بنا بات کیے بھی جانتی تھی کہ فراز بہت پیارا بولتا ہے۔

جب وہ گھر آتا تھا اور فردوس سے بات کرتا تھا تو وہ دروازے سے کان لگا کر اسے سنتی تھی اور دروازے کی جھری سے اسے دیکھتی تھی۔

ابھی بھی وہ اسی کو سوچ رہی تھی۔

وہ اس بات پر بھی مطمئن تھی کہ فراز اسکے باپ جیسا نہیں۔
صدیق حسین ایک پڑھے لکھے انسان تھے اور ساتھ تبلیغ بھی کرتے تھے۔ مسجد کے امام تھے۔
لیکن بہت زیادہ سخت۔
انکے اصولوں اور تعلیم سے اقراء کو سب سے زیادہ نفرت تھی۔ وہ اپنی بات کو دینی رنگ اور مذہب کے سانچے میں ڈھال کر فرض کرتے تھے۔۔۔

****

" وہ میٹنگ روم میں دونوں ہاتھوں کو باہم ملائے کہنیاں ٹیبل پر ٹکائے بہت توجہ سے مینیجر کی بات سن رہا تھا۔
ماتھے پر دو بل تھے۔
ایک ہاتھ میں براون پٹے کی گھڑی تھی اور دوسرے ہاتھ میں وائٹ گولڈ کی سادی چین۔
براؤن آنکھیں حد درجہ سنجیدہ تھیں۔
اسنے ہاتھ تیڑھا کر کے وقت دیکھا اور کرسی سے پشت ٹکا کر ہاتھ اپنی تھائی پر رکھا۔

"آپکی اتنی تفصیلی گفتگو سے مجھے صرف یہی سمجھ آیا ہے کہ وہ لوگ اس قابل نہیں کہ انکے ساتھ کام کیا جائے۔ "

مینیجر نے اسے دیکھا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے دوبارہ گویا ہوا۔

" سر لیکن ہم ڈائریکٹ منع نہیں کرسکتے۔ ٹاپ ففٹین میں آتی ہے انکی برانڈ۔۔"

" انسان جس کے ساتھ رہتا ہے اسی کہ جیسا پہچانا جاتا ہے زید صاحب۔ ففٹین سے پہلے انکی برانڈ ٹاپ ٹین میں تھی۔

اور جس طرح کی انکی پروگریس ہے وہ جلد ٹاپ لسٹ سے ہی باہر ہوجائینگے۔

مالی فائدے کے ساتھ اپنے معیار کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے"

کہتے ہوئے اسنے اپنا موبائل ٹیبل سے اٹھایا کھڑے ہوتے کوٹ کا بٹن بند کیا اور میٹنگ روم سے باہر نکل گیا۔

اسکے میٹنگ روم سے باہر نکلنے پر سیکرٹری فوراً اسکے ساتھ ہوئی۔

" سر مسٹر مراد آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ "

" پرسوں کی میٹنگ رکھ لو۔ "

آفس پر طائرانہ نظر گھماتے وہ اپنے آفس میں داخل ہوا۔

" بٹ سر وہ ارجینٹ ملنا چاہتے ہیں۔ "

کرسی پر بیٹھتے اسنے اریبہ (سیکرٹری) کو سنجیدگی سے دیکھا۔

" سوری سر۔۔ دراصل انہوں نے ایسا کہنے کو کہا تھا شاید وہ جانتے تھے آپکا یہی جواب ہوگا۔ "

نظر جھکاتے شرمندگی سے کہا۔

" مس اریبہ میں جانتا ہوں وہ کیوں ملنا چاہتے ہیں کائنڈلی آپ وہی کیا کریں جو میں کہوں آپ میری سیکرٹری ہیں مسٹر مراد کی نہیں۔ آپ مسٹر مراد کی سیکرٹری کو کہہ دیں کہ میں پرسوں سے پہلے فارغ نہیں ہوں ۔ "

اریبہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

" جائیں باقی کام کریں اور میرے لیے بلیک کافی اور سر درد کی گولی بھجوائیں۔ "

اریبہ جی سر کہتے فوراآفس سے نکل گئی۔

وہ سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے آنکھیں موند گیا۔

ایک ہاتھ سے اپنا سر دبانے لگا جبکہ دوسرے ہاتھ میں موبائل تھا۔

" مرد کی زندگی اتنی مشکل کیوں ہے۔ عورت کی زندگی کتنی پرسکون ہے گھر میں رہ کر آرام سے زندگی گزارو نا بزنس کی پریشانی نا کسی اور چیز کی۔ "

اپنی کنپٹیاں سہلاتے وہ تھکن سے سوچ رہا تھا۔

" اوپر سے بڑا ہونا عذاب ہے--

کاش میں بڑا ہی نا ہوتا---

امی کی گود میں سوتا رہتا "

امی کا سوچتے وہ مسکرایا۔

ابھی مسکراہٹ آئی ہی تھی کہ فون بجا۔ سیدھا ہوتے اسنے فون دیکھا۔سکرین پر ماہم کا نام جگمگا رہا تھا۔

" ہیلو"

فون اٹھاتے ہی پرشوخ آواز آئی۔

" کہو"

" یار عرش حد ہے ویسے انسان اتنے اچھے موڈ میں فون کرے اور تم ایسے سڑے وے لہجے میں بولتے ہو--کہو--- کبھی خود بھی کچھ کہہ لیا کرو۔ "

ماہم نے شکوہ کیا تو وہ پھیکا سا مسکرا دیا۔

" ایسی بات نہیں ہے آفس کی اتنی ٹینشنز ہوتی ہیں۔ بس اس وجہ سے سر میں درد ہے۔
"

" کہو تو دبانے آجاؤں۔ "

وہ پھر شوخ ہوئی۔

" نہیں رہنے دو شکریہ"

وہ فورا بولا کہیں وہ حقیقت میں نا آجائے۔

"اوہ تو جناب مجھ سے ڈرنے لگے ہیں۔ "

" نہیں ایسی بات نہیں ہے"

اسنے واپس کرسی کی پشت سے ٹیک لگایا۔

" اچھا میں نے تمہیں ایک کام کے لیے فون کیا ہے "

وہ پوئنٹ پر آئی۔

" ہممم"

عرش نے ہنکارا بھرا۔

" میں نے خنسہ کے لیے رشتہ دیکھا ہے-- بہت اچھا ہے اسکے ساتھ سوٹ بھی کریگا پڑھا لکھ------!"

" اسٹاپ اٹ ماہم-- "

واپس سیدھا ہوتے اسنے ناگواری سے ٹوکا۔

" بچی ہے ابھی وہ--- صرف انیس سال کی ہے۔ "

غصے پر قابو کرتے اسنے بمشکل لہجے کو ہلکہ رکھا۔

" تم پوری بات سنے بغیر غصہ ہوجاتے ہو عرش-- میں ابھی شادی کرنے کا نہیں بول رہی۔

ابھی رشتہ کردیتے ہیں پھر ایک سال بات ہمارے ساتھ ہی رخصتی اور بیس سال کوئی چھوٹی عمر نہیں ہوتی جس میں لڑکی کی شادی نہیں ہوسکتی۔ "

ماہم نے سنجیدگی سے کہا۔

عرش نے جبڑے بھینچے ماتھے پر ہاتھ پھیرا۔

آنکھوں کے سامنے خنسہ کا وہی روتی شکل آئی کیونکہ اسنے خنسہ کو کبھی ہنستے ہوئے تودیکھا ہی نہیں تھا۔

" وہ بہت معصوم ہے ماہم -- بات عمر کی نہیں زہن کی ہے ۔ اسکا زہن بڑا ہونے میں ابھی وقت لگے گا۔ "

بولا آرام سے پر لہجہ اب بھی سخت تھا۔

" تو اس میں بھی تو تمہاری غلطی ہے عرش ۔ اسکو گھر سے باہر نکالو گے تو اسکی عقل بڑے گی نا-- ایک سال ہوگیا اسکو گھر بٹھائے رکھا ہے ۔ یونیورسٹی میں اسکا ایڈمیشن کرواؤ باہر نکلے گی تو عقل آئیگی"

عرش اب کے خاموش رہا۔

نظروں کے سامنے ایک بار پھر خنسہ آئی ۔

" تم آج کل کا ماحول جانتی ہو ماہم -- میں اسکو باہر نکالنے کے حق میں نہیں ہوں۔ اسکو کوئی گھور کے دیکھے گا وہ وہیں رونے بیٹھ جائیگی۔ میں نہیں چاہتا کوئی اسکا فائدہ اٹھائے-- "

" بہت خوب تو تم اسے باہر نکالنا ہی نہیں چاہتے۔ ساری زندگی اسکی عقل کو چھوٹی رکھ کر اسے اپنے سر پر بٹھا کے رکھنا اور مجھے بھی ایسے ہی لٹکائے رکھنا کے پہلے خنسہ کی زمہ داری پوری کرونگا۔ میں ہی پاگل ہوں جو فضول بولتی ہوں ۔ "

کہتے ساتھ اسنے کھٹاک سے فون کاٹ دیا۔ عرش نے غصے سے ٹیبل پر فون پھینکنے کے طریقے سے رکھا۔

" امی یہ تو گڑیا ہے "

اسکے دماغ میں اپنی ہی آواز گونجی ۔جب وہ دو دن کی چھوٹی سی گلابی بچی کو دیکھ رہا تھا وہ بچی کوئی اور نہیں خنسہ تھی۔

ماہم عرش کی خالہ کی بیٹی تھی۔ پڑھی لکھی قدم سے قدم ملا کے چلنے والی۔ اس کو رشتے کی پیشکش ماہم نے ہی کی تھی اور اسے کوئی برائی بھی نہیں لگی تھی اسلیے اس نے ہامی بھری تھی۔ لیکن شادی کی شرط یہی تھی کہ پہلے وہ خنسہ کے فرض سے فارغ ہوگا۔

لیکن نا تو وہ خنسہ کی کہیں شادی کررہا تھا نا کرنے کا سوچ رہا تھا ۔

ہونٹوں پر ایک ہاتھ کی مٹھی رکھے وہ آنکھوں کو چھوٹا کیے دروازے کو گھور رہا تھا۔ جیسے اس میں کوئی پہیلی ہو۔

وہ خنسہ کو یونیورسٹی بھیجنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا جبھی خنسہ کا ایک سال ضائع ہوا تھا۔ زہن میں کہیں نا کہیں یہ نقش تھا کہ زیادہ تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیاں اپنے فیصلے خود لینے لگتی ہیں۔ خود ہی لڑکا پسند کرلیتی ہیں۔

ماں باپ اور گھر والوں کی عزت کا بھی خیال نہیں رہتا۔

" نہیں خنسہ نہیں وہ تو معصوم ہے۔ "

وہ جھنجھلایا۔ ماہم کی بات دماغ پر لگی تھی کہ اس طرح تو وہ ساری زندگی ذہنی طور پر بڑی نہیں ہوپائیگی۔

" لیکن ہے تو چچی کی بیٹی ہی "

تخلت چہرے پر ناگواری اتری ۔

وہ مزید سوچتا جب آفس کا دروازہ نوک ہوا۔

اجازت ملنے پر چپڑاسی نے ٹرے ٹیبل پر رکھی جس میں کوفی اور دوائی کا پتّا تھا۔

عرش نے دو ٹیبلیٹ کھائی اور اٹھ کر آفس سے منسلک واشروم میں گیا۔ منہ دھو کر باہر آیا۔ انٹرکام اٹھا کر سیکرٹری کو کسی کے لیے بھی ڈسٹرب کرنے سے منع کیا اور آفس میں موجود صوفے پر نیم دراز ہوگیا۔

****

" اقراء "

فردوس اسکے روم میں آئیں۔ وہ مصلے پر خاموشی سے بیٹھی سجدے کی جگہ کو گھور رہی تھی۔

وہ اسکے سامنے بیٹھ گئیں۔

اقراء نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا اور مسکرا دی۔

" سوری امی مجھے آپ سے ایسا نہیں بولنا چاہیے تھا۔ "

وہ شرمندہ تھی۔

" کوئی بات نہیں میری چاند مجھ سے نہیں بولوگی تو کس سے بولوگی۔ "

وہ بھی محبت سے مسکرا دیں۔

" امی ایک بات پوچھوں ؟"

" ہاں پوچھو۔ "

"آپ اپنی زندگی سے تھک نہیں جاتیں۔ "

اسنے جتنے درد سے پوچھا تھا فردوس مسکرا دیں۔

" زندگی کو امتحان اور عارضی سمجھ کر جیو گی تو تم بھی نہیں تھکو گی"

اقراء انکے جواب پر انہیں دیکھے گئی۔

" لیکن محبت تو حق ہے امی۔
کیا آپکو درد نے ہوتا کے آپ محبت سے خالی زندگی گزار رہی ہیں ۔ عورت کی زندگی یہی تو ہوتی ہے شوہر بچے اور انکی محبت ۔ ہر عورت یہی چاہتی ہے کہ اسکا شوہر اس سے محبت کرے اسکی عزت کرے آپ نے کیسے ابو کے ساتھ زندگی گزار لی۔ "
بولتے ہوئے اسکی آنکھیں نم ہوئیں۔ فردوس اپنی بیٹی کو دیکھے گئیں ۔ وہ کب اتنی بڑی ہوگئی کہ یہ سب سمجھنے لگی۔
" تمہیں کس نے کہا کے وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے ؟ بہت محبت کرتے ہیں پر لازم تھوڑی ہے الفاظ سے بیان کی جائے۔ "
" اکیس سال امی۔۔۔ بہت لمبا عرصہ ہوتا ہے۔۔ اور کس نے کہا کہ محبت میں اظہار کی ضرورت نہیں ہوتی۔۔ ؟ محبت میں ہی تو اظہار کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس سے آپ محبت کرتے ہیں جو آپکا محرم ہے اسی سے تو آپ اظہار کی خواہش رکھتے ہیں۔ محبت میں اظہار بہت ضروری ہوتا ہے اور اگر اظہار ضروری نہیں تو انسان احساس اور عمل سے محبت ظاہر کرتا ہے۔ ابو نے کب ایسا کوئی عمل کیا ہے جس سے محبت ظاہر ہو ؟

فردوس خاموشی سے اسے دیکھے گئیں دکھ بہت تھے پر اب دل خوش بھی تھا کہ انکے بولے بنا بھی کوئی انہیں سمجھنے لگا ہے ۔لیکن وہ نہیں چاہتی تھیں کہ انکی بیٹی یہ سب سمجھے۔

" ابو امام ہیں دینی کتابیں پڑتے ہیں تبلیغ کرتے ہیں۔ امی میں نے پڑھا ہے کہ بیوی کو محبت سے ایک نوالہ کھلانا بھی صدقہ جاریہ ہے-- کیا ابو کا علم مجھ سے بھی کم ہے ؟ "

" اقراء---"

" نہیں امی ابو کو بہت علم ہے

لیکن وہ عمل صرف اپنے اصولوں پر کرتے ہیں ۔

امی دین میں جبر تو نہیں ہے "

اسنے روتے ہوئے کہا۔

فردوس نے اسے خود میں بھینچ لیا۔

" اتنا مت سوچو میری جان--

مجھے اب عادت ہوچکی ہے-- تمیں تکلیف لینے کی ضرورت نہیں -- تمہاری زندگی ان شاءاللہ بہت خوبصورت ہوگی ---"

رائمہ اور آئمہ چھ بجے ہی رات کا کھانا کھا کر کمرے میں بند تھی جتنی ہمت جمع کر کے انہوں نے سچ بولنے کا سوچا تھا وہ سب ھواء ہوگئی تھی۔

اپنے کمرے میں ایک دوسرے کو مجرموں کی طرح دیکھتے وہ خاموش تھیں ۔ خنساء اپنے کمرے میں تھی۔ عرش نے ہی ان لوگوں کا کمرہ الگ کیا تھا۔

نیند تو اتنی جلدی آنی نہیں تھی۔ اس وقت وہ لوگ لان میں جھولے پر بیٹھے چپس لیے لیپ ٹاپ میں کوئی کارٹون مووی لگا کر دیکھتی تھیں یا کوئی گیم۔ ڈرامے , ناولز اور فلم دیکھنے کی اجازت انہیں نہیں تھی۔ انکے لیپ ٹاپ میں انٹرنیٹ کا پاسورڈ بھی نہیں ڈالا گیا تھا۔

روز کوئی نا کوئی کارٹون مووی عرش ڈاؤن لوڈ کرکے جاتا تھا۔

انکو عرش کی اس بات پر پہلے کوئی اعتراض نہیں تھا کیونکہ انہوں نے کبھی یہ سب دیکھا ہی نہیں تھا وہ کارٹون کی دنیا میں ہی خوش رہتی تھیں۔ لیکن جب انکا اسکول لیول اَپ ہوا اور عمر بھی بڑھ گئی اور دوستیں بھی۔

جوانی کی دہلیز پر قدم رکھے اپنی دوستوں کہ منہ سے ڈاروں اور فلموں کی رومانٹک کہانیاں انہیں ایٹریکٹ کرتی تھیں جو انکی دوستیں بڑی دلچسپی سے انہیں قسط وار سناتی تھیں۔

ایک بار تو ڈرائیور کے آنے میں دیر ہوئی تو اپنی دوست کے ساتھ انہوں نے تھوڑا ناگن ڈرامہ بھی دیکھ لیا اور بس جب سے انہیں عرش کی لگائی اس پابندی سے بھی چڑھ ہوگئی۔ انہوں نے ہر کوشش کی آن لائن کلاس کا بہانہ بھی کیا پر وہ نیٹ کا پاسورڈ اپنے لیپ ٹاپ میں ڈلوانے پر کامیاب نا ہوسکیں۔

پھر مجبوراً وقت گزاری کے لیے وہی کارٹون موویز دیکھنی پڑتیں۔

کارٹون موویز میں بھی وہ باربی ہی ڈاؤن لوڈ کرواتی تھی کیونکہ اسکے اندر پرنس ہوتا تھا۔ لیکن پرنس ہونے کے باوجود بھی وہ مووی ناگن ڈرامے جتنی دلچسپ نہیں لگتی تھی ۔ اور آج تو اس سے بھی محروم وہ کمرے میں بند تھیں۔

انکا کمرا گراؤنڈ فلور پر تھا۔

انکا گھر کافی بڑا تھا۔

نیچے چار بڑے کمرے بڑا لاؤنج ڈرائنگ روم کچن , کچن سے منسلک ڈائنگروم اور نماز کا کمرہ۔

پھر اوپر جاتی کالے ماربل سے ڈھکی سیڑھیاں ۔

اوپر کے فلور پر بھی چار کمرے اور چھوٹا سا لاؤنج تھا۔ باقی ریلنگ تھی جن سے نیچے کا لاؤنج مکمل نظر آتا تھا۔

نیچے لاؤنج میں بلکل سامنے پہلا کمرہ رائمہ آئمہ کا تھا اسکے برابر خنساء کا باقی کمرے خالی تھے۔ عرش کا کمرہ اوپر کے فلور پر تھا۔

پورچ کے سامنے چھوٹا سا ہرا بھرا لان تھا اور گھر کے بیک سائیڈ پر تین کمروں کی انیکسی۔

اور انیکسی کے سامنے چاروں طرف سے شیڈز سے کور سوئمنگ پول ---

وہ دونوں ناکام اپنا دماغ چلانے کی کوشش کررہی تھیں جب گاڑی کے ہارن کی آواز آئی۔

عرش گھر کے باہر ہارن دیتا تھا پھر چوکیدار دروازہ کھولتا تھا۔

وہ دونوں فورا سیدھی ہوئیں اور بیڈ پر لیٹ کر سر تک کمبل تان گئیں ۔

عرش گاڑی سے اترا تو نظر جھولے پر پڑی غیر توقع جھولا آج خالی تھا۔ اسے حیرت ہوئی کیونکہ اس ٹائم وہ دونوں لازم یہاں کانوں میں ہیڈفون لگائے بیٹھی ہوتی تھیں۔ وہ سر جھٹک کر آگے بڑھنے لگا تو روزینہ فورا باہر آئی ۔ عرش نے اپنا بیگ اسے پکڑایا اور گاڑی میں سے کچھ فائلز نکالنے لگا۔ وہ روز عرش کے آنے کے وقت نامحسوس انداز میں سنورتی تھی جس پر عرش نے آج تک کبھی غور نہیں کیا تھا۔ اور وہ اس طرح عرش کے کام کرکے خود کو عرش کے قریب محسوس کرتی تھی کیونکہ جہاں تک اسکا خیال تھا عرش کسی سے اتنی بات نہیں کرتا تھا سوائے اسکے ۔ جب کہ وہ تو صرف اسکی باتیں سنتا تھا یا یہ کہنا زیادہ صحیح تھا کہ مخبریاں سنتا تھا۔

" رائمہ آئمہ کہاں ہیں ؟"

گاڑی کا دروازہ لاک کرتے اسنے بیگ روزینہ کے ہاتھ سے لیا۔

" وہ بیچاری تو روتے روتے سوگئی ہونگی۔ "

عرش کے بڑھتے قدم رکے ۔ ماتھے پر بل پڑے۔

" کیا مطلب کچھ ہوا ہے انہیں ؟ "

سختی سے پوچھا۔

" وہ جی رائمہ بے بی کا ہاتھ جل گیا بہت بری طرح۔ "

اسنے چہرے پر بے شمار دکھ طاری کرتے کہا۔ عرش دیوان کے غصے سے تو وہ بھی واقف تھی جانتی تھی اتنا کافی ہوگا۔

جبکہ عرش جبڑے بھینچ گیا۔

" کیسے جلے ہاتھ ؟؟"

" وہ کیک بنا رہی تھ۔۔۔!"

" منع کیا ہے انکو اس طرح کی حرکتیں نہیں کیا کریں لیکن سنّی کسے ہے ؟"

غصے سے وہ اندر جانے لگا جب وہ گڑبڑاتی دوبارہ بولی۔

" سر وہ تو بچیاں ہیں بھلا چودہ پندرہ سال کی عمر میں کسے عقل ہوتی ہے لیکن خنساء بی بی تو بڑی ہیں نا انکو نہیں چاہیے تھا کہ وہ آئمہ اور رائمہ بے بی کو کیک بنانے بھیجیں۔ "

اسنے بہت سمجھداری سے الفاظ جوڑے تھے۔

" انھیں کیک بنانے خنساء نے کہا تھا ؟"

آواز سخت تھی۔

" جی سر رائمہ آئمہ بے بی یہی بول رہی تھیں کہ وہ خنساء بی بی کے لیے کیک بنا رہی ہیں۔اور خنساء بی بی جانتی تھیں اور باہر بیٹھی تھیں۔"

اسنے رائمہ اور آئمہ کی ہمدردی میں جس طرح زمہ دار خنساءکو ثابت کیا تو خود کو داد دیتے مسکراہٹ دبا گئی۔۔

وہ کچھ کہتا جب اسکا فون بجا۔

" یہ بیگ اور فائل اسٹڈی میں رکھو اور خنساء کو لاؤنج میں بلاؤ"

روزینہ کو حکم سناتے اسنے کچھ قدم دور جاکر فون اٹھایا۔

****

وہ بیڈ پر گھٹنے موڑے دونوں ہاتھ گھٹنوں کے گرد باندھے بیٹھی تھی۔ عرش کی گاڑی کا ہارن وہ بھی سن چکی تھی اور اب اپنی تیز ہوتی دھڑکنوں سے پریشان تھی۔ چھپنے کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی اسلیے آنکھیں ابھی سے پانی سے بھر گئی تھیں ۔ دروازہ نوک ہوا تو اسکی سانس اٹکی۔

جب اسنے کوئی جواب نا دیا تو روزینہ خود ہی دروازہ کھول کر اندر آئی۔

" خنساء بی بی سر بہت غصے میں ہیں آپ کو فورا باہر بلایا ہے۔ "

پریشانی اپنے چہرے پر سجائے وہ افسوس سے بولی۔

" مم--میں نہیں آؤنگی-- بب--بول دو۔ نن--نماز پڑھ رہی ہوں۔ "

وہ اٹھ کر وضو کرنے فورا باتھروم کی طرف بڑھی یہ بہترین طریقہ تھا وہ سوتے میں سے اٹھا سکتا تھا لیکن نماز سے نہیں اگر وہ اسکی نماز ختم ہونے کا انتظار کرتا تو وہ نماز ہی نا ختم کرتی۔

" بی بی سر باہر ہی بیٹھیں ہیں اگر آپ نہیں آئی تو وہ یہاں آجائینگے۔"

اسکی ہوشیاری پہ روزینہ کا لہجہ تھوڑا سخت ہوا لیکن خنساء نے اپنے خوف میں محسوس ہی نہیں کیا۔

"آپ کی مرضی ہے باہر آجائینگی تو آپ کے لیے بہتر ہوگا۔ "

اسکو کہتے روزینہ پلٹ گئی۔ اب اسکا رخ کچن کی طرف تھا اسے اندازہ تھا عرش اسے کیا کیا سزا دیتا ہے اسلیے پہلے سے ہی کچن میں جاکر فریزر سے بونلیس مچھلی کا دبہ نکالا-- مچھلی عرش کو بہت پسند تھی اس لیے لازم فریزر میں ہوتی تھی۔

سارے ٹکڑے برابر ہی تھے پر پھر بھی روزینہ نے تلاش کرکے اپنے حساب سے سب سے موٹا اور بڑا ٹکڑا نکالا--

مسکرا کر گرم تیل میں مچھلی ڈالی۔

وہ اپنی جگہ منجمد اسی کشمکش میں تھی کہ باہر جائے یا نا جائے ؟؟

مرتے قدم اٹھاتی وہ باہر آئی۔

نظریں جھکی ہوئی تھیں صوفے کے سامنے جاکھڑی ہوئی۔ اسے یہ احساس بھی نہیں تھا کہ عرش لاؤنج میں نہیں ہے اس نے نظر اوپر اٹھائی ہی نہیں تھی۔

آنسو تھوڑی سے ٹپکتے قدموں کو سلامی دے رہے تھے۔

پانچ منٹ گزرے عرش لاؤنج میں داخل ہوا تو نظر سامنے سر جکھائی روتی خنساء پر پڑی۔

اسکا دل کیا اپنا یا خنساء کا قتل کردے ابھی تو کچھ کہا ہی نہیں تھا۔ خود پر ضبط کرتے وہ سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

کسی کی آہٹ محسوس کرکے اسے احساس ہوا کے عرش ابھی آیا ہے۔

وہ کچھ لمحے اسے روتے ہوئے دیکھے گیا۔

" اگر تمہاری آنکھ سے اب ایک آنسو اور نکلا خنساء تو باہر سوئمنگ پول میں پھینک دونگا۔ "

اس نے غصے سے ٹوکا تو خنساء کے آنسوؤں میں کمی کی بجائے اور روانی آگئی۔

عرش نے ایک گہری سانس لے کر خود کو قابو کیا۔

" کیا میں جان سکتا ہوں کے کونسے کھانے کی چیز تمہیں میسر نہیں ہوتی جو میری بہنوں کو کچن میں بھیج دیا۔ "

سخت لہجے میں پوچھا ۔ روزینہ کچن کے دروازے سے چھپ کر دیکھتی ہنس رہی تھی۔

" میں پاگل ہوں جو خود سے بات کررہا ہوں؟"

خنساء کو خاموش پاکر اسکا غصہ بڑھا۔

" یعنی جواب نہیں دینا تم نے --- میرا بدلہ میری بہنوں سے اتارنے کچن میں بھیجا تھا نا ؟"

اس بار انداز میں وارننگ تھی۔

" ن---نہیں۔ "

وہ ٹوٹے الفاظ میں بس اتنا بول سکی اور اتنا دھیمے بولی کے عرش نے اسکے ہونٹوں کی حرکت سے اسکی بات سمجھی۔

" حیرت ہوتی ہے مجھے تم لوگوں پر -- اتنی سزاؤں کے بعد بھی نہیں سدھرتے۔ کتے کی دم تیڑھی کی تیڑھی۔ "

وہ سخت جھنجھلایا۔

نظر سامنے کمرے میں پڑی جس کے دروازے کے نیچے سے روشنی سے ادھر ادھر ہوتے سائے نظر آئے۔

" روزینہ --- "

عرش کی ایک پکار پر وہ بوتل کے جن کی طرح حاضر تھی۔

" جی سر۔ "

" میری جو فش رکھی ہے اس میں سے ایک فرائی کر کے لاؤ"

خنساء کو دیکھتے سزا سنائی تھی۔ روزینہ جی کہتے واپس پلٹ گئی۔

"رائمہ بہت ہوا یار ہم باہر چل کے بھائی کو بتا دیتے ہیں اس میں آپی کی غلطی نہیں ۔ "

وہ جو کافی دیر سے ہمت جمع کر رہی تھی ڈرتے ہوئے کہا۔

" نہیں -- میں نہیں جاؤنگی نا تمہیں جانے دونگی۔ خنساء باجی کو تو صرف ایک سزا سنائی ہے مچھلی کھانے کی ہمیں پتا نہیں کتنی اور کونسی سزا سنائینگے۔ "

رائمہ سفاکی سے فوراً نفی میں سر ہلاتے بولی۔

" یہ غلط ہے رائمہ اپنے آپکو بچانے کے لیے ہم ہر بار یہی کرتے ہیں۔ "

آئمہ غصے سے بولی پر کہیں نا کہیں دل اندر سے کہہ رہا تھا کہ رائمہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔

دو تین منٹ بعد ہی روزینہ کچن سے نکلی ۔ فرائی فش کی پلیٹ خنساء کے سامنے ٹیبل پر رکھی۔

مچھلی کو دیکھتے اسکا معدہ سکڑا تھا۔ یہ واحد ایسی چیز تھی جو خنساء کے لیے آخری کھانا ہوتا وہ تب بھی نہیں کھاتی۔

مچھلی کو دیکھ کر اسکے آنسو پھر تیزی سے بہنے لگے جبکہ عرش نے آنکھیں چھوٹی کیے روزینہ کو گھورا۔

اسکے اس طرح دیکھنے پر وہ بوکھلائی۔۔۔

" سر وہ آپ کے لیے پہلے سے فرائی کرکے رکھی تھی۔ "

اسکی نظروں کا مفہوم وہ سمجھ گئ تھی ایسے کیسے دومنٹ کے اندر مچھلی تلی جاسکتی تھی وہ بھی فریزز کی۔

" میں نے تو نہیں کہا تھا میں مچھلی کھاؤنگا؟"

سرد لہجے میں پوچھا۔

" سوری سر مجھے ایسا لگا کہ آپ کھائینگے موسم بدل رہا تھا اسلیے۔ "

مسکین شکل بنائی۔

" میرے خیال سے تمہارا ڈیوٹی ٹائم ختم ہوچکا -- تم انیکسی جاسکتی ہو۔ "

روزینہ کو اپنی جگہ پر خنساء کو دیکھتے کھڑا دیکھ عرش نے سخت لہجے میں کہا۔

روزینہ گڑبڑاتی منہ بسورتی باہر نکل گئی۔

" میں پانچ منٹ میں کال پر بات کرکے آرہا ہوں اگر اس سے پہلے یہ مچھلی ختم نہیں ہوئی تو اگلی سزا تمہاری برداشت سے باہر ہوگی۔ "

وہ خاصہ اونچی آواز میں بولا۔ بول وہ خنساء کو رہا تھا پر نظر سامنے دروازے کے نیچے سے نظرآتے چلتے سائے پر تھی۔

کہتے ہوئے وہ اٹھا اور باہر نکل گیا۔

آئمہ جو دروازے سے کان لگائے کھڑی تھی ۔ دو سیکنڈ بعد دروازہ کھولنے لگی تو رائمہ نے اسکا ہاتھ پکڑا۔ غصے سے رائمہ کا ہاتھ جھٹکتے اسنے ہلکا سا دروازہ کھول کر باہر جھانکا لاؤنج میں خنساء کے علاوہ کوئی نہیں تھا ۔

وہ فورا باہر نکلی اور پلیٹ سے وہ مچھلی کا پیس اٹھایا اس میں سے ایک دو ریشے توڑ کر پلیٹ میں ڈالے --

" اگر بھائی پوچھیں تو یہی بولیے گا کہ آپ نے کھائی ہے۔ "

خنساء نے بھیگی آنکھوں سے شکوہ کناں نظروں سے دیکھا۔

" اچھا چھوڑیں آپ کچھ نہیں بولیے گا ویسے بھی کونسا بولتی ہیں ۔ "

مچھلی اٹھائے وہ واپس کمرے میں چلی گئ ۔

پانچ منٹ بعد عرش آیا تو خنساء ویسے ہی کھڑی تھی ۔ عرش نے اسکی پلیٹ دیکھی جو خالی تھی ۔ پھر رائمہ آئمہ کے کمرے کی طرف دیکھا جہاں اب کوئی سایہ نہیں تھا۔

"گڈ--جاسکتی ہو۔"

خنساء کو بولتے وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

اسکے جاتے ہی خنساء اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔

****

وہ خوف سے پیچھے ہٹ رہی تھی۔ بری طرح کانپتا وجود پسینے سے بھرا تھا۔

"--مم--مما--مم۔ ما-----!"

وہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں خوف سے بری طرح کانپتی پیچھے کھڑی ماں کو پکار رہی تھی۔

چاقو کی نوک اسکے گلے تک آئی تھی۔

"ممم---مم--!"

خوف کے زیر اثر وہ بری طرح ڈر کے اٹھی تھی۔دل کی دھڑکن معمول سے اتنی زیادہ تیز تھی کہ دھڑکن کی آواز اسے اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔

سانس اکھڑنے لگی تھی۔

آج وہ زندہ تھی تواپنی ماں کی بدولت اورآج اسکی ماں نہیں تھی تو اسکی وجہ سے۔

"م--مما۔ ما--- وہ لڑکھڑاتی زبان سے پکار رہی تھی۔ آواز حلق میں اٹک رہی تھی۔ خوف و ہراس سے اسکا وجود لرز رہا تھا۔

"آآ--آپ چلی گگ--گئیں۔پپ-- پر عع--عرش --یہیں ہے-- وہ --وہ مجھے --مار دیں گے-- وہ --وہ چاقو سے--مار دینگے--"

وہ ہذیانی کیفیت میں بری طرح بڑبڑارہی تھی۔

"و--واپس آجائیں-- عرش--عرش -مجھے --مار دینگے-- وہ چاقو سے مار۔دینگے۔"

وہ بری طرح رونے لگی تھی اسے اپنے کمرے سے بھی خوف آرہا تھا ۔ کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں اسے پناہ ملتی اسے باہنوں میں لے کرسکون دینے والی ماں بھی اب نہیں تھی۔اس وقت اسے کوئی دیکھتا تو پاگل سمجھتا یا اسکی حالت پر روجاتا--

بچپن کی کچھ باتیں انسان کے زہن پر ایسے نقش ہوتی ہیں جو ساری زندگی حاوی رہتی ہیں
۔ جیسے خنساء کا خوف تھا۔ اپنی گردن کو چھونے والا چاقو ۔ ٹوٹا لیمپ , خونی فرش اور
عرش۔ یہ سب اسکے زہن سے کبھی نکلنے والے نہیں تھے اور اسی وجہ سے اسکی زندگی
عام انسانوں جیسی کبھی نہیں ہوسکتی تھی۔
سانس اکھڑنے لگی اور اگلے ہی لمحے وہ ہوش کھوتی بیڈ پر گرگئی۔

****

آج عرش آفس نہیں گیا تھا۔ آج جمعہ تھا اور جمعہ اور اتوار کو اسکا آفس بند رہتا تھا۔ اتوار
کو تو پھر کبھی کھل جاتا تھا جب کام زیادہ ہو پر جمعہ کو کبھی نہیں۔
وہ ناشتے کی غرض سے ڈائننگ روم میں آیا۔ وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔
کافی پی کر وہ بے دلی سے اٹھ گیا۔ باہر لاؤنج میں بیٹھ کے وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔
خنساء کا تو سمجھ آتا تھا کہ وہ عرش کے سامنے آتی ہی نہیں تھی۔
لیکن رائمہ اور آئمہ لاکھ سزاؤں کے بعد بھی سدھرنے والی نہیں تھیں ۔ لیکن گیارہ بجے
بھی خاموشی تھی۔
"اسلام و علیکم سر۔"

منشاء (دوسری ملازمہ) کے سلام کرنے پر اسنے نظر اٹھا کر دیکھا۔

" وعلیکم اسلام منشاء۔ تمہاری امی کی طبیعت اب کیسی ہے ؟"

منشاء ایک ہفتے سے گاؤں گئی تھی اسکی امی کی طبیعت ناساز تھی۔

" اب بہتر ہے اللہ کا شکر۔"

" باقی سب کہاں ہیں ؟ رائمہ آئمہ نظر نہیں آرہے اور خنساء نے ناشتہ کرلیا ؟"

" رائمہ آئمہ بے بی خنساء بی بی کے کمرے میں ہیں اور خنساء بی بی کو تو سخت بخار ہے۔ میں نے دودھ کے ساتھ دوائی دے دی اور ابھی انہیں کی پٹیاں کرکے آرہی ہوں۔"

اسکے بتانے سے عرش پریشانی سے کھڑا ہوا۔ کیا اسکے غصہ کرنے کی وجہ سے ؟ یا مچھلی کھانے کی وجہ سے ؟ لیکن وہ تو سمجھا تھا رائمہ یا آئمہ نے کھالی ہوگی۔ اسنے اپنے ماتھے پر شہادت کی انگلی اور انگھوٹا مسلا۔ اسکے کمرے میں اسے دیکھنے بھی نہیں جاسکتا تھا ورنہ کہیں طبیعت اور نا بگڑ جائے۔

" اب کیسی ہے اسکی طبیعت؟"

لہجے میں پریشانی واضح تھی۔

" سر بہتر ہے ابھی سو گئی ہیں ۔ میں نے منع بھی کیا لیکن رائمہ بے بی انکے پاؤں دبا رہی ہیں اور آئمہ بے بی انکا سر۔ "

رائمہ اور آئمہ کے نام سے اسے مزید غصہ چڑھا ان دونوں کی سزا تو ابھی باقی تھی۔

"آپ جاکر اسکا سر دبائیں میں ڈاکٹر کو بلا لیتا ہوں۔ اسے کوئی تکلیف نا ہو اور رائمہ آئمہ کو فورا کچن میں بھیجیں ایک لمحے میں۔ "

کہتے ساتھ وہ خود بھی کچن کی طرف بڑھ گیا۔

منشاء نے رائمہ اور آئمہ کو عرش کا پیغام دیا تو دونوں کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ لیکن پھر ہمت کرتی کھڑی ہوئیں۔

وہ دونوں پوری رات بے چین رہی تھیں ۔ خنساء کو منانے کے نئے نئے طریقے سوچ رہی تھیں۔ اور صبح ہوتے ہی وہ اسکے پاس گئیں پر اسے یوں بخار میں تپتے دیکھ پریشانی سے روزینہ کو بلانے انیکسی گئیں کیونکہ کل کے بعد وہ اب تک عرش کے سامنے نہیں گئی تھیں ۔

روزینہ تو سورہی تھی لیکن انیکسی کے باہر منشاء کو دیکھ انہیں خوشگوار حیرت ہوئی۔ منشاء اس گھر کی پرانی ملازمہ تھی تجربے کار اور ان سے قریب بھی۔

انکی بات سن کے منشاء فورا پریشانی سے انکے ساتھ گئی۔

خنساء کو دوائی اور دودھ دے کر ٹھنڈے پانی سے اسکی پٹیاں کیں۔

آئمہ اور رائمہ کچن میں داخل ہوئی تو عرش سلیپ سے ٹیک لگائے کھڑا تھا چولہے پر پتیلا رکھا تھا۔

"گڈ مارننگ "

عرش نے مسکرا کر کہا۔

وہ جواباً مسکرا بھی نا سکیں۔

" کل تم لوگوں نے ایکسپیریمنٹ کیا آج میں کرنے کا سوچ رہا ہوں۔ چلو اب جلدی سے آئمہ تم اس پتیلے کو پکڑ کر نیچے رکھو اور رائمہ تم اٹھا کر واپس چولہے پر رکھو۔ "

چولہے پر رکھے پتیلے کی طرف اشارہ کرتے کہا۔جس میں سے دھواں نکل رہا تھا۔

" بب۔ھائی۔۔گرم ہوگا۔ "

رائمہ نے آنسو بھری آنکھوں سے عرش کو دیکھا۔لیکن وہاں معافی کی کوئی امید نہیں تھی۔

" میں نے کہا اٹھاؤ۔۔"

" بھائی پلیز۔۔ سوری"

اب کے آئمہ نے روتے ہوئے کہا۔

" لاسٹ ٹائم کہہ رہا ہوں فورا اٹھاؤ"

" بھائی پلیز سوری۔۔ سوری بھائی پلیز پلیز ہم پکا دوبارہ ایسا نہیں کرینگے۔"

رائمہ اب باقاعدہ رونا شروع کرچکی تھی۔

" جی بھائی ہم کچن میں ہی نہیں آئینگے پلیز آخری بار معاف کردیں پلیز"

آئمہ نے بھی کہا۔

" میں تم لوگوں کو پاگل دکھتا ہوں ؟ انسان ہوں میں گدھا نہیں زندگی اجیرن کردی ہے۔۔ گھر میں رہوں تو آفس کی ٹینشن آفس جاؤ تو گھر کی۔ اب میں سارا سارا دن آفس میں بیٹھ کر اپنا کام چھوڑ کر یہ سوچونگا کہ وہ تین مصیبتیں جو گھر پر پڑی ہیں وہ خود کو نقصان نا پہنچالیں۔ جل نا جائیں۔۔"

وہ غصے سے بولا تو۔ دونوں ایک قدم پیچھے ہوئیں۔

" نہیں آپ بے فکر رہیں اب ہم ایسا کچھ نہیں کرینگے وعدہ۔ "

آئمہ نے فورا کہا۔

" تم دونوں کچھ نا کرو۔ کوئی میرے ماتھے پر بندوق رکھ کر بھی کہے نا کہ محترمہ آئمہ اور رائمہ صاحبہ سدھر گئی ہیں اس بات پر یقین کرو میں تب بھی نہیں کرونگا۔ اب ہر وقت میرا دماغ یہاں بھٹکے گا۔ زندگی عذاب کردی ہے میری۔ عقل سے پیدل ہیں یہاں سب کے سب اس گھر کانام دیوان ہاؤس ہٹا کر چڑیا گھر رکھ دینا چاہیے۔۔ "

وہ غصے سے بول رہا تھا اور رائمہ اور آئمہ سر جھکائے کھڑی تھیں البتہ آنسو اب رک گئے تھے جانتی تھیں بلا ٹل گئی۔

" ابھی اتنا سا جلا خدا نخواستہ زیادہ جل جاتا پھر۔ اگر آئندہ ایسی غلطی کی تو سزا بہت بری ہوگی۔ "

" جی بھائی۔ "

دونوں یک زبان بولیں۔ اور جانے لگیں۔

" میں نے جانے کا کہا؟"

ٹھنڈے لہجے میں پوچھا۔

وہ سوری کہتے واپس رک گئیں۔

" میں نے تمہاری ٹیوشن ٹیچر سے کہہ کر تمہارے دوگھنٹے بڑھوا دیے ہیں۔ "

دونوں نے غم و غصے کی ملی جلی کیفیت سے عرش کو دیکھا پر پھر نظریں جھکا گئیں۔

"آج دوپہر کے کھانے میں تم دونوں کو چکندر کا سالن ملے گا۔ "

اب کے وہ دونوں لب بھینچے کھڑی رہیں۔

ایک نظر دونوں پر ڈال کر وہ کچن سے نکل گیا۔

" ان کے باپ کے نوکر ہیں جو یہ ہم پر ایسے حکم چلاتے ہیں ؟"

عرش کے جاتے ہی دروازے کی طرف دیکھ کر عرش کے جانے کی تصدیق کی اور شروع ہوگئی۔

" صحیح کہہ رہی ہو آئمہ -- ایسے کیسے چکندر کا سالن ملے گا۔ اچھا ہوا میں نے صبح کو ہی بریانی (رات کی بچی ہوئی) بھر کے ڈبہ اپنے کمرے میں رکھ لیا تھا۔ "

دونوں ایک بار پھر عرش کی برائیوں میں مصروف ہوچکے تھے۔

" سر کوفی"

روزینہ اسٹڈی کا دروازہ نوک کرکے اجازت ملنے پر اندر آئی ۔

سفید شلوار قمیض میں ہونٹوں پر انگھوٹا ٹکائے وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔

صاف سانولی رنگت اس پر ہلکی داڑھی وہ بے حد خوبرو تھا۔

روزینہ اسکو دیکھنے میں مصروف تھی ۔ عرش نے اسے دیکھا تو ماتھے پر بل پڑے۔

"ک ک۔۔۔کوفی"

اسکے دیکھنے پر روزینہ نے فورا کوفی رکھی۔

" منشاء کو بھیجنا"

اسکو مڑتے دیکھ کہا۔

" سر کوئی کام ہے تو مجھے بتادیں میں کردونگی۔ "

بھرپور مسکرا کر کہا۔

" جتنا کہا جائے اتنا کیا کرو۔۔ منشاء کو بھیجو۔ "

سرد لہجے میں کہتے اسنے کوفی اٹھا لی۔

دو منٹ بعد منشاء نوک کرکے آئی۔

" جی سر۔ "

مسکرا کر کہا۔

"میں نے رائمہ اور آئمہ کو دوپہر کے کھانے میں چکندر کے سالن کی سزا سنائی ہے۔ "

کوفی کا کپ ٹیبل پر رکھا۔

" اوکے سر۔ "

"آپ کو معلوم ہے نا آپکو کیا کرنا ہے ؟"

" جی سر۔ میں انکو وہی دونگی جو انکو کھانا ہوگا اور کہونگی کہ آپ کو نا بتائیں کہ میں نے انکو دوسرا کھانا دیا ہے۔کیونکہ آپ نے مجھے چکندر کا سالن دینے کو کہا ہے "

منشاء مسکرائی۔ یہ تو ہر بار کا تھا۔ وہ ایسے ہی سزا دیتا تھا کہ سزا بھی دے دے سزا ملے بھی نا اور اسکا ڈر بھی رہے۔

" منشاء آج سے میرا کام آپ کرینگی روزینہ کو آپ اپنی ہیلپر رکھیں گھر کے مسئلے رائمہ آئمہ اور خنساء سے دور رکھیں۔ "

سنجیدگی سے کہا ۔ منشاء نے اثبات میں سرہلایا۔

" میں نے آپ کے اکاؤنٹ میں بیس ہزار ڈلوائے ہیں ۔۔ آپ اپنی بہن کو بھیج دیں تاکہ وہ آپ کی امی کا صحیح سے علاج کروا سکیں۔ "

" بہت بہت شکریہ سر میں آپ سے اسی بارے میں بات کرنے والی تھی "

خوشی منشاء کے چہرے سے عیاں تھی۔

" مجھے معلوم تھا منشاء۔ خنساء کی طبیعت کیسی ہے ؟"

وہ مسکرایا۔

" بہتر ہے سر بخار اب بھی ہے ڈاکٹر نے سکون کی دوائی دی ہے سورہی ہیں ۔ "

اسنے صرف ہاں میں سرہلایا ۔ منشاء اجازت لے کر باہر نکل گئی۔

****

وہ کوئی رسالہ پکڑے لیٹی تھی۔

رسالوں کے اندر پہلیاں اسے بہت پسند تھی۔ اور یہ اسکے فارغ وقت کا دوسرا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

" کیا ہوا امی ؟"

امی کو سامنے بیٹھتے دیکھ اقراء نے رسالہ بند کیا ۔

" تمہیں جانا ہے ۔تیار ہوجاؤ نماز کے بعد ابو چھوڑنے جائینگے۔ ۔ "

" کہاں جانا ہے امی ؟"

"تایا کے گھر۔۔ بھابھی کی طبیعت خراب ہے اور زارا بھ۔۔۔"

" میں نہیں جاؤنگی امی-- ابو کا وہ آوارہ بھتیجا میرا راستہ روکتا ہے- گھٹیا بکواس باتیں کرتا ہے فحش بکتا ہے "

وہ بدک گئی--

" اقراء ایسے نہیں---!"

" امی پلیز-- میں انسان ہوں خدارا مجھے انسان ہی سمجھیں - ابو اگر خالہ کے پاس نہیں جانے دیتے نا جانے دیں لیکن وہاں بھی نا بھیجیں جہاں مجھے اپنی ہی عزت کا ڈر ہو- "

وہ قطعیت سے بولی-

" اقراء بات عبدالباری کی نہیں تمہاری تائی کی ہے - انکی طبیعت خراب ہے "

انہوں نے سمجھایا-

" تو میں ڈاکٹر تو نہیں ہوں جو میری ضرورت ہے اور اگر انکی دیکھ بھال کے لیے کوئی چاہیے تو انکے آگے پیچھے دو تین ملازمہ ہمہ وقت رہتی ہیں وہ کرلینگی دیکھ بھال - "

وہ اٹل تھی-

" اقراء تمہارے ابو ناراض ہونگے"

"امی وہ آج تک کبھی خوش ہوئے ہیں ؟ وہ ہمیشہ سے ناراض تھے اور ہمیشہ رہینگے۔ اگر تائی کی دیکھ بھال کی بات ہے تو آپ چلی جائیں ۔ "

فردوس بے بسی سے دیکھے گئیں۔

" ایسے مت دیکھیں امی۔ کل کو اگر عزت خراب ہوئی تو ابو مجھے ہی قصور وار ٹھہرائینگے۔ آپ ابو سے کہہ دیں کہ میری طبیعت خراب ہے اور آپ چلی جائیں۔ "

کہتے ساتھ وہ بیڈ پر کروٹ بدل کر لیٹ گئ۔

فردوس اسکی پشت کو دیکھتی رہیں پھر اٹھ کر کمرے سے چلی گئیں۔

اقراء نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ فردوس کو انکار نہیں کرنا چاہتی تھی ۔ پر عبدالباری کا سامنا یا عبدالباری کی بکواس وہ نہیں سن سکتی تھی۔

****

منشاء کے جانے کے بعد وہ کافی دیر تک خاموشی سے فرش کو گھورتا رہا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ قمیض درست کرتے وہ اسٹڈی سے نکلا اسکا رخ نیچے فلور پر تھا۔

لاؤنج میں کوئی نہیں تھا ۔

چند قدم کے بعد وہ خنساء کے کمرے کے دروازے پر کھڑا تھا۔

ایک گہری سانس لے کر اسنے دروازہ کھولا ۔ شکر اندر کوئی نہیں تھا۔ اندر آکر دروازہ بند کیا ۔ کمرے میں ہلکی روشنی تھی۔ وہ جانتا تھا وہ اندھیرے سے ڈرتی ہے اسلیے رات کو بھی کمرے میں ہلکی روشنی کرکے سوتی تھی۔

وہ چھوٹی سی جان بیڈ پر سورہی تھی وہ بنا آواز کیے آگے بڑھا -- بیڈ کے کنارے پر بیٹھتے اسنے اپنے ہاتھ آپس میں مسلے۔

ہلکہ سا چہرہ موڑ کر خنساء کو دیکھا ۔ اسکا چہرہ عرش کی طرف تھا۔ سفید گلابی رنگت بخار میں تپتی سرخی مائل ہوچکی تھی۔

گھنی پلکیں رخساروں پر سایا فگن تھیں ۔ وہ دیکھے گیا۔

نظر بھٹک کر اسکے لبوں پر گئی۔ گلاب کی پنکھڑی جیسے سرخ لب سوکھے تھے۔

ان کے نیچے باریک سیاہ تل --

وہ بے انتہا حسین تھی۔

" امی یہ تو ڈول ہے۔ "

یہ آٹھ سالہ عرش کی آواز تھی۔

وہ دودن کی خنساء کو بہت قریب سے دیکھتا اسکا موئنہ کررہا تھا۔

" جی میری جان۔ "

انہوں نے مسکرا کر کہا۔

بیڈ پر آنکھیں موندے چچی ویسے ہی مسکرا رہی تھیں۔

" امی یہ میری ڈول سے بھی زیادہ پیاری ہے"

اب کے اسنے آنکھیں چھوٹی کیے خنساء کو دیکھتے کہا۔ وہ آٹھ سال کا تھا اسکے عمر کے بچے بیٹ بال فٹ بال اس طرح کے گیم پسند کرتے تھے لیکن اسے بچپن سے صرف ڈولز پسند تھی۔ لڑکا ہونے کے باوجود اسکے کمرے میں ہر طرح کی گڑیا تھی۔

عمیر دیواں پہلے تو بہت پریشان رہتے تھے لیکن پھر اپنی امی کے سمجھانے پر بچہ سمجھ کر اسے گڑیا سے کھیلنے کی اجازت دے دی۔

" ہاہاہا ہاں میری جان یہ سب سے پیاری ہے۔ "

انہوں نے عرش کو پیار کیا۔

اسنے سوچا تھا اسکی امی اسکی ڈول کی تعریف کرینگی لیکن اپنی ڈولز کو کم پیارا سن کے اسکا منہ بنا۔

لبوں سے ہٹ کر اسکی نظر خنساء کے گلابی گالوں پر پڑی جو سونے کی وجہ سے اور ابھرے ہوئے اور روئی کا گالہ لگ رہے تھے۔

آٹھ سالہ عرش اپنی ڈولز کی برائی کے بعد پھر سے خنساء کو غور سے دیکھنے لگا پھر ہاتھ بڑھا کر اپنی شہادت کی انگلی اسکی گال پر رکھی اور ہلکا سا دبایا۔

" امی اس کے گال بہت نرم ہیں۔ جیلی جیسے "

اسنے حیرت سے کہا۔۔

اسکی اتنی معصومیت پر بیڈ سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندے چچی نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

" ہاں بہت نرم ہیں۔ "

اسکی امی نے تائید کی۔

" امی میری گڑیا کے تو نرم نہیں ہیں۔ "

ماتھے پر ننھے ننھے بل پڑے ۔ اپنی گڑیا میں ایک اور عیب نظر آیا۔۔ اسکے غصے بھری صورت دیکھتے چچی مسکرائیں۔

" عرش یہ میری گڑیا میری گڑیا کیا ہے ؟ خنساء بھی تو آپکی گڑیا ہے "

چچی نے محبت سے کہا۔

چچی کو دیکھنے کے بعد اسنے واپس خنساء کو دیکھا پھر مسکرایا۔

" پھر میں اسکے گال پر بائٹ کرلوں۔ "

اسکی فرمائش پر چچی اور امی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

" نہیں میرا بچہ ابھی خنساء بہت چھوٹی ہے نا اسکو پین ہوگا پھر وہ روئے گی۔ "

جواب امی نے دیا۔ وہ بہت ضدی تھا اور سوالات کی دکان ۔

اور فرمائش وہ ایسے کررہا تھا جیسے خنساء کا گال نہیں کوئی سیب ہو۔

" اچھا پھر جب یہ بڑی ہوجائیگی میں تب بائٹ کرونگا"

وہ مسکرایا۔ ۔ چچی نے ایک بار پھر اپنی جیٹھانی کودیکھا۔

عرش کی نظریں اب بھی اسکے گالوں پر تھیں اور ہونٹوں پر نرم مسکراہٹ۔

عرش نے ہاتھ بڑھا کر ویسے ہی انگلی اسکے گال پر رکھ کر ہلکے سے دبایا۔ بچپن کی طرح

اسکا گال اب بھی بہت نرم ملائم تھا۔

چہرے سے چپکے چند بال اسکے چہرے سے ہٹائے۔

" وہ میری بچی نہیں ہے بھائی---

آپ نے کبھی غور نہیں کیا کہ اسکا کوئی نقش کوئی حرکت مجھ سے نہیں ملتی-- وہ میری اولاد نہیں ہے میں جانتا ہوں- وہ ہوبہو اپنی ماں ہے- اسکا چہرہ اسکے نقش اسکی حرکتیں وہ پوری اپنی ماں ہے- "

وہ اسٹڈی میں اپنے باپ سے پیسے مانگنے آیا تھا-چچا کی بات پر حیرت سے اسکے قدم رکے -وہ چودہ سال کا تھا باہر نکلتے اپنی عمر سے زیادہ ہوشیار لیکن چاچا کی یہ بات اسے سمجھ نہیں آئی تھی - کیا وہ خنساء کے متعلق بات کررہے تھے- اگر وہ کسی اور کے بارے میں بات کررہے ہوتے تو اسکو اتنی تشویش نا ہوتی اور وہ کبھی اس طرح انکی باتیں نا سنتا

-

" نمیر تم بہت بڑی بات کررہے ہو- "

عمیر دیوان نے بہت سنجیدگی سے کہا-

" میں صحیح بات کررہا ہوں -- اسکی ماں ایک بدکردار عورت ہے بھائی وہ میری اولاد نہیں ہے --اور خنساء نے بھی اسی کا دودھ پیا ہے وہ اسی کا خون ہے اور بلکل اپنی ماں ہے- میں کچھ نہیں کرپارہا یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں ایک سانپ کا سپولیہ پال رہا ہوں --میں ایک بے غیرت مرد ہوں اس عورت نے مجھے بے غیرت بنا دیا ہے- "

وہ رونے لگے تھے۔

عرش کے بڑھتے زہن پر یہ بات کسی ہتھوڑے کی طرح لگی تھی۔

خنساء کے گال پر رکھا اپنا ہاتھ اسنے فورا پیچھے کیا۔۔

چہرے پر اچانک ناگواری اتری۔

ایک بار پھر سے اسکے پرنور چہرے کو دیکھا جو کچھ دیر پہلے اسے اپنی گڑیا لگ رہا تھا اور اب دنیا کا بدترین چہرہ۔

اسکا نقش نقش اپنی ماں کے جیسا تھا۔ رنگت آنکھیں ناک ہونٹ گال اسکو دیکھ کر اسے اپنی چچی کا گمان ہوتا تھا۔

" کاش تم چچی کی بیٹی نا ہوتیں۔۔

تکلیف سے کہا۔

" یا کاش تمہاری ماں چچی نا ہوتیں۔

یا کاش تمہارے چہرے کا کوئی ایک نقش چاچا جیسا ہوتا تو میں تم میں انہیں دیکھ لیتا۔ "

پہلے محبت پھر نفرت اور اب بے بسی سے وہ خنساء کو دیکھ رہا تھا۔

''' کاش تم میری گڑیا ہی ہوتی۔ "

اسکے چہرے کو دیکھتے رہا پھر نظریں پھیر لیں۔

پانچ منٹ فرش کو گھورنے کے بعد اسنے خود کو نارمل کیا۔ اور واپس خنساء کو دیکھا۔

اپنا ہاتھ اسکی پیشانی پر رکھا ۔ اسے اب بخار نہیں تھا۔

ایک بھرپور نظر اسکے چہرے پر ڈال کر وہ اٹھ گیا۔ اور جیسے خاموشی سے آیا تھا ویسے ہی کمرے سے نکل گیا۔

****

" اوئے مصروف انسان۔ "

ماہم تنزیل کے سامنے والے صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔

" کہو دنیا کی سب سے بڑی فارغ لڑکی۔ "

تنزیل نے لیپ ٹاپ سے نظر اٹھا کر اسے ایک نظر دیکھا۔

" یار خدا کے لیے اسکو بند کرو۔ مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ "

ماہم نے سنجیدہ ہوتے چڑ کے کہا۔

تنزیل نے اسے پانچ منٹ کا اشارہ کیا۔ تیزی سے لیپ ٹاپ پر ہاتھ چلاتے وہ اپنا کام مکمل کرنے لگا۔ پورے پانچ منٹ بعد اسنے لیپ ٹاپ بند کردیا۔

" کہو۔ "

" تنزیل تم شادی کب کروگے۔ "

ماہم سیدھا پوئنٹ پر آئی۔

" ابھی میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ "

اسنے دامن چھڑایا۔

" کیا مطلب ہے کوئی ارادہ نہیں ہے۔ ؟ چھببیس سال کے ہوگئے ہو اب نہیں تو کب کروگے۔۔؟

وہ بھڑک اٹھی۔

" ارے ؟ تمہیں کیا مسئلہ ہے میں شادی کروں نا کروں ؟ تم خود بھی چوبیس سال کی ہوگئی ہو اپنی فکر کرو میں تو لڑکا ہوں پر تمہاری عمر نکل رہی ہے۔ "

اسنے بھی جھاڑا۔

" میں مزاق نہیں کررہی تنزیل۔۔ پلیز بتاؤ نا کیا تم شادی نہیں کروگے "

اب کے بے بسی سے پوچھا۔

" کرونگا یار پر یہ پوری زندگی کا معاملہ ہے جب مجھے کوئی ایسی ملی جس کے ساتھ ساری زندگی گزار سکوں تو کرلونگا۔ "

" میں نے تمہارے لیے لڑکی دیکھی ہے۔ "

وہ فورا بولی۔

" ہاہاہا ناٹ اگین ماہم -- پھر کوئی اپنی جیسی سرپھری لے آئی اور میرا جواب نا ہوگا۔ "

" دیکھو تم میری انسلٹ کررہے ہو پر اسکا بدلہ میں بعد میں لونگی ابھی میں بہت سنجیدہ ہوں۔ دیکھو وہ لڑکی تم نے دیکھی نہیں اسلیے ایسے بول رہے ہو۔ اگر دیکھ لیا تو پاگل ہوجاؤگے "

آخرمیں ماہم اترائی۔

" اوہ کیوں بھئی ایسا کیا ہے اس میں؟"

اب کے اسنے بھی دلچسپی سے پوچھا لیکن سنجیدہ وہ بلکل نہیں تھا۔

" خنساء نام ہے اسکا - عرش کے چاچا کی بیٹی ہے۔ واللہ حسن ختم ہے اس لڑکی پر۔ آج تک کسی لڑکے سے بات بھی نہیں کی اسنے عرش سے بھی وہ اتنا خوف کھاتی ہے کہ سامنے کھڑے بھی نہیں ہوپاتی۔

اب کے تنزیل سنجیدہ ہوا۔

باہر کی دنیا سے بلکل ناواقف معصوم -- خود سوچو کارٹون موویز دیکھ کر بڑی ہوئی ہیں۔

چھوئی موئی سی کشمیری سیب جیسی میرے پاس اسکی تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔

"

ماہم نے لمبا تعریف نامہ پڑھا۔

" ساری بات صحیح ہے پر تمہیں اس لڑکی کی اتنی فکر کیوں ؟

کیا عرش کا اس میں انٹر---"

" پاگل ہوگئے ہو۔ بہن سمجھتا ہے اسے ۔ لیکن جب تک وہ خنساء کی زمہ داری پوری

نہیں کرتا شادی نہیں کریگا۔ "

ماہم نے درمیان میں ہی ٹوکا۔

" اور اگر وہ مجھے پھر بھی میرے ٹائپ کی نا لگی تو۔ ؟"

آئبرو اچکاتے پوچھا۔

" تو اسکی جھکی پلکیں آنسو بھری آنکھیں اور معصومیت سے پھڑپھڑاتے ہونٹ کسی مضبوط

سے مضبوط انسان کی پسند بدل سکتے ہیں۔ "

ماہم نے چیلنجنگ انداز میں کہا۔

" یہ کیسا نقشہ کھینچا ہے ؟ اسکی جگہ تم پیاری آواز حسین مسکراہٹ اور اسی طرح کا کچھ بول سکتی تھیں۔ "

وہ واقعی حیران ہوا تھا۔

" ہاں صحیح کہہ رہے ہو اسکی ہنسی واقعی حسین ہوگی لیکن میں نے اسے کبھی ہنستے ہوئے دیکھا ہی نہیں ۔ جب دیکھا روتے ہوئے ہی دیکھا۔"

تنزیل حیران ہوا۔

" میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں "

اسنے کچھ سوچتے کہا۔

" ہم میں ابھی عرش کو اسکی یونیورسٹی شروع کرنے کے لیے مناؤنگی۔ پھر تمہیں اس سے یونی میں ملواؤنگی ۔ "

وہ پھر چونکا۔

" کیوں انکے گھر جاکر نہیں مل سکتے ؟ میں کونسا اسے چھیڑنے جارہا ہوں"

اسے یوں چوری چھپے ملنا عجیب لگا۔

" وہ عرش دیوان ہے۔ اپنی بہنوں پر کسی کی نظر برداشت نہیں کرتا پھر وہ شریف ہوں یا چھچھورے۔ باہر بھی نہیں نکالتا وہ اپنی بہنوں کو اپنے بغیر۔ "

ماہم ادا سے بولی۔

" تم کیسے گزارہ کروگی پھر ایسے خبطی انسان کے ساتھ۔ "

تنزیل نے حیرت سے پوچھا۔

" اسکی یہی پوزیسیونیس تو مجھے اسکا دیوانہ بناتی ہے۔

انسان کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ محبت میں ایسا ہی اچھا لگتا ہے جب کوئی آپ کے لیے اتنا حساس ہو۔ "

وہ خوشی سے بولی۔

" ایک مدت تک اچھا لگتا ہے ۔ پھر یہی محبت قید اور عذاب لگنے لگتی ہے۔ "

تنزیل نے افسوس سے کہا۔

" تم اپنی فکر کرو۔ میری چھوڑو ۔۔ میں جلد خنساء سے ملواؤنگی اور مجھے یقین ہے تم ریجیکٹ کر ہی نہیں سکتے۔ میں پھپھو سے بات کرلونگی کیونکہ اسکو دیکھنے کے بعد تم سے صبر نہیں ہوگا۔ "

" اچھا "

وہ صرف اتنا بول سکا باقی تو دیکھنے کے بعد پتا چلنا تھا ورنہ اب تک کوئی ایسی لڑکی نہیں تھی جو تنزیل ابتسام کے دل کو اچھی لگی ہو۔

" لیکن میں پہلے بتا دوں تنزیل وہ بہت زیادہ معصوم ہے وہ بڑی ہوئی ہے پر اسکا زہن اب بھی بچوں جیسا ہے -- وہ گلاب کی بند کلی ہے جو اب تک کھلی بھی نہیں ہے۔ تمہیں اسکے لیے کانٹے بننا ہوگا۔ وہ کانٹے جو دوسرے ہر چھوٹے بڑے کانٹے سے اسکی حفاظت کرسکے۔ "

ماہم کے زہن میں خنساء کا معصوم چہرہ آیا تو اسنے نصیحت کرنا ضروری سمجھا۔

" میں جن سے محبت نہیں کرتا انکا بھی خیال رکھتا ہوں -- پھر تمہارے کہنے کے مطابق تو مجھے اسے دیکھتے ہی محبت ہوجائیگی اور وہ ہے بھی بہت معصوم تو۔۔۔

تو میرا وعدہ ہے میں عرش کی طرح خبطی نہیں اگر وہ میری بیوی بنی تو تم اسکو صرف ہنستا ہوا دیکھوگی۔ "

وہ بہت سنجیدگی سے بولا تھا اور سچ بولا تھا۔

ماہم کی باتوں سے اسے ایسا لگ رہا تھا کہ خنساء اسے پسند آئے گی۔

****

وہ آفس میں بیٹھا لیپ ٹاپ پر جھکا تھا ۔ عادت کے مطابق انگھوٹا ہونٹوں پر رکھے وہ پریشان تھا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر نظر اٹھائی تو سیدھا ہوتا مسکرا دیا۔

" ماہم--"

مسکراتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔

" اتنا مسکرا کیوں رہے ہو۔ "

کرسی پر بیٹھتے اسنے سنجیدگی سے کہا۔

" میں سمجھا تھا تم ناراض ہو-- لیکن تمہیں یہاں دیکھ سرپرائز ہوں۔ "

" واہ یعنی اس بات کا علم رکھتے ہوئے بھی کہ میں ناراض ہوں پھر بھی تم نے ایک کال نہیں کی-- "

اب کے وہ ناراض ہوئی۔

" ایسی بات نہیں ہے بس سوچا مل کے مناؤنگا۔ "

کہتے ہوئے انٹرکوم اٹھایا۔

ماہم نے نظریں پھیریں۔

" چائے یا کافی۔ "

" سڑو انسان تم پیو یہ گرم چیزیں اسی وجہ سے جلے رہتے ہو -- میرے لیے آئسکریم منگواؤ۔ "

"تم بتاؤ آفس کیسے آگئی؟"

خوشگوار موڈ میں پوچھا۔

" بس ایسے ہی تمہارے آنے کے انتظار میں میں بوڑھی ہوجاتی۔ اسلیے خود آگئی۔ "

ٹیبل پر رکھی کرسٹل کی بال گھمائی۔

چپراسی آئسکریم اور کوفی لے آیا۔

" اب ایسا بھی نہیں ہے"

" میں نے تمہیں ڈسٹرب تو نہیں کیا ؟"

ماہم نے آئسکریم اٹھائی۔

" ڈسٹرب تو کردیا پر خیر ہے۔ "

ماہم نے گھورا۔

" خیر مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے؟"

ماہم تھوڑا آگے ہوئی۔

" کس بارے میں۔ "

عرش نے کوفی کا کپ اٹھایا۔

" خنساء کے بارے میں۔ "

عرش کی مسکراہٹ سمٹی۔

" میں ابھی اسکی شادی نہیں کرسکتا ماہم۔ وہ بہت حساس اور معصوم ہے ۔ میں یونہی اسے کسی کے سپرد نہیں کرسکتا۔

وہ اتنی بڑی ہوکر بھی اس چھوٹے بچے جیسی ہے جو اپنی تکلیف بھی نہیں بتا سکتی۔ اگر تم چاہو تو کسی اور سے شادی کرسکتی ہو۔۔ "

عرش نے اسے سنے بغیر ہی کہا۔

" میں اسی بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں عرش۔ میں یہ نہیں کہتی کہ تم خنساء کی شادی کردو۔ لیکن اسے باہر نکالو تاکہ وہ دنیا کو دیکھے اسکا ذہن کھلے ۔ اچھا برا پہچانے ۔کانفیڈینٹ ہو۔ اسکا یونیورسٹی میں ایڈمیشن کرواؤ اسکی پڑھائی مکمل کرواؤ۔ "

کسی اور سے شادی والی بات اسے سخت چبھی تھی پر نظر انداز کرگی۔

" میں کیسے بھیج دوں ماہم ابھی بتایا تو ہے اور تم خود بھی اسے اچھے سے جانتی ہو۔ " وہ جھنجھلایا۔

" اسی لیے تو بول رہی ہوں عرش آج نہیں تو کل ۔۔ لیکن اسے ساری زندگی تو تم گھر میں نہیں رکھ سکتے نہ ؟"

ماہم نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ آج وہ اپنی بات منوانے کا ارادہ لیے بیٹھی تھی ۔

" پہلے زمانے میں بھی لڑکیوں کی تعلیم مختصر ہوتی تھی۔ پر انکا گھر بہت اچھے سے چلتا تھا۔ زیادہ تعلیم لڑکیوں کے زہنوں پر برا اثر ڈالتی ہیں ۔

اپنے آپ کو اتنا بڑا سمجھنے لگتی ہیں کہ ماں باپ کی عزت انکی نظر میں بہت چھوٹی ہوجاتی ہے۔

میں تمہاری ماں کی برائی نہیں کرتا لیکن درحقیقت دیکھا جائے تو تمہاری ماں کی مثال بھی انہیں لڑکیوں میں آتی ہے جو ماں باپ کی عزت اپنی خواہشات کے آگے روند دیتی ہیں۔

سولہ سالہ عرش بہت غور سے باپ کو سن رہا تھا۔ اپنی ماں کے ذکر پر اسے اپنے باپ کا یوں کہنا برا لگا۔

" برا ماننے والی بات نہیں میرے بیٹے۔ لیکن تمہاری ماں نے مجھ سے بھاگ کر شادی کی کیونکہ اسکے گھر والے نہیں مان رہے تھے۔ اس وقت مجھ پر بھی محبت سوار تھی اور مجھے کوئی پچھتاوا بھی نہیں کیونکہ میں تمہاری ماں کے ساتھ خوش ہوں وہ ایک بہترین بیوی ہے لیکن نا ایک اچھی بیٹی ثابت ہوئی نا اچھی بہن ۔ اگر وہ یونیورسٹی نا آتی تو مجھ سے نہیں ملتی اور نا یہ ہوتا۔

محبت اپنی جگہ پر اپنی بہنوں کو حدود میں رکھنا میں نہیں چاہتا میں کسی بدنامی کا سامنا کروں یا تمہارے لیے کوئی زندگی بھر کا پچھتاوا ہو۔ باقی ہر برائی کی مثال توتمہاری چاچی ہیں۔

اور کسی مثال کی ضرورت نہیں۔۔ "

"کہاں کھوگئے۔۔"

ماہم نے اسکے سامنے چٹکی بجائی۔

" ہاں وہ بس -- تم کچھ کہہ رہی تھیں۔ "

کوفی ٹھنڈی ہوچکی تھی۔

" تم کہیں یہ تو نہیں سوچ رہے کہ خنساء بگڑ نا ج----!"

" میں اس پر آئمہ رائمہ سے زیادہ بھروسہ کرتا ہوں۔ اسکو باہر نا بھیجنے کی وجہ صرف اسکا ڈر ہے۔ میں کوئی رسک نہیں لے سکتا۔ تم جانتی ہو وہ تینوں میری زندگی میں کیا حیثیت رکھتی ہیں "

ماہم کی بات کاٹتے وہ سنجیدگی بولا۔

" تم یہ اس کے ساتھ ہی ظلم کررہے ہو عرش۔ کب تک رکھوگے۔

تم ہمیشہ تو اسکے ساتھ نہیں رہوگے نا ؟ اسکو بڑھاؤ آگے۔ ورنہ وہ کبھی اس قابل نہیں ہوپائیگی کے کسی سے بات کرسکے۔ اور اگر تمہیں اسکو لے کر اتنا ڈر لگتا ہے تو ایک لڑکی اسکے ساتھ یونی بھیج دینا جو اسکا خیال رکھ سکے۔ یا کوئی گارڈ۔"

ماہم کے سمجھانے پر اس بار وہ سوچنے پر مجبور ہوگیا۔

ماہم کو تسلی ہوئی یقیناً وہ منانے میں کامیاب رہی تھی۔

****

" تو نا آئی تو۔۔ تو نا آئی تو میں خود ہی پیچھے آگیا۔۔۔ سات سمندر پار میں تیرے پیچھے آگیا۔"

وہ کمرے میں رسالہ پکڑے بیٹھی تھی جب باہر سے عبدالباری کی آواز آئی۔ اس وقت گھر میں کوئی نہیں تھا۔پھر وہ کیوں آیا تھا ۔

ڈوپٹہ سر پر لے کر منہ ڈھانپا اور فورا کمرے کا دروازہ بند کرنے اٹھی۔۔۔

" ارے ارے اتنی جلدی کیا ہے۔۔ مہمان آیا ہے تھوڑی خاطر ۔۔۔!"

عبدالباری نے اسکے دروازہ بند کرنے سے پہلے دروازے پر ہاتھ رکھا۔

" بکواس بند کرو اپنی اور دروازہ چھوڑو۔"

وہ دروازے کو جھٹکا دے کر غرائی۔۔

" صرف ایک دیدار کی تمنہ لیے یہ مرید آیا ہے۔ "

دل پر ہاتھ رکھے لوفرانہ انداز میں کہا۔ وہ دکھنے میں جتنا خوبرو تھا حقیقت میں اتنا ہی گھٹیا۔

" میں ابو کو تمہاری شکایت کرونگی ۔ "

اسکو کمرے میں زبردستی گھستے دیکھ غصے سے کہا۔

اگر اسے زرا بھی علم ہوتا امی کہ وہاں جاتے ہی وہ یہاں آجائیگا تو وہ خود بھی چلی جاتی۔

" میری جان جیسے چچا تمہاری بات کا یقین کرلینگے ؟"

ہنستے ہوئے گویا مزاق اڑایا۔

اقراء غصے سے گھورے گئ۔

ان آنکھوں نے تو پہلے سے نیندیں حرام کررکھی ہیں ایسے مت دیکھو کوئی ناقابل تلافی

جسارت نا ہوجائے۔ "

اسکی اتنی نازیبا بات پر اقراء کا خون کھول اٹھا۔

" میرا راستہ چھوڑو۔ "

ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

" جب منزلیں ایک ہوں تو راستے بھلا کیوں جدا کریں۔ ؟"

سینے پر ہاتھ باندھے نچلہ لب دانتوں میں دبائے وہ کمینگی سے بولا۔

" اگر میری منزل تمہارے قریب بھی بھٹکتی ہوئی نا تو میں اس منزل اور اس راستے دونوں

کو آگ لگا دونگی۔ "

کہتے ساتھ وہ اسکے سائیڈ سے نکلنے لگی۔

" صرف ایک دیدار کی بات ہے میری جان۔ "

عبدالباری نے اسکے سامنے ہاتھ رکھا۔

" جہنم کا دیدار نصیب ہو تمہیں ۔اللہ کرے تمہارے منہ میں خاک ہو۔ موت نصیب ہو کیڑے پڑے تمہارے وجود پر۔ "

اسکے ہاتھ کو بری طرح دھکہ دے کر وہ باہر بھاگ گئ۔

جبکہ پیچھے عبدالباری ہنستے ہوئے اسکے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

****

آفس سے واپسی پر وہ سیدھا اپنے کمرے میں گیا تھا۔

ماہم کی باتیں اتنی بھی غلط نہیں تھیں کہ انہیں نظر انداز کردیا جائے۔ وہ سچ کہہ رہی تھی۔ اس ڈر کی وجہ سے خنساء کی شخصیت خراب ہورہی تھی۔ اور حقیقت تھی وہ کب تک اسکے ساتھ رہتا اور اگر رہ بھی لیتا تو اس سے بڑی حقیقت یہ تھی کہ خنساء اسی سے سب سے زیادہ خوفزدہ رہتی تھی۔ اور اسکے اس خوف کی وجہ جاننے سے وہ قاصر تھا۔

کسی پر اعتبار کرنا بھی مشکل تھا ایسے میں بہتر یہی تھا کہ خنساء میں خوداعتمادی پیدا ہو۔ اسکا ڈر ختم ہو اور وہ ایک عام لڑکی کی طرح برتاؤ کرے۔

وہ ویسے ہی جوتے پہنے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موند گیا۔
اسے علم ہی نا ہوا وہ کب نیند کی وادی میں اتر گیا۔ آنکھ جب کھلی جب کچھ عجیب محسوس ہوا اسنے مندی مندی آنکھیں کھولیں اور سامنے دیکھا۔ خنساء اسکے جوتے اتاررہی تھی۔ وہ مسکرا کر آنکھیں واپس موند گیا۔ لیکن پھر اچانک جھٹکا کھا کر اٹھا۔
نظر سامنے پڑی تو اپنا جوتا پیچھے کھینچا۔
" یہ کیا بیہودگی ہے۔ "
وہ تقریبا چلایا تھا۔
" وہ ----میں---میں جوتے اتار رہی تھی آپ کے آپ سو رہے تھے نا۔"
روزینہ گھبرائی۔
" میں نے کہا تھا اتارنے کو ؟ اور تم میری بنا اجازت میرے کمرے میں آئی کیسے ؟"
وہ اتنی زور سے چیخا کے روزینہ کانپ گئی۔
"آ--آپ سو --رہے تھے--- مم۔ میں نے دروازہ بجایا تھا۔ "
آنکھوں میں نمی اتری۔
" منشاء ---منشاء-- "

وہ ایک بار پھر چلایا۔

روزینہ اس لمحے کو کوس نے لگی جب دل نے یہ کرنے کو اکسایا۔

" جی سر۔ "

منشاء کمرے میں داخل ہوتے بولی لیکن سامنے روزینہ کو دیکھتے حیران ہوئی۔ اسنے تو روزینہ کو انیکسی کی صفائی کرنے کو کہا تھا۔

" میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ میرے اور ان تینوں کے کام آپ کرینگی تو پھر یہ کیوں کوفی لے کر آئی ہے۔ ؟ اور لائی تو لائی اپنی حد اور تمیز بھی بھول گئی۔ "

عرش نے اسے غصے سے گھورا۔

منشاء نے بھی غصے سے گھورا۔

" سوری سر۔۔ اب سے غلطی نہیں ہوگی۔ "

منشاء نے معذرت کی اور روزینہ کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔

اشارہ ملتے ہی وہ فورا کمرے سے نکلی۔۔

" سوری سر۔ "

منشاء نے پھر کہا۔

عرش نے اثبات میں سرہلایا۔

" منشاء میں فریش ہورہا ہوں جب تک آپ خنساء کو میرے کمرے میں بھیجیں۔ "

منشاء جی کہتے جانے لگی ۔

" اور اسکو یہ کہیے گا کہ سر بہت خوش ہیں کوئی سزا دینے یا ڈانٹنے نہیں بلارہے اسلیے روتے ہوئے بلکل بھی نا آئے۔ ایسا نا ہو میرا سارا غصہ اس پر نکل جائے۔ "

منشاء کو روک کر ایک اور ہدایت دی۔ منشاء پھر اثبات میں سر ہلا کے روم سے نکل گئی۔

عرش بھی نائٹ ڈریس لیے باتھروم میں چلاگیا۔

****

" وہ رائمہ آئمہ کے ساتھ انکے کمرے میں بیٹھی "Brave" کارٹون مووی دیکھ رہی تھی جب منشاء اجازت لے کر اندر گئی۔

" خنساء بی بی آپکو عرش سر بلارہے ہیں۔ "

اسکا اتنا کہنا تھا کہ لمحے میں خنساء کے چہرے کی ہوائیاں اڑیں ۔جبکہ آئمہ رائمہ پہلے ایک دوسرے کو پھر خنساء کو دیکھنے لگے۔

" مم۔۔مجھے۔۔۔کک۔کیوں۔؟"

بڑی مشکل سے پوچھا۔

" بلکل پریشان نا ہوں بی بی وہ آج بہت خوش ہیں۔ انکا موڈ بہت اچھا ہے اور شاید آپ کو بھی کوئی گفٹ یا اچھی بات بتانے بلا رہے ہیں۔ "

منشاء نے اسکی بدلتی رنگت دیکھ فورا کہا۔ خنساء تو سوچ میں ڈوب گئی لیکن آئمہ اور رائمہ مشکوک نظروں سے منشاء کو گھورنے لگے۔۔

" چلیں۔۔"

منشاء نے پھر خنساء کو بولا تو اسے ناچار کھڑا ہونا پڑا لیکن دل اب بھی زور زور دھڑک رہا تھا۔

" انکا موڈ بہت اچھا ہے آپ پلیز روئیے گا نہیں ورنہ وہ غصہ ہوجائینگے اور انکی بات کا جواب بھی دیجیے گا پلیز۔۔"

منشاء عرش کے کمرے تک پہنچنے تک اسے نصیحتیں کرتی رہی ۔۔ کمرے کے باہر پہنچ کر اسے اندر جانے کا اشارہ کیا ۔

منشاء کے بار بار بولنے پر وہ اندر گئی۔

منشاء نے پیچھے سے دروازہ بند کرلیا۔ خنساء کو ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے شیر کے پنجرے میں ڈال کر دروازہ بند کردیا ہو۔

عرش سامنے ہی بیڈ پر بیٹھا تھا۔ اسے ایسے ہی کھڑا دیکھ گہری سانس لی۔۔ بیڈ سے کھڑا ہوا ۔۔خنساء سے چند قدم دور رکا۔

" بیٹھو۔ "

صوفے کی طرف اشارہ کرتے کہا۔ گردن جھکائی خنساء نے اسکا اشارہ تو نہیں دیکھا پر صوفے پر بیٹھ گئی۔۔۔

عرش اسکے سامنے تھوڑے فاصلے پر بیٹھا۔

وہ اسکے چہرے کو بغور دیکھے گیا۔ وہ انتظار کرنے لگا پر خنساء نے نظریں نہیں اٹھائی ۔

ایک گہری سانس لی۔ نظر اسکے ہاتھوں پر پڑی جن میں واضح لرزش تھی۔

"آگے پڑھنا چاہتی ہو؟"

وہ سمجھا تھا اسکے یہ پوچھنے پر خوشی سے نظر اٹھائے گی یا کوئی حیرانی یا خوشی کا تاثر لیکن سامنے اب بھی وہی سہما چہرہ تھا۔ عرش لب بھینچ گیا اسے غصہ آنے لگا۔

دل میں اسکو مسکراتے یا خوش ہوتے دیکھنے کی عجیب سی خواہش ہوئی ۔

" خنساء میں نے ہونٹ کاٹنے کا نہیں کہا -- میں نے کچھ پوچھا ہے۔ کیا تم آگے پڑھنا چاہتی ہو؟"

اسنے پھر دہرایا۔

" جے ---جیسا آپ-- آپ چاہیں۔ "

منشاء کی سمجھائی بات یاد آتے ہی جواب دیا۔ عرش کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی ۔

" میں ایک بار آئمہ رائمہ پر بھروسہ ناکروں پر تم پر میں بہت بھروسہ کرتا ہوں خنساء۔

اسی لیے میں تمہارا یونی میں ایڈمیشن کروارہا ہوں۔

سنجیدگی سے کہا۔

میں چاہتا ہوں تم پڑھو تمہارا اعتماد بحال ہو ۔ تمہارا مجھ سے ڈر مجھے آج تک سمجھ نہیں آیا۔

لیکن میں چاہتا ہوں تمہارے دل سے یہ ڈر نکلے ۔ لیکن ان سب کے ساتھ اپنی اور میری عزت کا خیال رکھنا تمہارا فرض ہے "

بات مکمل کرتے اسنے خنساء سے تائید چاہی پر ہمیشہ کی طرح وہ منہ سیے بیٹھی تھی۔

" تمہارے ساتھ میں ایک لڑکی کو بھیجونگا جو ہر وقت تمہارے ساتھ رہے گی۔ ڈرنے کی بلکل ضرورت نہیں ہے۔ میری بات سمجھ آرہی ہے۔ ؟"

اب کے عرش نے زور دیتے پوچھا۔

اسنے صرف اثبات میں سرہلایا۔

" میں کل منشاء کو تمہارے ساتھ بھیجونگا یونی کے لیے جو شاپنگ کرنی ہو بیگ , جوتے عبائے , اسکارف سب لے لینا۔"

اسکی کپکپاہٹ بڑھتے دیکھ اسنے بات ختم کی۔

" جاسکتی ہو۔ "

اسے بلکل خاموش بیٹھے دیکھ اسنے برے موڈ سے کہا۔

****

" اللہ دیکھے انکو۔۔"

رائمہ نے غصے سے کہا۔

" ہاں ہم پاگل ہیں نا پہلے اتنے گھنٹے اسکول میں پڑھ کر آئیں پھر چار گھنٹے ٹیوشن بھی پڑھیں "

اب کہ آئمہ نے گلے سے ڈوپٹہ اتار کر بیڈ پر پھینکا۔ عرش کی اس دن کی سنائی سزا پر وہ لوگ سمجھی تھیں کہ صرف اس دن چار گھنٹے پڑھنا ہے پر مستقل طور پر چار گھنٹے

----؟

" ایک بار انکی شادی ہونے دو پھر دیکھنا۔ "

رائمہ نے ناک پھلاتے کہا۔

" اس سے کیا ہوگا۔ بلکہ ہم پر ہی عذاب ہوگا ۔ پہلے یہ ہیں پھر انکی بیوی بھی ہم پر مسلط ہوجائیگی۔ "

آئمہ اچھل کر بیڈ پر بیٹھی۔

" ایسے کیسے ؟ انکو برداشت کررہے ہیں کافی نہیں جو انکی بیوی کو بھی برداشت کرینگے۔ بلکہ میں تو انکے بچے ہونے کا انتظار کررہی ہوں۔ دیکھنا ایک ایک چن چن کے بدلہ نا لیا تو دیکھنا۔ "

رائمہ نے اپنا منصوبہ بتایا۔

" ہمم میں بھی۔ رَکھ رکھ کر تھپڑ مارونگی , کھانے میں بھی صرف سبزیاں دونگی , پڑھائی کے علاوہ کچھ اور سوچا بھی تو اتنا مارونگی کہ آپی سے زیادہ خوف کھائینگے۔ ایک بار ہونے دو زرا۔ "

آئمہ نے بھی تائید کی ساتھ اپنے ارادے بھی بتائے۔

" ویسے ایک بات بتاؤں۔ "

رائمہ نے آنکھیں چھوٹی کیے کہا۔

" ہاں ؟"

" مجھے لگتا ہے بھائی کا ماہم آپی کے ساتھ سین چل رہا ہے۔ "

رائمہ نے بہت سمجھداری سے کہا جیسے بہت کچھ جانتی ہو۔

اگر عرش دیوان اپنی معصوم بہنوں کے معصوم زہنوں کی یہ گوہر افشائیاں سن لیتا تو صدمے سے مر جاتا۔

" ہیں واقعی ؟"

آئمہ حیران ہوئی۔

" ہاں تم نے نوٹ نہیں کیا کہ جب وہ آتی ہیں تو بھائی سے کتنی باتیں کرتی ہیں توبہ ہر وقت چپڑ چپڑ -- اور بھائی وہ جو ہمارے ساتھ ناگن کی کامنی دیوی جیسا رویہ رکھتے ہیں وہ ان سے کیسے مسکرا مسکرا کے بات کر رہے ہوتے ہیں۔ "

رائمہ نے اپنی ساری تحقیق سامنے رکھی جسے سن کر آئمہ بھی سوچ میں پڑگئی----

" اگر ایسا ہے تو میں یہ نہیں ہونے دونگی"

آئمہ نے جوش میں کہا۔

" کیوں ؟ ماہم آپی تو اچھی ہیں ۔ ہماری زندگی بھی اچھی ہوجائیگی۔ "

رائمہ اس بار متفق نہیں تھی ۔

" تم تو سدا کی سیلفش ہو رائمہ۔ ماہم آپی اتنی اچھی ہیں۔ بھائی سے شادی کر کے میں انہیں زندگی برباد نہیں کرنے دونگی -- وہ اتنی خوبصورت ہیں۔ بڑی بڑی آنکھیں سلکی سلکی بال انکی زندگی میں تو کوئی کرن لوترا جیسا ہینڈسم اور اچھا انسان آنا چاہیے "

آئمہ نے محبت سے کہا۔

" دیکھا جائے تو بھائی بھی ہینڈسم ہی ہیں۔ "

رائمہ نے گھورا۔

" شکل سے کچھ نہیں ہوتا۔ انسان میں بھی کچھ ایسی بات ہونی چاہیے۔ "

آئمہ کی بات پر اب کے وہ خاموش ہوئی۔

" تو تمہیں کیالگتا ہے بھائی کی زندگی میں کیسی لڑکی آنی چاہیے۔؟ "

رائمہ نے پوچھا۔

" انہیں کی طرح کی کوئی چنڈالن ۔۔"

منہ بناتے جواب آیا۔

" پھر ہمارا کیا ہوگا۔ ؟"

رائمہ نے مسکین شکل بنا کے سوچا۔

" یار میں کیا سوچتی ہوں کہ کاش بھائی کی شادی منشاء سے ہوجائے۔۔۔ تم نے دیکھا ہے نا بھائی ان سے اچھے سے بھی بات کرتے ہیں اور بھائی کے سزا دینے کے بعد بھی وہ چھپ کر ہمیں اچھا کھانا دیتی ہیں۔ "

رائمہ نے پھر اپنی سوچ ظاہر کی۔

" پاگل ہو۔ منشاء آپی بھائی سے بڑی ہیں۔ اور تم نے دیکھانہیں شادی کے بعد بھابیاں بدل جاتی ہیں۔۔ وہ ایسے ہی ٹھیک ہیں ہماری ہمدرد تو ہیں۔ "

آئمہ نے فوراً نفی کی۔

****

وہ اپنے کمرے سے نکل کر اپنے امی ابو کے کمرے میں بند ہوئی تھی۔ اور وہیں بیٹھے بیٹھے سوگئی تھی۔

وہ سوہی رہی تھی جب کمرے کا دروازہ بجا۔ وہ چونک کر اٹھی۔ اسے لگا عبدالباری ہے۔

وہ خاموشی سے کھڑی رہی۔

" اقراء ؟؟"

باہر سے امی کی آواز آئی ۔ اسکی سانس بحال ہوئی۔

فورا سے دروازہ کھولا۔

" دروازہ کیوں لاک کیا ہوا تھا۔ "

سوال صدیق حسین کی طرف سے آیا۔

" عبدالباری کی وجہ سے "

اسنے بنا ڈرے کہا۔

فردوس نے اسکا ہاتھ پکڑا اور کمرے سے لے جانے لگیں۔ بیٹی کو پہچانتی تھیں وہ نہیں چاہتی تھیں کہ بند زبان باپ کے سامنے کھلے۔

" رکیں فردوس۔۔ کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا ؟ ۔ عبدالباری تمہارے پاس آکر نہیں بیٹھ رہا تھا جو تم خود کو اس طرح بند کرکے بیٹھی تھی۔ اور اپنے کمرے سے یہاں کیوں آئی۔؟"

وہ تو اپنے سوال کررہے تھے جبکہ اقراء تو اسی بات پر ٹھٹھک کر رک گئی تھی کہ انہیں عبدالباری کی آمد کا علم تھا۔

"آپ جانتے تھے عبدالباری یہاں آیا تھا۔ "

اسنے اپنا ہاتھ فردوس کے ہاتھ سے نکالا اور صدیق حسین کی آنکھوں میں دیکھا۔

" ہاں میں نے ہی بھیجا تھا ۔ تم گھر میں اکیلی تھی تمہاری حفاظت کے لیے۔ "

فردوس لب بھینچے کھڑی تھیں۔

" ایک نامحرم کو میری حفاظت کے لیے بھیجا تھا۔

ابو آپ نہیں جانتے کہ دو نامحرموں کہ درمیان شیطان بھی ہوتا ہے۔ آپ نے کیسے بھیج دیا اسے۔ گھر میں بیٹی کو اکیلے رکھ کر اپنے عیا۔۔۔!"

" اپنی بکواس بند کرو۔ میرا بھتیجا ایسا نہیں ہے اسی لیے بھیجا۔ بیٹیوں کو یوں اکیلے نہیں چھوڑا جاتا۔ "

اقراء کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی انہوں نے غصے سے کاٹ دی۔ فردوس نے اسکا ہاتھ کھینچا۔

" ابو پہلی بات آپ کا بھتیجا اس قابل نہیں کہ اسکو کسی کی حفاظت کے لیے چھوڑا جائے۔

دوسرا یہ کہ اگر شریف ہوتا تب بھی نا محرم ہی ہوتا۔ "

کہتے ساتھ وہ کمرے سے نکل گئی۔ جبکہ اسکی اس زبان درازی پر مولوی صدیق حسین فردوس کو گھورنے لگے۔

" اکیلے رہنا چاہتی تھی آپکی بیٹی۔۔ اکیلے؟ جب لڑکیاں اکیلے رہنا چاہیں تو اسکا مطلب ہے کہ انکی لگامیں کَس لی جائیں۔ فردوس بیگم آپ اسے خود کنٹرول کریں ورنہ اگر میں نے کنٹرول کیا تو اچھا نہیں ہوگا۔ نظر رکھیں اس پر۔ "

مولوی صدیق حسین نے غصے سے کہا۔

" موبائل اس کے پاس ہے نہیں باہر وہ جاتی نہیں سارا دن گھر میں رہتی ہے کسی سے ملنا جھلنا ہے نہیں پھر نظر کس لیے رکھوں مولوی صاحب ۔ دیکھا جائے تو اسکی بات غلط بھی نہیں عبدالباری اسکا نا محرم ہی ہے "

وہ نرم لہجے میں سمجھانے لگیں ۔

" فردوس بیگم لڑکیاں چار دیواری میں بھی ہاتھ سے نکل جاتی ہیں۔ انکی تربیت کرنا اور برائی سے روک کر رکھنا ماں باپ کی زمہ داری ہی ہوتی ہے"

صدیق حسین نے کہا اور اپنے کندھے سے شال اتار کر باہر نکل گئے۔

" اگر گھر میں رہ کر بھی ہاتھ سے نکل جاتی ہیں تو قید کیوں رکھا ہے ؟"

وہ تلخی سے بولیں پر مولوی صدیق حسین نکل چکے تھے۔

****

" کیا بات ہے آج پھر یہاں نازل ہوگئی ہو۔ "

تنزیل نے کتاب بند کرتے پوچھا۔

سامنے صوفے پر ماہم ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھی تھی۔

" بس خوش تھی سوچا تم سے بانٹ لوں بڑھ جائیگی۔ "

ماہم نے اترا کے کہا۔

" اوہ ہاں ضرور بتاؤ اگر وہ تمہاری کوئی شاپنگ سے ریلیٹڈ نا ہو تو۔ ورنہ میرا بلکل کوئی موڈ نہیں --"

تنزیل نے کان کو ہاتھ لگایا۔

" زیادہ پھیلو مت -- تھوڑی لفٹ کیا کرواؤ انداز بدل جاتے ہیں تمہارے۔"

ماہم کو غصہ آیا۔

" ہاں نہ لفٹ کرواؤ ویسے بھی تم نے دوسری لفٹ کروانے والی ڈھونڈ دی ہے نا "

تنزیل نےکہتے ہوئے اسکے چہرے کے زاویے دیکھے۔

" کیاکہا پھر سے کہنا۔ "

ماہم آنکھیں چھوٹی کیے مسکرا کر گھورنے لگی۔

" یہی کہ اب تو تم نے لفٹ کروانے والی ڈھونڈ دی ہے نا "

اسکا اشارہ خنساء کی طرف تھا۔

" اوہو تو یعنی جناب کو انتظار ہے --خیر میں یہی بتانے آئی تھی کہ میں نے عرش کو اسکی یونی کے لیے منا لیا ہے-- "

ماہم نے خوشخبری سنائی ۔

" واہ عرش پر تو پھر وہ مثال ٹھیک ہوگی جورو کا غلام "

تنزیل نے چھیڑا۔

" ہاہاہا نہیں ۔۔میں نہیں چاہونگی کہ وہ میرا غلام بنے بلکہ میں اسکو غلام بنانے کی جگہ اسکی ملکہ بننا چاہونگی۔ "

ایک ادا سے کہا۔

" بہت اچھی سوچ ہے ۔

تنزیل نے ہاں میں سرہلایا۔

میں تو انتظار کررہا ہوں اسے دیکھنے کا جس پر تم نے یہ دعوا کیا ہے کہ میں اسے دیکھتے ہی اس کی محبت میں مبتلہ ہوجاؤنگا"

تنزیل نے جیسے مزاق اڑایا۔

" بول لو بول لو۔ اسکو دیکھ کر نا پہلی نظر کی محبت ہوگئی تو نام بدل دینا"

ماہم نے چیلینج کیا۔

" اممم--- چمارن کیسا رہے گا ؟"

تنزیل نے سوچتے ہوئے کہا۔

" واٹ "

ماہم نے نا سمجھی سے پوچھا۔

" تم نے ہی تو کہا نہ کہ نام بدل دینا تو نام سوچ رہا ہوں۔ "

کہتے ہوئے وہ ہنس دیا۔

" بے شرم ۔ بدتمیز انسان ۔ جب محبت ہوجائیگی نا پھر پوچھونگی بلکہ سب سے بڑی ہڈی بن جاؤنگی۔ "

دانت کچکچاتے کہا۔

" میں محبت پر یقین نہیں رکھتا ماہم ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر انسان کا اپنا ایک آئیڈیل ہوتا ہے جو گزرتے وقت کے ساتھ اسکے دل و دماغ پر نقش ہوتا جاتا ہے۔ اور جب انسان کو کوئی ایسا ملتا ہے تو انسان کو لگتا ہے کہ اسے اس سے محبت ہے۔ جبکہ وہ صرف ایٹریکش ہوتی ہے۔

اور ایٹریکشن صرف ایک سے نہیں ہوتی۔ جب ایک میں آپکو وہ چیزیں نظر آنے لگیں جو آپ نے اپنے آئیڈیل میں نا سوچی ہوں تو آپ کی وہ ایٹریکشن ختم ہونے لگتی ہے اور پھر

جب کوئی دوسرا آپکو ایٹریکٹ کرتا ہے تو پہلے والے سے بلکل ختم ہوجاتی ہے ۔ آج کل اس ایٹریکشن کو محبت کا نام دیا جاتا ہے اسی لیے اکثر لڑکے اور لڑکیوں کی محبت وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے ۔

ماہم اسے غور سے سنے گئی۔

لیکن یہ ایٹریکشنز ٹین ایج میں بدلتی ہیں۔ میچیور ایج میں جب آپ ایٹریکشن محسوس کرتے ہو تو آپ شادی کو فوقیت دیتے ہو اور پھر نکاح کے بعد تو محبت لازم ہے کیونکہ اللہ نے جس رشتے میں محبت اور برکت رکھی ہے اس میں تو ہوگی۔ پھر جب آپ نکاح کرتے ہو تو وہ ایٹریکشن محبت میں بدل جاتی ہے پھر آپ کو اس میں اپنی آئیڈیل کی کوئی بھی چیز نا نظر آئے تو فرق نہیں پڑتا کیونکہ محبت ہوچکی ہوتی ہے۔

میں بھی میچیور ہوں۔ اگر مجھے خنساء سے ایٹریکشن ہوئی یا مجھے اس میں اپنی آئیڈیل نظر آئی تو میں اس سے نکاح کرونگا۔ لیکن دیکھتے ہی محبت ہوجانا میں اس پر بلکل یقین نہیں رکھتا۔ ہوسکتا ہے میں غلط ہوں۔ محبت ہوتی ہوگی۔ پر میں یقین نہیں رکھتا۔ یہ صرف میرا نظریہ ہے۔ اگر مجھے خنساء پسند آئی تو میں نکاح کرلونگا ورنہ منع کردونگا۔ عرش کی طرح لمبا لٹکاؤنگا نہیں "

آخر میں اس نے جان بوجھ کر عرش کا نام لیا تھا۔ اسے عرش کا خنساء کی شادی کی شرط رکھنا شروع سے اچھا نہیں لگا تھا۔

" ایسی بات نہیں ہے۔۔ عرش اپنی جگہ صحیح ہے۔ اسکے اوپر تین تین بہنوں کی زمہ داری ہے۔ "

ماہم فورا سیدھی ہوئی۔

"تین نہیں دو۔ "

تنزیل نے اسکی غلطی درست کی۔

" خنساء بھی اسکی بہن ہی ہے "

ماہم کو اسکا یوں بولنا برا لگا۔

لیکن عرش کی طرف سے نہیں خنساء کی طرف سے ۔ عرش کا تو اسے یقین تھا۔ لیکن اسے خنساء پر ترس آتا تھا۔

" بہن نہیں چچا کی بیٹی "

جبکہ تنزیل اسے کچھ اور جتانے کی کوشش کررہا تھا جو فلحال ماہم نہیں سمجھ رہی تھی۔

" ایک ہی بات ہے وہ اسے سگی بہنوں کے جتنا ہی چاہتا ہے۔ "

" اللہ کرے تم صحیح ہی ہو۔ "

یہ اسنے دل میں کہا۔

" اقراء۔۔ "

فردوس نے کمرے میں آتے پکارا۔

" خدارا امی پلیز۔۔ یہ مت کہیے گا کہ ابو صحیح تھے یا انکی کسی بات کی کوئی وضاحت دیجیے گا۔ ورنہ آپ بھی مجھے انکے ظلم میں برابر کی شریک لگینگی۔ "

ناچاہتے ہوئے بھی اسنے نم آنکھوں سے ٹوک دیا۔

" میری بچی میں کوئی وضاحت کرنے نہیں آئی پر میری بیٹی تو بہادر ہے نہ ۔ "

انہوں نے اقراء کو اپنے ساتھ لگایا۔

" نہیں ہوں میں آپ کے جتنی بہادر امی۔ میں نہیں ہوں بہادر۔

میں ہوں ایک لڑکی ہی ۔ میرے حوصلے اتنے مضبوط نہیں ہیں۔ میں انسان ہوں امی میرا دم گھٹنے لگا ہے اس ماحول سے۔

یہاں سب نے دین کے لبادے اوڑھ رکھے ہیں مجھے گھٹن ہوتی ہے ان لبادوں سے۔
اپنی کہی ہر بات کو دین کا رنگ دے کر فرض کرتے ہیں۔ تائی کو دیکھا ہے آپ نے۔
سارا دن تسبیح ہاتھ میں ہوتی ہے اور ذکر کرتی ہیں اور اسی ذکر کے ساتھ ہر کسی کی غیبت۔ کوئی انکو بتائے کہ منہ سے اللہ کا نام لینا اور دل میں دوسروں کے لیے بغض حسد رکھنا کسی کی غیبت کرنا یہ نیکی نہیں ہے۔

حسد تو دیمک کی طرح نیکیوں کو کھا جاتا ہے اور غیبت تو زنا سے بدتر ہے پھر اسکو یہ لوگ نیک کہتے ہیں متقی کہتے ہیں۔

امی جانتی ہے متقی کسے کہتے ہیں۔۔ میری معلمہ کو کہتے ہیں۔ وہ ہر وقت ہاتھ میں تسبیح پکڑ کر نہیں رہتیں لیکن میں نے کبھی زندگی میں انکے منہ سے کسی کی برائی نہیں سنی۔ انھوں نے کبھی کسی کی برائی نہیں کی۔ وہ کسی پر جبر نہیں کرتیں۔ انھوں نے تو کبھی مدرسے کے بچوں پر بھی نماز کے لیے جبر نہیں کیا۔ لیکن جتنی محبت سے وہ سمجھاتی تھیں اللہ کی قسم دل انتظار کرتا تھا کب اذان ہو۔ وہ ابو کی طرح صرف نماز نا پڑھنے کے عذاب نہیں سناتی تھیں بلکہ نماز کے فائدے اسکے انعام بتاتی تھیں۔ وہ جنت کی نعمتیں بتاتی تھیں۔ یہ کیسے دین پر چل رہے ہیں جس میں ماں کی بہن کا بیٹا نامحرم ہے اس

سے پردہ فرض ہے اور اگر باپ کے بھائی کا بیٹا ہو تو نا محرم ہوتے ہوئے بھی پردہ نا کرنا جائز ہے۔ میں تھک گئی ہوں ابو کی دقیانوسی باتوں سے انکی پابندیوں سے۔ "

وہ پھٹ پڑی۔ فردوس نے اسے خود میں بھینچ لیا۔

" میری گڑیا۔ "

انہوں نے اسکے آنسو صاف کیے۔۔

" امی مجھے اس ماحول سے گھٹن ہونے لگی ہے۔۔ آپ میری شادی کردیں آپ خالہ سے خود بات کرلیں۔ "

وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔

جبکہ فردوس سوچ میں پڑ گئیں کہ وہ کیسے خود سے کہہ دیں کہ میری بیٹی کو بہو بنالو اور اگر یہ بات مولوی صدیق حسین کے سامنے آگئی تو بہت برا ہونا تھا۔

****

" ارے کیا خوشخبری سنائی ہے۔ دل لے لیا۔۔ ہمیں تو لوٹ لیا اپنے گھر والوں نے ۔۔ ڈر ڈر کے جینے والوں نے ۔ ڈر ڈر کے جینے والوں نے "

رائمہ نے گاناگاتے ناچنا شروع کردیا ۔

" کیا تم پاگل ہو رائمہ ؟"

خنساء نے غصے سے پوچھا۔

" چھوڑیں آپی یار ہم تو آپکو ڈرپوک سمجھتے تھے آپ تو میدان مار گئیں۔ "

جواب آئمہ کی طرف سے آیا۔

" مجھے سمجھ نہیں آرہا تم لوگ ایسے کیوں بول رہی ہو۔ "

" اوہو اسی معصومیت پر فدا ہوتے بھائی نے ---"

آئمہ کے تھپڑ مارنے پر رائمہ کے منہ کو بریک لگی جبکہ خنساء غصے سے گھور رہی تھی۔

" میرا مطلب وہ نہیں تھا۔ ہمیں سمجھ نہیں آرہا کہ کیسے یقین کریں ۔ مطلب بھائی نے آپکو بلایا اور خود ہی یونی بھیجنے کا کہہ دیا "

رائمہ نے سیدھے ہوکر سنجیدگی سے پوچھا۔

" ہاں۔ "

خنساء نے منہ بناتے کہا۔

" ایسا لگتاہے میں دلہن بنی آج اتنی خوشی ملی ہے -- ایسا لگتا ہے میں ھواء میں ہوں آج اتنی خوشی ملی ہے"

رائمہ اور آئمہ دونوں بیڈ پر گریں۔

" تم لوگوں کو یہ گانے کس نے سیکھائے۔ بلکل تمیز بھول گئے ہو -- بڑی بہن ہوں میں تمہاری۔ "

خنساء نے اس بار خاصہ چبھا کر کہا۔

" رہنے دیں آپی ہم آپ سے نہیں ڈرتے۔ اور رہی بات گانے کی ہم آپ کی طرح نہیں ہیں۔ اپنا حق لینا جانتے ہیں۔ ہم اپنے اسکول میں سب شوق پورے کرتے ہیں۔ آپ کو پتا ہے ہم نے ایک ایم پی تھری بھی لے رکھا ہے ۔ اس میں اتنے وی آئی پی گانے ہیں قسم سے۔ "

جبکہ رائمہ کی اس بات پر خنساء کا منہ کھل گیا۔ وہ حیرت اور صدمے سے رائمہ اور آئمہ کو دیکھ رہی تھی۔ جبکہ آئمہ بھی غصے سے رائمہ کو دیکھ رہی تھی جو جذبات میں بہہ کر کچھ زیادہ بول گئ تھی۔

" مزاق کررہی ہوں بھئی۔ کیا میں اتنی ہمت کرسکتی ہوں بھلا۔ "

احساس ہوتے ہی اسنے فورا سے بات بنائی۔ خنساء تو گہری سانس لے کر نارمل ہوگئ جبکہ آئمہ اب بھی اسے ہی گھور رہی تھی۔

" مجھے یہ بتاؤ میرے یونی جانے پر تم لوگ اتنا خوش کیوں ہو۔ "

خنساء نے الجھ کر پوچھا ۔

"آپ واقعی بہت انوسینٹ ہیں۔

بھائی نے آپکو یونی بھیجنے کی اجازت دے دی ۔۔ مطلب ہمارا راستہ صاف جب وہ آپکو پڑھا رہے ہیں تو ہمیں بھی اجازت مل جائیگی۔ "

" اووووو"

آئمہ کے بتانے پر وہ خود بھی انکی سوچ پر حیران ہوئی جو اتنی دور کا سوچ رہی تھیں۔

" لیکن مجھے تو ڈر لگ رہا ہے "

خنساء نے انگلیاں چٹخاتے کہا۔

" کوئی نئی بات بتائیں آپی یہ تو ہمیں معلوم ہے۔ "

رائمہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

" تم میرا مزاق اڑا رہی ہو۔ ؟"

وہ ایک دم بھڑکی۔ رائمہ آئمہ منشاء اور روزینہ ہی ایسے تھے جن سے وہ کھل کر بات کرتی تھی ڈانٹ دیتی تھی۔

" نہیں آپی مزاق اڑا نہیں رہے تھے کر رہے تھے-- خیر اس میں ڈرنے کی کوئی بات نہیں-- بھائی آپکے ساتھ کسی کو بھیجینگے نا "

آئمہ نے حوصلہ دیا۔

" ہائے کاش بھائی مجھے ہی بھیج دیں آپی کا خیال رکھنے -- مزہ آجائے "

رائمہ نے ٹھنڈی آہ بھری خنساء صرف دیکھ کہ رہ گئی۔

****

" اقراء ؟؟"

" جی امی۔ "

وہ کچن میں چائے بنارہی تھی جب فردوس نے پیچھے سے پکارا۔

" جلدی سے تیار ہوجاؤ "

" کیوں امی ؟ کہیں جارہے ہیں ؟"

چولہا ہلکا کرتے پوچھا۔

فردوس صرف اسے دیکھ کر مسکرائیں۔

"آپ مسکرا کیوں رہی ہیں ؟"

اقراء انکے یوں مسکرانے پر ہنسی۔

" فراز کے گھر جارہے ہیں۔"

بول کے وہ اقراء کا چہرہ دیکھنے لگیں جو کھل اٹھا تھا۔

" ہم خالہ کے گھر جارہے ہیں۔ ؟"

اس نے تائید چاہی۔

" ہاں --"

فردوس اسکے اس طرح پوچھنے پر ہنس دیں۔

" یعنی آپ کے ساتھ میں بھی-- ہم دونوں ۔ "

بولتے بولتے وہ خود ہنسنے لگی۔

" ہاں ۔ "

اقراء کو ہنستا دیکھ فردوس بیگم کے دل پر برف لگی۔

" ابو نے اجازت دے دی۔ ؟"

وہ اچانک سنجیدہ ہوئی۔

" نہیں "

یک حرفی جواب۔

" پھر کیسے ؟"

چہرے پر مایوسی اتری۔

"انکے حیدرآباد کے دوست کا رات کو انتقال ہوگیا۔ وہاں گئے ہیں ۔ کل صبح واپسی ہوگی۔
"

فردوس نے آگے بڑھ کر چائے کا چولہا بند کیا۔

" اب وقت ضائع مت کرو تیار ہو۔ "

اقراء فورا کچن سے نکل کر تیار ہونے چلی گئی۔ اسکی جلد بازی پر فردوس مسکرا دیں۔

****

وہ فردوس بیگم کے ساتھ خالہ کے گھر گئ تھی۔ خالہ کا گھر انکے گھر جتنا بڑا نہیں تھا پر اچھا تھا۔ سب سے بڑھ کر وہاں گھٹن کا احساس نہیں تھا۔

ہانیہ کے ساتھ اس نے بہت باتیں کیں۔ یونیورسٹی کے بارے میں پوچھا۔ باتیں کرتے کرتے انھیں تین گھنٹے گزر گئے پتا ہی نہیں چلا ۔رات آٹھ بجے کا وقت تھا۔

فراز جاب پر تھا۔ فردوس اور انکی بہن انکے دوسرے کمرے میں تھیں اور ہانیہ اور اقراء ہانیہ کے کمرے میں۔

" تم بیٹھو میں اچھی سی چائے بنا کے لاتی ہوں۔ "

ہانیہ بیڈ سے اٹھنے لگی۔

"نہیں چھوڑو بس تم میرے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرو۔"

اقراء نے ہاتھ پکڑ کر روکا۔

" ارے نہیں میرا بھی دل کررہا ہے -- تم بیٹھو بس میں پانچ منٹ میں آئی۔"

ہانیہ نے اپنا ہاتھ اس سے چھڑایا اور مسکرا کر کمرے سے نکلنے لگی۔

" اچھا میں بھی آتی ہوں پھر۔ "

" ارے اقراء کتنی چلبلی ہو یار پانچ منٹ سکون دو اپنی ٹانگوں کو میں بس یوں گئی ۔ یوں آئی"

کہتے ساتھ ہانیہ کمرے سے نکل گئی۔ وہ بھی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔

دو منٹ گزرے تو بے چینی ہوئی۔ ڈوپٹہ سر پر درست کرتے وہ باہر نکلنے لگی ۔ کمرے سے باہر نکلتے ہی وہ کسی سے ٹکراتی پر نظریں نیچے ہونے کی وجہ سے پاؤں کو دیکھتے فورا رکی۔

سامنے والا بھی بے دیہانی میں تھا اپنے سامنے اقراء کو دیکھ کر فورا نظریں جھکا گیا۔

بے ساختہ اقراء کا ہاتھ اپنے ڈوپٹے پر گیا اور نظر اوپر اٹھی۔

چہرے پر ڈوپٹے سے نقاب کیے وہ سامنے والے کو دیکھ رہی تھی۔ وہ نظریں نیچے کیے کھڑا تھا۔ اقراء فورا نظریں جھکا گئ ۔

نقاب کے پیچھے لب مسکرائے تھے ۔ جس کو وہ اپنے خوابوں میں دیکھتی آئی تھی وہ اسکے احترام میں نظریں جھکائے کھڑا تھا۔۔ دھڑکن کی رفتار یکدم سست ہوئی ۔ دل سکڑا وہ اسکے برابر سے گزر گئی۔

" اقراء سنیں۔ "

اقراء کے قدم کے ساتھ ساتھ اسے لگا اسکا دل بھی رک گیا ۔ دولمحوں کے اس کھیل میں اسے ایسا لگا جیسے وہ صدیوں سے ایک دوسرے کے سامنے ایسے ہی کھڑے ہیں۔

اتنا میٹھا تو اسے اپنا نام کبھی نہیں لگا تھا۔

" جی۔۔"

اپنی گھبراہٹ کو بمشکل چھپاتے کہا۔۔

" میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ زیادہ نہیں صرف دو منٹ بات ضروری ہے۔ "

وہ بات اقراء سے کررہا تھا پر نظریں سامنے دیوار پر تھیں۔

" جی کہیے۔ "

وہ بھی دیکھنے سے مکمل گریز کررہی تھی۔

" میں نے آپکو کبھی غور سے دیکھا نہیں ۔ نا آپ سے کوئی دوستی یا بات چیت ہے۔ لیکن میں بہت پہلے سے اپنی امی سے آپ کے بارے میں سنتا آیا ہوں۔

میں نے آپکو دیکھا نہیں نا ابھی دیکھنے کی کوئی چاہ ہے جب تک آپکو اپنا محرم نہیں پاتا ۔

آپکو نا دیکھتے ہوئے بھی میں آپ کے لیے پسندیدگی رکھتا ہوں۔ میں آپکا رشتہ لانا چاہتا ہوں۔

اگر آپکو کوئی اعتراض نا ہو تو میں امی سے بات کرونگا ۔"

وہ بول کہ خاموش ہوگیا جبکہ اقراء اپنی جگہ پر ٹھہری رہ گئی۔

نظر ایک بار پھر اٹھی اور وہ دیکھے گئی ۔ روبرو , بے اختیار دیکھے گئی۔ وہ اب بھی دیوار پر نظریں مرکوز کیے کھڑا تھا۔

"آپ مجھ سے اظہارِ محبت کررہے ہیں--؟"

وہ خود نہیں جانتی تھی اسنے کیسے پوچھ لیا۔

" نہیں-- یہ صرف آپ سے آپکی رضامندی جاننے کے لیے کہا ہے۔ اظہار محبت بہت خوبصورت انداز میں کرونگا جب آپ میرے نکاح میں ہونگی۔ "

وہ مسکرایا تھا۔ اور اسکی مسکراہٹ حسین تھی یا اقراء کو لگی وہ نہیں جانتی تھی۔

" مجھے قبول ہے "

مسکراہٹ اسکے لہجے میں گھلی تھی جسے وہ سن کے ہی محسوس کرسکتا تھا۔

" میری محبت ؟"

وہ بے ساختہ پوچھ گیا۔

" محبت کا اظہار آپ نے کیا نہیں ۔ اور میں نامحرم کی محبت قبول نہیں کرتی۔ رشتہ قبول ہے۔ آپ خالہ سے بول دیں وہ بات کرلیں۔ "

وہ نظریں جھکا گئی۔ اب مزید نہیں دیکھ سکتی تھی۔

" مجھے انتظار رہے گا کہ آپ جلد میرے نکاح میں ہوں "

خوشی اسکے لہجے سے جھلک رہی تھی۔ جبکہ ہانیہ جو کب سے کچھ فاصلے پر کھڑی چھپ کر انکی گفتگو سن رہی تھی مسکرا کر واپس کچن میں چلی گئی۔

" مجھے بھی انتظار رہے گا "

جواب فوراآیا۔

" نکاح کا ؟"

فراز نے پوچھا۔

" نہیں آپ کے اظہارِ محبت کا۔ "

اسکی بات پر وہ جو جب سے بمشکل نظریں نیچے کیے کھڑا تھا۔ مزید نیچے نا کرسکا۔

چہرے پر اب بھی ڈوپٹہ تھا پر اسکی جھکی پلکیں دنیا کے حسین مناظر میں سے ایک لگیں تھی۔۔ وہ دل میں ماشاءاللہ بولتے مسکرا کر نظریں پھیر گیا۔

" مجھے بھی جواب اظہار کا انتظار رہے گا۔ "

کہتے ساتھ وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ نظریں اٹھا کر اسکی پشت بھی نا دیکھ سکی۔ آنکھ سے ایک کے بعد ایک آنسو ٹوٹ کر ڈوپٹے میں جذب ہوگئے۔ ہونٹوں پر نرم مسکراہٹ۔

وہ سمجھ نہیں پائی یہ آنسو کس چیز کے ہیں بس دل سے دعا نکلی کہ وہ وقت جلد آئے جب وہ محرم کی شکل میں اس سے اظہارِ محبت کرے۔"

****

سب رات کے کھانے پر بیٹھے تھے۔

خنساء تو ہمیشہ کی طرح پلیٹ پر جھکی تھی۔ عرش کھانے میں مصروف تھا۔ کھانے پر نا وہ کسی سے بات کرتا تھا نا کسی کو دیکھتا تھا۔

جبکہ رائمہ اور آئمہ ایک دوسرے کو بار بار دیکھ رہی تھیں۔

" ماہم آپی نہیں آئیں دو دن ہوگئے"

رائمہ نے منہ بناتے کا۔

عرش کا منہ کو جاتا نوالہ رکا۔ بے ساختہ نظر خنساء پر گئی۔ لیکن وہ تو بلکل بے نیاز جیسے وہاں تھی ہی نہیں۔

" ہاں پتا نہیں کیوں نہیں آرہیں۔۔ بھائی آپ بتائیں کیوں نہیں آرہیں۔ ؟"

آئمہ نے اچانک مخاطب کیا۔

" مصروف ہے۔ "

سنجیدگی سے جواب آیا۔

"کہا مصروف ہیں ؟"

سوال رائمہ کی طرف سے تھا۔

"اپنی دوستوں کے ساتھ کام سے گئی ہے۔"

فلحال اسے یہی سمجھ آیا۔

"خالہ خالو کو منع کرنا چاہیے ایسے کیسے وہ باہر بھیج سکتے ہیں۔ اس طرح تو لڑکیاں بگڑ جاتی ہیں۔"

عرش سمجھ نہیں سکا وہ اس سے نارمل بات کررہی ہیں یا طنز۔

"ہمم"

عرش نے صرف اتنا کہا۔

"آپ انکو منع نہیں کرتے کہ لڑکیوں کو اتنی آزادی نہیں دینی چاہیے۔"

اب کے آئمہ نے پوچھا۔

وہ ان دونوں کے طنز طعنے بخوبی سمجھ رہا تھا۔ وہ ان سے بارہ سال بڑا تھا۔ جہاں انکی سوچ ختم ہوتی تھی وہاں اسکی سوچ شروع ہوتی تھی۔

خنساء لب بھینچے خود مکمل انجان بنانے کی کوشش کررہی تھی۔

"اگر انکی شادی کسی ایسے انسان سے ہوگئی جسے یہ سب پسند نہیں ہو پھر وہ کیا کرینگی؟"

رائمہ نے معصومیت سے پوچھا۔

خنساء کا دل کیا بھاگ جائے یہاں سے۔ جب وہ سکون سے بیٹھا ہوا تھا تو کیوں وہ دونوں اسے اکسا رہی تھیں۔ اتنی سزاؤں کے بعد بھی نہیں سدھر رہی تھیں۔

"چپ چاپ کھانا کھاؤ۔"

عرش کے گھورنے اور سختی سے

کہنے پر وہ دونوں خاموش ہوگئیں۔ جبکہ عرش کو یہ سوچنے پر مجبور کرگئیں کہ کیا انکو ماہم اور اسکے درمیان رشتے کا پتا ہے یا وہ کچھ غلط سمجھ رہی ہیں۔

وہ بیڈ پر لیٹی فراز کے پرپوزل کا سوچ رہی تھی۔ اگر وہ صرف معمولی بات تھی تو اظہار کتنا حسین ہوگا۔ اسکا احترام میں نظریں جھکانا اب بھی اسکی آنکھوں کے سامنے تھا۔ وہ کھل کے مسکرائی۔

کروٹ لے کر رخ دوسری طرف کیا۔ دل عجیب ہی لے میں دھڑک رہا تھا۔

" توبہ توبہ یہ میں کیوں اتنا سوچ رہی ہوں اسکے بارے میں۔ وہ میرے محرم تھوڑی ہیں ابھی۔ "

اسنے فورا توبہ کی۔

پر ان شاءاللہ جلد ہونگے"

وہ گہرا مسکرائی۔

آج ایک الگ ہی سرور تھا۔

****

وہ منشاء کے ساتھ جاکر شاپنگ کر آئی تھی۔ ضرورت کا سارا سامان لے کر آئی تھی۔

ابھی تک اسے یہ بھی نہیں پتا تھا کہ عرش نے اسکا کونسی یونی میں ایڈمیشن کروایا ہے نا اسکی پوچھنے کی ہمت تھی اسلیے انتظار کرنے لگی۔ وہ خود بھی یونی نہیں جانا چاہتی تھی وہ گھر کی چار دیواری میں سکھ سے تھی۔ لیکن عرش کو منع کرنے کا حوصلہ نہیں تھا۔

" کیا سوچ رہی ہیں آپی۔"

رائمہ اسکے شاپنگ بیگز کھولتے ہوئے بولنے لگی۔

" کچھ نہیں بس ایسے ہی۔ "

" اچھا میں بتانا بھول گئی۔ بھائی نے کہا ہے کل صبح نو بجے ریڈی رہیے گا۔ "

رائمہ نے بیڈ پر لیٹتے ہوئے کہا۔

" کیوں ؟"

وہ پریشان ہوئی۔

"آپکا یونی میں ایڈمیشن کروا دیا ہے بھائی نے ۔ وہ کل صبح اپنی آفس کی ایک ورکر کو بھیجینگے جو یونی میں آپکے ساتھ رہینگی۔ کل آپ کو انہیں کے ساتھ یونی کے وزٹ پر جانا ہے۔ پرسو سے آپ جوائن کرینگی۔"

" تمہیں یہ سب کس نے کہا رائمہ ؟"

اسنے حیرت سے پوچھا۔

" بھائی نے کہا تھا کہ آپ کو بتا دوں۔ اور ہاں یہ بھی کہا تھا کہ انہوں نے آپکا ایڈمیشن بی پی اے میں کروایا ہے انہیں یقین ہے کہ آپ اچھے سے کرلینگی۔ "

رائمہ نے تفصیل بتائی۔

" اور ہاں آپکو وہاں پڑھائی کے ساتھ ساتھ تین حسین لڑکے ڈھونڈنے ہیں۔ "

آئمہ قریب ہوئی۔

" کیوں ؟ یہ بھی انہوں (عرش) نے کہا ہے۔ ؟"

خنساء نے حیرت سے پوچھا۔

" نہیں یہ ہم کہہ رہے ہیں۔ اور کیوں کیا ؟ کچھ تو دماغ لگائیں آپی ہمارے لیے کہہ رہی ہوں یار

۔ یونی میں تو رنبیر جیسے خوبصورت اور ڈیشنگ لڑکے ہوتے ہونگے۔ ایک آپ کے لیے ایک ایک میرے اور رائمہ کے لیے۔ "

آئمہ رازداری سے بولی۔

" شرم کرو --بدتمیزوں۔ سولہ سال کی ہو ابھی تم دونوں صرف۔ میں تم لوگوں کی بڑی بہن ہوں عزت سے تمیز کے دائرے میں رہ کر بات کیا کرو مجھ سے۔ "

خنساء بھڑک گئی۔

"آپی مزاق کررہی تھی یار

آپ تو ایک نہیں پسند کرسکتیں تین کیسے کرینگی۔ "

آئمہ نے افسوس سے کہا۔

" نہیں کرو مجھ سے ایسا بے ہودا مزاق -- اپنے کمرے میں جاؤ مجھے سونا ہے۔ "

خنساء ماتھے پر بل ڈالے سامان سمیٹنے لگی۔

" اچھا ٹھیک ہے جارہے ہیں بی پی ہائے مت کریں۔ اور واقعی مزاق کررہی تھی پتا چلا آپ پوری رات اسی بارے میں سوچتے رہیں۔ "

آئمہ نے پیار سے گال کھینچا اور دونوں شب بخیر کرتے کمرے سے نکل گئیں۔

****

عرش کی آفس کی لڑکی ثمینہ کے ساتھ خنساء یونی وزٹ کر آئی تھی اور یہ دیکھ کر کہ عرش نے اسکا ایڈمیشن کو یونی میں کروایا ہے صحیح معنوں میں اسکی روح فناہوئی تھی۔ اپنی

طرف اٹھتی کئی نظریں اسے مزید کنفیوز کررہی تھیں۔ اپنی گھریلو زندگی اسے باہر کی زندگی سے کئی زیادہ پرسکون لگی۔

وزٹ کا دن تو گزر گیا لیکن اسکے بعد کے دودن مشکل ترین تھے۔ ثمینہ کلاس میں اسکے ساتھ نہیں تھی۔ جب پروفیسر نے اسے پوری کلاس کے سامنے کھڑا ہونے کا کہا اور پھر اپنا انٹروڈکشن کروانے کا کہاتو بری طرح نروس ہوتے کانپنے لگی تھی۔

اسکے ہاتھوں کی لرزش بڑھتی دیکھ پروفیسر نے اسے واپس بیٹھنے کا کہا تھا جبکہ کلاس میں موجود بہت سے طالب علم ہنسے تھے۔

وہ پڑھنا چاہتی تھی پر ایسے نہیں لیکن عرش کوبولنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔

اس دوران اسکی ایک دوست بنی تھی۔ جس نے اسکا مزاق نہں اڑایا تھا لیکن بلاوجہ ڈرنے پر تھوڑا ڈانٹا تھا۔ کلاس کے باہر تو ثمینہ اسکے ساتھ ہوتی تھی۔ ثمینہ کی بھی اس لڑکی سے دو دن میں ہی اچھی دوستی ہوگئی تھی۔ اور خنساء بھی اسکے سامنے گھبراتی نہیں تھی۔

****

" عرش میں چاہتی ہوں تم خنساء کا رشتہ کردو ۔ میں نے اسکے لیے بہت اچھا لڑکا دیکھا ہے۔ "

ماہم نے التجائی انداز میں کہا۔

وہ اور ماہم کیفے میں بیٹھے تھے۔

" میں ابھی خنساء کی شادی نہیں کرنا چاہتا اور وجہ میں تمہیں بہت بار بتا چکا ہوں۔ "

عرش نے سنجیدگی سے جواب دیتے نظریں پھیریں۔

" عرش میں تمہیں اور خود کو الگ نہیں سمجھتی۔ تمہاری خوشی میری خوشی تو تمہاری زمہ داری میری زمہ داری۔ میں خنساء کے لیے غلط تو نہیں سوچونگی نا ؟"

ماہم نے بےبسی سے کہا۔

" میں نے ایسا کب کہا ماہم ؟ اچھا بتاؤ کون ہے لڑکا۔ "

وہ خود بھی ماہم کی پریشانی جانتا تھا وہ دو سال سے اسکے انتظار میں بیٹھی تھی۔ وہ بہت بار اسے کسی اور سے شادی کا بول چکا تھا کیونکہ اس پر زمہ داری تھی پر ماہم کی محبت میں طویل انتظار لکھا تھا ۔

" تم لڑکے کو جانتے ہو۔ "

ماہم نے مسکرا کر لب دبایا۔

" پہیلیاں نا بجھاؤ یار "

"تنزیل ---"

ماہم نے خوشی سے کہا ۔

"تنزیل ابتسام ؟ تمہاری پھپھو کا لڑکا۔ ؟"

عرش نے کنفرم کیا۔

ماہم : "یس۔"

" ہم بہت اچھا لڑکاہے سلجھا ہوا۔۔ پڑھا لکھا بھی ہے اور فیملی بھی اچھی ہے۔ مجھے خنساء کے لیےایسا لڑکا ہی چاہیے ۔ جو میچیور ہو اور اسے سمجھ سکے اسکو محبت سے لے کر چل سکے "

ماہم اسے غور سے سن رہی تھی۔ اسکے لہجے میں خنساء کے لیے فکر , محبت اور احساس سب تھا۔ وہ مسکرائی۔ وہ بہت اچھے سے اپنی سرپرستی نبھا رہا تھا۔ ماہم کو تو یہی لگا۔ وہ عرش کی خنساء کے لیے محبت کو خالصتاً زمہ داری سمجھ رہی تھی۔ وہ خوش بھی تھی اسے ایسا لگا کہ عرش کو اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور تنزیل تو خنساء کو دیکھتے

ہی اسکے حسن کا اسیر ہوجائیگا۔ یہاں وہ خنساء کے لیے بھی خوش تھی کہ وہ اچھے انسان سے جڑے گی اور اپنے لیے بھی خوش تھی کہ صبر کا وقت تمام ہوگا اور اسکی شادی عرش سے ہوجائیگی۔ ۔

" لیکن۔۔وہ عمر میں خنساء سے بڑا ہے۔ "

وہ خود نہیں جانتا تھا اسنے یہ عیب کیوں نکالا جبکہ عمر کا بڑا ہونا بری بات نہیں تھی۔

" لڑکے لڑکیوں سے بڑے ہوتے ہیں عرش۔ تم کیا خنساء کی شادی کسی بچے سے کروگے "

ماہم بگڑی۔

" نہیں بڑا ہوتا ہے لیکن وہ زیادہ بڑا ہے۔ خنساء ابھی صرف انیس سال کی ہے اور وہ چھبیس اس سے سات سال بڑا۔ "

عرش نے بات کو صحیح طریقے سے کہا ۔

" مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے میری مما پاپا کی ایج میں نو سال کا فرق تھا اور وہ دونوں بہت خوش ہیں ۔"

ماہم نے طنز کیا۔

" خالہ اور خنساء میں فرق ہے ماہم۔"

وہ خود بھی نہیں جانتا تھا وہ اتنی بحث کیوں کررہا ہے۔

" تو مسٹر عرش آپکو خنساء کے لیے ایک میچیور انسان چاہیے جو اسکو صحیح سے رکھ سکے۔ ۔اور عمر بھی چھوٹی۔ تو زرا بتائینگے ایسا لڑکا کہاں ملے گا۔ کیونکہ بائیس یا تیئس سال میں لڑکے میچیور نہیں ہوتے۔"

ماہم نے دونوں ہاتھ ملائے۔

اسے عرش کی بے تکی باتوں پر سخت غصہ آنے لگا تھا۔

" کیوں نہیں ہوتے ماہم میں تو بیس سال کی عمر میں ہی میچیور ہوگیا تھا۔ "

"تو پھر خود کرلو نہ خنساء سے شادی ۔ سارا مسئلہ ختم ہوجائے گا۔ تم سے اچھا تو کوئی اسے ڈیل ہی نہیں کرسکتا نا تمہارے جیسی محبت نا فکر ۔"

ماہم نے جل کر طنز کیا تھا لیکن جو جواب اسے عرش کی طرف سے ملا وہ اسکے جذبات بری طرح جھنجھوڑ گیا۔

" تم سارے مسئلے جانتی ہو ماہم ۔"

وہ روانی میں بول گیا ۔

ماہم کو تنزیل کی بات یاد آئی کہ خنساء اسکی سگی نہیں چچازاد بہن ہے۔

" اگر وہ مسئلے نہیں ہوتے تو کیا تم کرلیتے خنساء سے شادی۔ ؟"

اسنے غصے سے نہیں تکلیف سے پوچھا۔

اس بات پر تو عرش بھی لاجواب ہوا ۔ یہ تو اسنے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ کیا خنساء اور اسکے درمیان دوری کی وجہ صرف وہ مسئلے ہیں۔ لیکن اسے اپنی کہی بات پر افسوس ضرور ہوا اور ماہم کی تکلیف کا احساس بھی۔

" میرا وہ مطلب نہیں تھاماہم "

عرش سنبھلا۔۔

" تو پھر کیا مطلب ہے عرش ؟ تمہارے منہ سے ایسا نکل بھی کیسے سکتا ہے ؟ رائمہ آئمہ کے لیے کبھی ایسا نکلا جو خنساء کے لیے نکل گیا ؟"

اب کے لہجہ غصے سے بھرپور تھا۔

" میں اسکو رائمہ آئمہ کے نظریے سے نہیں دکھتا ماہم۔ وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور میری زمہ داری ہے بس۔ میں نے اسکے علاوہ کبھی کچھ نہیں سوچا۔ اور میں نے صرف ایک کومن سی بات کہی تھی کہ کسی بھی لحاظ سے اسکا اور میرا جوڑ نہیں۔ "

عرش نے ماہم کا ہاتھ تھاما۔

" لیکن تمہیں ایسا نہیں بولنا چاہیے تھا عرش-- تمہیں پتا ہے مجھے کتنا برا لگا۔"

ماہم نے ناراضگی سے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے نکالا۔

"آئی ایم سوری "

عرش نے کان کو ہاتھ لگاتے کہا۔

ماہم مسکرا دی۔ اگر اس عرش دیوان کو رائمہ یا آئمہ دیکھ لیتیں تو ماہم کا قتل کردیتیں یا عرش کا جو دوہرا رویہ رکھتا تھا۔

" تو پلیز تم تنزیل پر غ---!"

" میں اس بارے میں مزید بحث نہیں چاہتا ماہم۔ ابھی وہ تھوڑی میچیور ہوجائے پھر میں خود اچھا اور اسکا ہم عمر لڑکا دیکھ کر شادی کرونگا۔ "

عرش نے بات ہی ختم کردی --

ماہم بھی لب بھینچے خاموش ہوگئی۔ پر وہ ارادہ کرچکی تھی کہ خنساء کی شادی تنزیل سے ہی کروائے گی کیونکہ اس سے بیسٹ خنساء کے لیے کوئی نہیں تھا۔

****

" اگر عرش کو پتا چل گیا کہ تم مجھے خنساء سے ملوانے لے کر جارہی ہو پھر ؟"

تنزیل نے کھڑے ہوتے پوچھا۔

وہ تنزیل کو لیے خنساء کی یونیورسٹی جارہی تھی۔

"تم بہت ڈرپوک ہو تنزیل۔ ایک بار خنساء کو دیکھ لوگے نا اسکے بعد یہ سب نہیں کہوگے نا ہی کسی عرش دیوان سے ڈروگے۔ محبت سر چڑھ کر بولے گی"

ماہم نے آئبرو اچکائی۔

" اچھا چلو دیکھتے ہیں۔ "

تنزیل گاڑی کی چابیاں اٹھا کے باہر نکلا ۔ ماہم بھی ہنستی ہوئی اسکے پیچھے باہر نکل گئی۔

وہ ماہم کے ساتھ خنساء کی یونیورسٹی آیا تھا۔

خنساء تو کلاس میں تھی ماہم وہاں ثمینہ سے باتیں کرنے لگی۔

چونکہ وہ اکثر عرش کے آفس آتی تھی اسلیے سب اس سے اور اسکے اور عرش کے رشتے سے واقف تھے۔ وہ ماہم کے پیچھے کھڑے تنزیل کو بغور دیکھ رہی تھی۔ اسکی پروقار شخصیت

اس پر چہرے پر سنجیدہ تاثرات اسے جاذب نظر بناتے تھے۔ وہ کسی کو بھی اپنی طرف مرعوب کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ گندمی رنگ اس پر سیاہ آنکھیں , ہلکی ڈاڑھی اس پر اسکا سادہ سا ڈریسنگ سینس -- سادہ مگر اچھا۔

ابھی بھی وہ بلیک بینٹ پر ڈارک براؤن شرٹ پہنا ہوا تھا۔

ماہم بار بار ثمینہ کی نظر تنزیل پر محسوس کررہی تھی ۔اسنے تنزیل کو بھی دیکھا جس کی توجہ ثمینہ کی طرف نہیں تھی بلکہ وہ یونیورسٹی کا جائزہ لے رہا تھا اور تھوڑا بیزار بھی۔

اسکی یہ بیزارگی زیادہ دیر نہیں رہی جب کلاس ختم ہونے پر اسٹوڈینٹس باہر نکلنے لگے۔

تقریباً پوری کلاس کے نکلنے کے بعد خنساء رحمت (دوست) کے ساتھ باہر نکلی۔

تنزیل کو پہچاننے میں دیر نا لگی کہ دونوں میں خنساء کون ہے ایک وجہ پہچان جانے کی یہ تھی کہ بچپن میں وہ خنساء کی ماں کو دیکھ چکا تھا اور وہ ہو بہو ویسی ہی تھی۔ دوسری اسکی گھبراہٹ تیسرا اسکا حسن۔ وہ بلکل ویسا ہی حسن رکھتی تھی جیسا ماہم نے بتایا تھا۔ یا اس سے بھی زیادہ۔

خنساء نے ماہم کو دیکھ کر سلام کیا۔ نظر اوپر اٹھی اپنے سامنے کسی انجان کو خود کو ہی دیکھتے پاکر بری طرح نروس ہوئی۔ جبکہ تنزیل گہری نظروں سے اسکا جائزہ لے رہا تھا اور

اسکی چھوٹی سے چھوٹی حرکت بھی نوٹ کررہا تھا اور اسکا اتنی غور سے دیکھنا ہی تھا جسکی وجہ سے اب اسکے ہاتھ پاؤں میں لرزش ہونے لگی تھی۔ ماہم رحمت سے بات کررہی تھی یہ اسکا بہانہ تھا تاکہ تنزیل خنساء کو دیکھ سکے۔ اور ثمینہ تنزیل کو دیکھ رہی تھی جو خنساء کو دیکھ رہا تھا نجانے کیوں اسے تنزیل کا یوں خنساء کو دیکھنا برا لگا۔

" اسلام و علیکم مس خنساء ۔۔میں تنزیل ابتسام ماہم کا کزن "

اسکی گھبراہٹ بخوبی نوٹ کرتے ہوئے بھی اس نے جان بوجھ کر سلام کیا اور اپنا تعارف کروایا ۔۔ جیب میں ہاتھ ڈالے کھڑا ہوگیا۔ ماہم اسکو یوں بات کرتے دیکھ گڑبڑائی وہ تو خنساء کی دبی شخصیت سے واقف تھی اور اسنے تنزیل کو صرف دیکھنے کہا تھا پر وہ تو بات شروع کرچکا تھا۔

خنساء کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھی وہ تو اسکے دیکھنے پر بری طرح گھبرارہی تھی اور اب اسکا روبرو بات کرنا ۔۔

"آپ جواب نہیں دینگی۔ سلام کا جواب دینا تو مسلمان پر فرض ہے"

اسکے کانپتے ہاتھوں کو غور سے دیکھتے تنزیل نے پھر کہا۔

"تنزیل دل میں بھی جواب دے سکتا ہے انسان "

ماہم نے بات بناتے تنزیل کو گھورا جبکہ یہ نظروں میں اشارے اور وارن کرنا ثمینہ کی سمجھ سے بلکل باہر تھا۔ اور رحمت جا چکی تھی۔

" تو زبان سے جواب دینے میں کیا برائی ہے ماہم-- معذرت لیکن کیا یہ قوت گویائی سے محروم ہیں۔ "

وہ خنساء کی قوت برداشت دیکھ رہا تھا۔ جو اسے ختم ہی لگ رہی تھی۔

"تنزیل"

ماہم نے پھر وارن کیا۔

خنساء نے نم آنکھوں سے ثمینہ کو دیکھا۔ جسے ثمینہ نے سمجھ کر ماہم کو دیکھا جیسے اجازت مانگ رہی ہو ۔ ماہم کے اثبات میں سرہلانے پر وہ خنساء کو لیے آگے بڑھ گئی۔

جبکہ اسکا یوں نم آنکھوں سے ثمینہ سے مدد طلب کرنا تنزیل ابتسام کے دل کو لگا تھا ۔ جتنا ماہم نے بتایا تھا وہ اس سے زیادہ حسین تھی۔

" یہ کیا بدتمیزی تھی تنزیل "

ماہم نے غصے سے گھورا۔

"کیا ؟"

تنزیل شانے اچکاتے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

"میں نے بتایا تھا نا وہ ڈرتی ہے اسکا کانفیڈینٹ لیول زیرو ہے۔ "

ماہم اسکے پیچھے آتی اب بھی غصے میں تھی۔

" وہی چیک کررہا تھا"

ماہم سمجھ نہیں سکی وہ نارمل بات کررہا ہے یا طنز کیا۔

تنزیل گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تو ماہم بھی اسکے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

تنزیل نے گاڑی اسٹارٹ کی اور خاموشی سے ڈرائیو کرنے لگا۔پانچ منٹ خاموشی رہی پھر اس خاموشی کو ماہم نے توڑا۔

" اچھا چھوڑو یہ بتاؤ تمہیں خنساء کیسی لگی ؟"

ماہم نے فخریہ پوچھا جیسے اسے یقین تھا کہ وہ جیت گئی ہے۔

" تم نے صحیح کہا تھا۔ اسے لرزتے ہونٹ , ہاتھ , آنسو , ڈرنا سہمنا اور معصومیت کسی بھی مرد کی پسند بدل سکتے ہیں۔ "

ایک نظر ماہم کو دیکھتے اس نے سنجیدگی سے کہا۔

" کہا تھا نا ۔"

ماہم فخریہ مسکرائی۔

" ہممم پھر میں یہی سوچ رہا ہوں اب تک عرش کی پسند کیوں نہیں بدلی۔ "

ماہم کی مسکراہٹ سمٹی۔

" تمہاری اس بکواس کا کیا مطلب سمجھوں میں ؟"

ماہم حد درجہ سنجیدہ تھی۔

" مطلب صاف ہے ۔ عرش بھی تو مرد ہے۔ اور خنساء اسکے گھر میں رہتی ہے۔ محبت سے زیادہ عادت جان لیوا ہوتی ہے۔ "

وہ اسکو سادے الفاظ میں وارن کررہا تھا۔

" وہ اسکو اس نظر سے نہیں دیکھتا۔ "

ماہم نے جتا کر کہا پر وہ یہ بھی نا بول سکی کے عرش اسے بہن کی نظر سے دیکھتا ہے کیونکہ یہ بات عرش اس پر واضح کرچکا تھا کہ وہ خنساء کو بہن کے نظریے سے نہیں دیکھتا۔

" جس طرح میرا نظریہ بدلا اسکا بھی بدل سکتا ہے "

جواب حاضر تھا۔

" وہ مجھ سے محبت کرتا ہے "

ماہم نے بولا تو پر اسے کچھ

عجیب لگا یہ تو صرف وہ سمجھتی تھی کیونکہ عرش نے اسکا پرپوزل ایکسیپٹ کیا تھا لیکن کبھی اسنے خود سے تو محبت کا اظہار نہیں کیا --

" میں نے ابھی کہا محبت سے زیادہ عادت جان لیوا ہوتی ہے۔ اور ویسے بھی میں نکاح سے پہلے محبت پر یقین نہیں رکھتا ۔"

جتنی آسانی سے اسنے یہ بات کہی تھی نہیں جانتا تھا آنے والے وقت میں وہ بھی محبت کر بیٹھے گا۔

" ہم یہاں خنساء کے بارے میں بات کررہے ہیں تنزیل اگر تمہیں نہیں کرنی اس سے شادی تو صاف منع کرو ۔ فضول بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ "

ماہم کے تاثرات سخت تھے۔

" نہیں ایسی بات نہیں ہے پر خنساہ نارمل نہیں ہے۔ اسکی کوئی شخصیت ہی نہیں ہے۔ "

سنجیدگی سے کہا۔

" کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟"

ماہم نے ماتھے پر بل ڈالے پوچھا۔

تنزیل نے روڈ کی ایک طرف گاڑی روکی۔

" مطلب صاف ہے ماہم۔ وہ بے حد حسین ہے اس میں کوئی شک نہیں پر اسے نارمل لڑکی نہیں کہا جاسکتا ۔ جو لڑکی کسی کے سامنے کھڑے ہوکر بات نہیں کرسکتی تم اسے نارمل کہتی ہو؟ ڈر و خوف ایک الگ چیز ہے پر اسکی شخصیت بہت بری طرح متاثر ہے۔ خوداعتمادی تو بہت دور کی بات ہے بلکہ۔۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رکا۔

" سیدھی بات یہ ہے ماہم کے وجہ عرش رہا ہو یا کوئی اور وہ مینٹلی ان اسٹیبل ہے اور اگر ایسا ہی رہا اور عرش نے اسکو کسی اچھے سائیکولجسٹ کو نہیں دکھایا تو پوسیبل ہے وہ مکملی پاگل ہوجائے۔ "

تنزیل نے سنجیدگی سے اپنی بات مکمل کی۔ لیکن ماہم آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی۔

پھر صدمے سے نکلی تو ماتھے پر کئی بل پڑے۔

" تمہارا دماغ ٹھیک ہے ۔ ؟ تم خنساء کو پاگل کہہ رہے ہو ؟ اگر عرش کو پتا چلا نا تو تمہیں پاگل خانے بھجوا دیگا۔ وہ اپنی فیملی کے لیے پوزیسو ہے بہت۔ اور وہ پاگل نہیں ہے بس کبھی باہر نہیں نکلی اس لیے ایسی ہے۔ "

" تو پھر اسکا مطلب ہے کہ وہ سچائی جانتے ہوئے بھی جھٹلا رہا ہے۔ وہ کوئی بچہ نہیں ہے جو اسکی حالت نا سمجھ سکے۔ مجھے اس سے شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے اگر عرش ایک بار خنساء کو ڈاک۔۔۔!"

" تم پاگل ہو ؟ تم بولو گے یہ بات اسے یا میں۔ ؟ تمہارے ساتھ وہ مجھے بھی نہیں چھوڑیگا۔ "

تنزیل کی بات کاٹتے وہ روانی میں بول گئی پر بولنے کے بعد احساس ہوا غلط بول گئی۔

" تمہیں نہیں چھوڑیگا مطلب ؟ کچھ دیر پہلے تو تم کہہ رہی تھیں کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے -- اور اب خنساء کے لیے تمہیں نہیں چھوڑیگا -- یا تو تم بے وقوف ہو یا جان بوجھ کے بن رہی ہو۔ "

پہلے وہ طنزیہ ہنسا پھر ماہم پر طنز کیا۔ ساتھ ہی نظروں کے سامنے خنساء کا نم آنکھوں سے ثمینہ کو دیکھنا یاد آیا ۔

"تم خنساء اور عرش کو مت ملاؤ تنزیل ۔ ایسا کچھ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو یا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کررہے ہو۔ "

ماہم کی آنکھیں غصے کی شدت سے سرخ ہوئیں۔

" اور اگر میں ثابت کرنے میں کامیاب ہوگیا پھر ؟ میں بس اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ زندگی کا لمحہ لمحہ قیمتی ہے اور تم دو سال ضائع کرچکی اور وہ اب بھی تمہیں ٹال رہا ہے خنساء کے نام پر نا وہ خنساء کی شادی ک۔۔۔!"

" اگر تم ثابت کرنے میں کامیاب ہوئے تو میں پیچھے ہٹ جاؤنگی۔ "

تنزیل کی بات بیچ میں کاٹتے وہ روندھی آواز میں بولی۔ تنزیل کی باتوں پر ناچاہتے ہوئے بھی وہ قائل ہورہی تھی۔ اور اس بات پر ڈر بھی تھا کہ کہیں تنزیل کامیاب نا ہوجائے۔ تنزیل نے اسے سنجیدگی سے دیکھا وہ اسکی تکلیف سمجھ رہا تھا۔ پر یہ ساری زندگی کی تکلیف سے بہتر تھی۔ کچھ سوچتے اسنے اثبات میں سر ہلایا۔ خنساء کا چہرہ زہن سے جھٹک کر گاڑی واپس اسٹارٹ کی ۔ ماہم کھڑکی سے باہر دیکھتے آنسو روکنے کی کوشش کررہی تھی۔

گاڑی میں ایک بار پھر خاموشی تھی۔

****

" تم دونوں مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

وہ کافی دیر سے نوٹ کررہی تھی کہ آئمہ اور رائمہ اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی ہیں۔

"آپ سے ایک فیور چاہیے تھی -- اور ہمیں یقین ہیں آپ منع نہیں کرینگی کیونکہ اس میں فائدہ آپ کا بھی ہوگا۔ "

رائمہ نے تمہید باندھی۔

" مجھے تم لوگوں کی باتیں مشکوک لگ رہی ہیں۔ "

خنساء نے دونوں کو مشکوک نظروں سے دیکھا۔

" دیکھیں آپی ہماری بات بہت توجہ سے سنیے گا۔

آئمہ اور رائمہ آگے ہوئیں اور رازدانہ انداز میں کہا۔

" بات یہ ہے کہ دیکھیں آپ باہر پڑھنے جارہی ہیں کبھی کوئی اونچ نیچ ہوسکتی ہے مطلب ایمرجنسی۔ ایسے میں آپ کیا کرینگی۔ ؟"

آئمہ نے سمجھداری سے پوچھا۔

" کیا کرونگی ؟"

خنساء نے الٹا سوال پوچھا۔

" ظاہر سی بات ہے آپ بھائی کو فون کرینگی۔ "

رائمہ نے بولا۔ لیکن بولتے ہوئے خود کے اندر سے ہی آواز آئی جھوٹ۔۔ کیونکہ حقیقت میں تو خنساء نے خوف سے بے ہوش ہوجاناتھا یا پھر عرش کو کال کرنے کے نام سے ہی۔

" اچھا۔ "

اسے سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہے اسلیے یہی کہہ دیا۔لیکن اب تک وہ انکا مدعا سمجھنے میں ناکام رہی تھی۔

" تو فون کیسے کرینگی؟"

آئمہ نے آئبرو اچکاتے پوچھا۔

" کیسے کرونگی ؟"

خنساء نے پھر الٹا سوال کیا۔رائمہ آئمہ نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ انکا دل کیا اپنا سر پیٹ لیں۔

" ظاہر سی بات ہے آپی فون سے کرینگی نا۔۔ اور کرینگی تب جب فون ہوگا۔ تو ہمارا سمپل مدعا یہ ہے آپ بھائی سے فون مانگیں ۔۔ ان سے کہیں کے آپکی آن لائن کلاسس بھی ہوتی ہیں اسلیے موبائل اور انٹرنیٹ کی ضرورت ہے۔ "

رائمہ نے مزید بات کو کھینچے سیدھی طرح اپنا مقصد بیان کیا۔ جبکہ خنساء آنکھیں پھیلائے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

" سوچنا بھی نہیں کہ میں موبائل مانگونگی۔۔ اگر مجھے کوئی ایمرجنسی ہوئی تو ثمینہ کے پاس فون ہے وہ کرلینگی۔ "

خنساء نے فورا دونوں کو گھورا اور اپنا فیصلہ سنایا۔

"آپی تو پھر ہمارے خاطر مانگ لیں۔۔ "

آئمہ ایموشنل بلیک میلنگ پر آئی۔

" نہیں میں بلکل نہیں مانگونگی

۔ میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تم دونوں اپنے مطلب کے لیے آئی ہو۔ "

خنساء نے جھڑکا۔

" صحیح کہہ رہی ہیں۔ ویسے بھی ہمارا ہے کون۔ بنا ماں باپ کے بچے ہیں ہم۔۔ کوئی ہم سے پیار بھی نہیں کرتا۔ہماری ننھی منھی جائز خواہشات کا بے دردی سے گلا گھونٹ دیا جاتا ہے۔۔ "

رائمہ نے آنکھوں میں آنسو لاتے کہا جبکہ آئمہ اسکی اداکاری پر ایک بار خود بھی صحیح سمجھی۔

۔

" ایسی بات نہیں ہے رائمہ میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں ۔ پر تم جانتی ہو ۔۔ میں ایسا نہیں کرسکتی۔ "

خنساء اسے چپ کروانے کے بجائے خود بھی رونے لگی۔ اسکو روتا دیکھ آئمہ اور رائمہ بوکھلا گئیں ۔ ۔

"آپی پلیز روئیں تو نہیں۔۔ ہمارا وہ مطلب نہیں تھا۔ "

آئمہ فورا خنساء کے قریب ہوئی۔۔

" میں بھی تو بنا ماں باپ کی بیٹی ہوں اور میں بھی تو تم لوگوں کی طرح ہی ہوں۔۔ میری کون سنتا ہے۔ میں تو عرش کے سامنے بھی نہیں جاسکتی۔ مجھے ان سے ڈر لگتا ہے۔"

وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔ رائمہ اور آئمہ جو اپنی بات منوانے آئیں تھیں اب اپنے آپ کو ملامت کررہی تھیں۔

جبکہ خنساء کے کمرے کے دروازے پر ہینڈل پکڑے عرش خنساء کے منہ سے اپنا نام سن کے ٹھہر گیا تھا۔ خنساء نے کبھی اسکا نام نہیں لیا تھا۔ یا تو وہ بھائی بولتی تھی جس

سے وہ بری طرح جھڑک دیتا تھا یا زیادہ تر تو وہ اس سے مخاطب ہی نہیں ہوتی تھی۔ نام پکارنا تو دور کی بات ہے۔۔

" اچھا آپ رونا بند کریں ورنہ ہم عرش بھائی کو بلا لینگے"

آئمہ کا کہنا تھا کہ وہ آنکھیں پھیلائے آئمہ کو دیکھنے لگی۔

" نکلو میرے کمرے سے۔ تم لوگوں سے ہمدردی ہی نہیں کرنی چاہیے۔ مجھ سے چار سال چھوٹی ہو تم دونوں ۔۔ اور اپنی بڑی بہن کو دھمکی دے رہی ہو۔ "

وہ غصے سے بولی۔ کمرے کے باہر کھڑے عرش نے حیرت سے دروازے کو دیکھا۔ ہونٹوں کو نیچے کی طرف مسکراہٹ میں دھال کر حیرت کا اظہار کیا۔ اسنے تو اب تک ڈری سہمی خنساء دیکھی تھی۔ خنساء بولتی تھی بلکہ غصہ بھی کرتی تھی یہ اسے ابھی معلوم ہوا تھا۔ اور یہ بھی کے آئمہ رائمہ اسے عرش کے نام سے بلیک میل کرتی ہیں۔

" چار نہیں ساڑھے تین سال۔ "

رائمہ کی بے تکی بات پر آئمہ نے اسے گھورا جبکہ خنساء نے اپنی تکیہ اٹھا کر زور سے اسے مارا۔

" نکلو میرے کمرے سے ابھی کے ابھی۔"

خنساء نے پھر غصے سے کہا تو آئمہ رائمہ کو اٹھنا پڑا۔

"دیکھیے گا بھائی آئینگے آپکے خواب میں۔ وہ بھی چار سنگ لگا کر۔ "

آئمہ نے ہنستے ہوئے چھیڑا۔

عرش جو کب مسکرانے لگا اسے معلوم نہیں پڑا۔ پھر ایک نظر دروازے پر ڈال کے وہ پلٹ گیا۔

غصے سے خنساء کی آنکھیں پھر آنسوؤں سے بھرنے لگی تھیں۔

" ارے مزاق کررہے تھے آپی یار۔

حد ہے ویسے -- اچھا روئیں نہیں ان شاءاللہ آپ کے خواب میں رِشی آئیگا -- وہ بھی اسموکنگ کرتا ہوا۔ "

رائمہ اپنی جون میں بولتی مسکرادی۔ آئمہ نے اسکی پیٹھ پر دھب لگائی کیونکہ خنساء پھر انہیں غصے سے گھور رہی تھی۔ پھر مسکرا کر ہاتھ ہلا کر خنساء کو گڈ نائٹ کہنے میں ہی عافیت جان کر وہ دونوں کمرے سے نکل گئیں۔

" کہا تھا نا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ وہ بھوکی بھی مرہی ہوں تو بھائی سے روٹی طلب نہیں کرینگی موبائل تو دور کی بات ہے -- "

آئمہ منہ بناتے بولی۔۔ اپنے منصوبے کے شروع ہونے سے پہلے ناکام ہوتے دیکھ وہ دکھی ہوئی۔۔

" ایسے کیسے فیل ہوجائیگا۔۔ "

رائمہ نے مسکرا کر آنکھ دبائی اور اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔

" کیا چل رہا ہے تمہارے دماغ میں بتاؤ مجھے۔۔"

آئمہ نے مشکوک نظروں سے گھورا۔

" ادھر بیٹھو۔ دیکھو عرش بھائی یہ بات جانتے ہیں کہ خنساء آپی کبھی ان سے بات کرنے کی ہمت نہیں کرسکتیں ۔"

"تو ؟"

آئمہ نے آئبرو اچکائی۔

" تو یہ کہ ہم خنساء آپی کے نام سے ایک درخواست لکھ کر بھائی کے روم میں رکھینگے۔ جس میں موبائل کی ڈیمانڈ ہوگی ۔ "

رائمہ نے مسکرا کر بتایا اور خود کے بنائے پلین پر عمل کرتے رائٹنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔ اور پین اور نوٹ بک اٹھائی۔

"تمہارا دماغ خراب ہے ؟-- بھائی رائٹنگ پہچان جائینگے۔ "

آئمہ نے جھڑکا۔

"کیسے پہچان لینگے ؟ انہوں نے آج تک کبھی ہماری نوٹ بکس کھول کر دیکھی ہیں۔؟"

رائمہ نے آئبرو اچکاتے پوچھا۔

"نہیں---

بہت سوچ کر جواب دیا۔

لیکن اگر خنساء آپی نے بتا دیا تو ؟"

آئمہ نے خدشہ ظاہر کیا۔

"وہ عرش بھائی کے سامنے زبان نہیں کھول پاتیں ۔ کانپنے لگتی ہیں ۔ وہ بھائی کو جاکر ہماری شکایت کرینگی ؟"

رائمہ نے حیرت کا اظہار کیا۔ آئمہ کو بھی اسکی بات ٹھیک لگی۔ آئمہ کے خاموش رہنے پر رائمہ نے نوٹ بک میں سے ایک پیپر پھاڑا اور اس پر لکھنے لگی۔

"اس---اسلام--اسلام و علیکم-- بھ--بھائی--

مم--میری۔ یونی-- میں-- آن--آنلائن--کک--کلاسس ---کک--کے --لیے--"

" یہ کیا لکھ رہی ہو؟"

رائمہ کو عجیب و غریب طریقے سے لکھتے دیکھ آئمہ پریشانی سے بولی۔

" خنساء آپی ان کے سامنے ایسے ہی تو بولتی ہیں نا اٹک اٹک کے۔ "

رائمہ نے اسکی عقل پر ماتم کیا جبکہ آئمہ صرف اسے دیکھتی رہی پھر غصے سے اسکے ہاتھ سے پیپر جھنپٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔

" جاہل۔۔ ابھی وہ بھائی کے سامنے کھڑے ہوکر بات نہیں کررہی ۔۔ درخواست لکھ کر ہی اسی لیے دے رہی ہیں کیونکہ بات نہیں کرسکتیں۔ "

کہتے ساتھ وہ رائمہ کے ساتھ بیڈ پر بیٹھی اسکے ہاتھ سے پین کاپی لی۔ کاپی میں سے ایک پیپر پھاڑ کر اس پر خط لکھنے لگی۔

خط لکھنے کے بعد اسے دونوں نے ایک ایک بار پڑھ کر تسلی کی اور فولڈ کرکے کھڑی ہوگئیں۔

" میں یہاں کھڑی دیکھ رہی ہوں۔ بھائی کے کمرے کی لائٹ جل رہی ہے فورا جاؤ۔ اور دروازے کے نیچے ڈال کر آجاؤ۔۔۔"

رائمہ کے کہنے پر آئمہ نے اسے گھورا۔

" میں کیوں جاؤں ؟ تم جاؤ۔۔اگر پکڑے گئے تو ؟"

آئمہ نے پیپر رائمہ کی طرف بڑھایا۔

" میں چھوٹی ہوں یار"

رائمہ نے معصومیت سے کہا۔

" صرف دس منٹ "

جواب فورا آیا۔

" اگر پکڑے گئے تو بول دینا خنساء آپی نے دینے کو کہا تھا۔ "

آئمہ نے اسے گھورا ۔ جانتی تھی وہ خود جائیگی نہیں اور جب تک آئمہ نہیں جاتی وہ چھوڑے گی بھی نہیں۔

دھڑکتے دل پر قابو پاتے وہ اوپر فلور کی طرف بڑھی۔ جو بھی تھا پیچھے جو بھی کریں سامنے کچھ کرنے کی ہمت نہیں رکھتی تھیں۔ ۔ آہستہ آہستہ پہلے فلور پر آئی عرش کے کمرے کی لائٹ بند ہوچکی تھی۔ شکر کا سانس لیتے اسنے وہ لیٹر دروازے سے نیچے ڈال دیا۔ اور فورا نیچے بھاگی ۔ اگلی سانس اس نے اپنے کمرے میں جاکر لی۔۔۔

صبح فجر میں الارم سے اسکی آنکھ کھلی۔ کافی دیر اندھیرے میں آنکھیں بند کیے وہ بیٹھا رہا پھر بڑی مشکل سے اپنی آنکھیں کھولیں۔ وہ رات کو جلدی سوتا تھا۔ زہنی تھکاوٹ اتنی تھی کہ نیند میں بھی اسکے زہن میں سوچیں چلتی تھیں۔

اسی وجہ سے وہ نیند کی گولی کھا کر سوتا تھا۔ یہ اب اسکے روٹین میں شامل تھا۔

دوا کا اثر تھا کہ اٹھنے کے بعد بھی غنودگی رہتی تھی۔

کمفرٹر پرے کرتے اسنے پاؤں بیڈ سے نیچے رکھے اور لیمپ جلایا۔

گھڑی میں وقت دیکھا ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔

انگڑائی لیتے اسنے گہری سانس لی اور باتھروم چلا گیا۔

وضو کرکے کمرے میں ہی نماز ادا کی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے برابر میں بک شیلف رکھا تھا۔ جس میں دو قرآن پاک تھے۔ ایک ترجمے والا اور ایک بنا ترجمے والا۔ اور چار پانچ دینی کتابیں تھیں جو وہ اپنے فارغ وقت میں پڑھتا تھا۔

بنا ترجمے والا قرآن پاک نکال کر اسنے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا۔

یہ اسکی ڈیلی روٹین تھی۔

آدھا سپارہ پڑھ کر اسنے دعا کی اور ہمیشہ کی طرح اپنے سب مرحوم گھر والوں کے لیے سوائے چچی کے دعائے مغفرت کی۔ اپنی بہنوں اور خنساء کے اچھے نصیب کی دعا مانگ کر اٹھ گیا۔ ۔ الماری سے ٹراؤزر اور ٹی شرٹ نکال کر چینج کیا اب وہ جاگنگ پر جانے والا تھا پھر وہاں سے جم ۔ ۔ صبح کی روشنی پھیل چکی تھی۔ اسنے اے سی بند کیااور باہر کی طرف بڑھ گیا۔

نظر دروازے کے سامنے پڑی تو وہاں ایک کاغذ پڑا تھا۔

وہ کاغذ اٹھایا اور کھولا تو اندر درخواست لکھی تھی۔

جس میں موبائل کا مطالبہ تھا اور ساتھ ہی انٹر نیٹ کا۔

اور وجوہات بھی بتائی گئی تھیں۔ اسنے گہری سانس لے کر درخواست کا پرچہ ٹیبل پر رکھا اور کمرے سے نکل گیا۔

****

" میں اندر آجاؤں ؟"

وہ آفس میں بیٹھا فائل پر جھکا پینسل سے کچھ مارک کررہا تھا۔ ماہم نے گلاس ڈور پر دستک دیتے پوچھا۔

" تمہیں کب سے اجازت لینے کی ضرورت پڑگئی محترمہ -- اندر آجاؤ۔"

عرش نے اسے دیکھ کر مسکراہٹ پاس کی اور واپس فائل پر جھک گیا۔

" نہیں -- میں نے سوچا کیا معلوم تمہیں برا لگتا ہو۔"

ماہم نے نامحسوس طنز کیا جو عرش نے محسوس نہیں کیا۔وہ سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔

" بڑی جلدی برا لگنے کا خیال آیا۔"

عرش نے ہنستے ہوئے مزاق کیا تھا پر ماہم کو یہ طنز لگا۔

" اگر تمہیں برا لگتا تھا تو بتادیتے۔ "

اسکے لہجے میں سنجیدگی محسوس کرتے عرش نے فائل سے نظریں اٹھا کر دیکھا۔

" میں مزاق کررہا تھا ماہم۔ تم جب چاہو آسکتی ہو تم اجازت کی محتاج نہیں ہو۔ "

عرش نے اسکے چہرے پر رقم سنجیدگی دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ ماہم نے اثبات میں سرہلایا ۔وہ مسکرا کر واپس سر جھکا گیا۔

" لگتا ہے بہت مصروف ہو-- میں بعد میں آجاؤنگی۔ "

اسکو پھر سے مصروف دیکھ وہ کرسی سے اٹھنے لگی۔

" ارے ماہم۔۔آج کیسی بچوں جیسی حرکتیں کررہی ہو ؟ یار صرف دو منٹ دو مجھے ایک دو پوائنٹس مارک کرنے ہیں پھر میں فری ہوں"

اسے ماہم کا رویہ بہت عجیب لگا۔

" ہممم۔"

وہ کرسی پر واپس بیٹھ گئی۔ عرش نے سکون کا سانس لیتے اسے دو منٹ کا اشارہ کیا پھر واپس فائل پر جھک گیا۔

ماہم اسے بغور دیکھنے لگی۔

سانولہ صاف رنگ , ہلکی بیئرڈ , کھڑی ناک اور اسکی آنکھیں۔ وہ اسکی آنکھیں بغور دیکھنے لگی۔اسکی آنکھیں سیاہ تھیں پر اس پر جھکی پلکوں کی جھالر اسکی آنکھوں کو خوبصورت بناتی تھی۔ اسکی پلکیں عموماً مردوں سے لمبی تھیں۔ بلکہ لڑکیوں سے بھی لمبی کہہ سکتے تھے۔ گھنی مڑی پلکیں جو مردوں میں کم ہی دیکھی تھی اسنے۔ اسکے ہونٹ گلابی تھے۔ وہ اسموکنگ نہیں کرتا تھا۔

جیل سے سیٹ بال ۔ وہ عام مردوں جیسا ہی تھا۔ ہینڈسم , وجیہ رعب دار پرسنیلیٹی لیکن یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی ۔ ایسی شخصیات تو ماہم کے خاندان میں بھری پڑی تھیں اور نا تو وہ کوئی اتنا زیادہ حسین تھا کہ لڑکیاں اسکو پانے کے لیے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ دیں ۔ پھر ایسی کیا بات تھی اس میں کہ ماہم کو وہی پسند آیا اور محبت بھی ہوگئی۔

" ماہم میں نے دو منٹ مانگے ہیں یار"

وہ جھنجھلایا۔

" ہاں تو ؟"

اسکی آواز پر ماہم چونکی۔

" تم مجھے ایسے دیکھوگی تو میں کام نہیں کرپاؤنگا۔"

" اوکے نہیں دیکھ رہی تم کام کرو۔ "

ماہم نے ہونٹوں پر ہاتھ ٹکا کر نظریں پھیر لیں۔ عرش نے ایک نظر اسے دیکھا پھر واپس فائل پر جھک گیا۔

****

" بس ہوگیا۔ بتاؤ کافی پیوگی یا چائے ؟"

عرش نے فائل بند کرکے ٹیبل پر رکھی۔ اور مسکرا کر ٹیبل پر ہاتھ رکھے جھکا۔

" چائے"

"یعنی میری طرح سڑو بننا ہے ؟"

ماہم اسکی بات پرمسکرائی۔

چائے آرڈر کرکے اسنے ماہم کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

" ایسے کیا دیکھ رہی ہو ماہم ؟"

سنجیدگی سے پوچھا۔

"آئمہ اور رائمہ تمہاری زندگی میں کیا حیثیت رکھتی ہیں عرش؟"

ماہم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

" میری زندگی بستی ہے ان دونوں میں۔۔"

لمحے کی دیر لگائے بغیر اسنے مسکرا کر جواب دیا ۔ رائمہ آئمہ کے نام پر عرش کو انکی کارگزاریاں یاد آتی تھیں جس پر پہلے تو اسے غصہ آتا تھا لیکن بعد میں سوچ سوچ کر اسے اپنی زندگی رنگین لگتی تھی۔ ماہم مسکرائی۔

" اور خنساء ؟"

عرش کی مسکراہٹ سمٹی۔۔

" امانت ہے اور زمہ داری۔ "

یہ جواب بھی اسنے لمحے کی دیر لگائے بغیر دیا۔

" بچپن سے ساتھ ہے محبت نہیں ہوئی۔۔ ؟"

وہ عرش کے تاثرات جانچ رہی تھی۔

" تم وجوہات جانتی ہو۔ اسکے اندر مجھے پچی نظر آتی ہیں پھر مجھے اس سے محبت کیا ہمدردی بھی محسوس نہیں ہوتی۔ "

" نفرت محسوس ہوتی ہے پھر ؟"

ماہم کی طرف سے ایک اور سوال آیا۔

" نہیں۔ اس معاملے میں بھی میں مجبور ہوں۔ میں چاہ کر بھی اس سے نفرت نہیں کرپاتا۔ "

یہ بھی اس نے سچ کہا تھا۔

اپنے باپ کی لاکھ نصیحتوں اور دل میں نفرت بھرنے کے باوجود بھی وہ خنساء سے نفرت کرنے میں ناکام رہا تھا۔

" جس طرح لاکھ کوشش کے باوجود نفرت نہیں کرسکے تو ممکن ہے کہ لاکھ خود کو روکنے کی کوشش کے باوجود محبت ہوجائے۔"

ماہم جو کب سے اسکے تاثرات دیکھ رہی تھی جو اب تک سپاٹ تھے اب بدلے تھے ۔ چہرہ سرخ ہوا تھا۔

وہ خاموش رہا ۔۔ وہ غصے سے خاموش نہیں تھا بلکہ ماہم نے اسے لاجواب کردیا تھا۔ اب وہ کیسے بتاتا کہ یہ کوشش بھی اس نے کی تھی اور اس میں بھی وہ بری طرح ناکام رہا تھا۔

وہ تو بہت پہلے سے جانتا تھا کہ کوشش کے باوجود نا وہ خنساء سے نفرت کرسکتا ہے نا وہ خنساء کی محبت کو دل سے نکال سکتا ہے۔

اس پر تو اسکے جذبات اسکے ماں باپ کے زندہ رہتے ہی ظاہر ہوچکے تھے جن پر وہ اب تک اپنی نفرت اور زمہ داری کا خول چڑھاتے آیا تھا تاکہ خود پر حاوی نا ہوجائے۔

جبکہ ماہم کو اسکی یہ خاموشی بری طرح چبھی تھی۔

وہ سمجھی تھی عرش کوئی صفائی دے گا۔ یا کچھ ایسا کہے گا جس سے وہ مطمئن ہوجائے۔۔

" تمہیں اسکی عادت ہوگئی ہے نا ؟"

تنزیل کی بات جو اسکے زہن پر ہتھوڑے برسارہی تھی اسنے وہ بھی بول دی۔

عرش نے اسے نا سمجھی سے دیکھا۔

" میرا کوئی غلط مطلب نہیں ۔ وہ بچپن سے تمہارے ساتھ رہ رہی ہے تو عادت ہوگئی ہوگی نا ؟"

ماہم نے اپنی بات کی وضاحت دی۔

" عادت تو گھر میں پالے جانور کی بھی ہوجاتی ہے۔ "

عرش نے اپنی بات سے یہ ظاہر کیا تھا کہ اسکی نظر میں خنساء کی کوئی اہمیت نہیں ۔ جبکہ ماہم نے یہ بات سے جو سمجھا وہ یہی تھا کہ اسنے اقرار کیا ہے-- اسنے یہ نہیں کہا کہ عادت نہیں ہوئی۔ اسنے یہ کہا کہ عادت تو گھر میں پالے جانور سے بھی ہوجاتی ہے تو خنساء کی بھی ہوگئی۔ ۔

ماہم پھیکا سا مسکرائی۔ وہ رو بھی نہیں سکتی تھی۔

" ماہم --- اگر تم خنساء کو لے کر انسیکیور ہو تو تمہاری انسیکیورٹی غلط ہے -- اگر مجھے خنساء سے محبت بھی ہوگئی تو میری زندگی میں شامل صرف ماہم ہی ہوگی۔ "

عرش نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ سچ کہہ رہا تھا۔

" یعنی اس سے محبت ہوجائے گی۔؟ "

عرش اسکی بات پر ہنسا۔ اب کیا کہتا محبت تو بہت پہلے سے ہی تھی۔

" تمہیں یہی ڈر ہے نا کہ مجھے خنساء سے محبت ہوجائیگی تو میں تمہیں چھوڑ دونگا۔ اسلیے میں نے یہ مثال دی کہ اگر محبت بھی ہوگئی تب بھی تمہاری جگہ وہ نہیں آئےگی۔ میں ظالم نہیں ہوں جو تمہیں دو سال اپنے انتظار میں بٹھا کر پیچھے ہٹ جاؤں۔ "

ماہم نے اثبات میں سر ہلایا۔دل پر سے بوجھ ہٹا تھا۔

" لیکن میں تمہارے ڈر کی وجہ سے خنساء کہ لیے غلط فیصلہ نہیں لے سکتا۔ "

عرش نے ساتھ ساتھ جتایا۔

ماہم مسکرائی۔ اب بحث کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا ۔ وہ دوٹوک ساری بات کلیئر کرچکا تھا۔ اور اسکی آنکھیں اور لہجے کی پختگی اس بات کی گواہ تھی کہ وہ سچا ہے"

****

" مولوی صاحب آپ سے بات کرنی تھی۔ "

مولوی صدیق حسین کوئی سیاسی بحث سن رہے تھے جب فردوس انکے برابر میں بیٹھیں ۔

" کہیے۔ "

نظریں ٹی وی کی طرف ہی تھیں۔

" اقراء کے متعلق تھی۔ "

صدیق حسین نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر فردوس کو دیکھا۔ پھر نظریں واپس ٹی وی کیطرف کرلیں۔

" میں سن رہا ہوں فردوس۔۔"

"آپا نے مجھ سے فراز کے لیے اقراء کا رشتہ طلب کیا ہے۔ "

وہ بول کے رکی۔

صدیق حسین نے چونک کر انہیں دیکھا پھر خود کو نارمل کرتے اثبات میں سر ہلایا۔

" مجھے اچھا لگتا ہے فراز ۔آپ بھی جانتے ہیں کسی بری چیز میں نہیں ہے ۔۔ سلجھا ہوا سمجھدار بڑھا لکھا ہے۔ پانچ وقت کا نمازی ہے گھر کی زمہ داری بھی بہت اچھے سے سنبھالی ہے۔ شکل و صورت کا بھی خوبرو ہے ماشاءاللہ۔ "

فردوس بیگم نے اپنی رضامندی سامنے رکھی۔

" ماشاء اللہ۔ "

مولوی صاحب نے کہا۔

"آپ کیا کہتے ہیں۔؟ "

انکے ماشاءاللہ کہنے سے فردوس بیگم کو سکون ملا ۔۔ یعنی وہ راضی تھے ۔

" فراز بہت اچھا بچہ ہے اس بات میں کوئی شک نہیں ۔ پانچ وقت کا نمازی بھی ہے۔

اللہ اسے کامیاب کرے۔ لیکن آپ آپا کو منع کردیں۔۔ "

انہوں نے سادہ سے انداز میں کہا جبکہ فردوس کے ماتھے پر بل پڑے جسے بمشکل درست کیا۔

" کیوں ؟ جب کوئی برائی نہیں تو منع کیوں ؟"

" کیونکہ میں اقراء کا رشتہ پہلے ہی پکا کرچکا ہوں۔ "

ایک نہایت برا ترین انکشاف تھا۔ جنہوں نے فردوس کے دل کو ہی مسوس کے رکھ دیا تھا ۔ اقراء تو پھر ۔۔۔۔!

" کب اور کس سے ؟ آپ نے مجھے بتایا بھی نہیں۔ "

فردوس نے صدمے سے پوچھا۔

" میں بتانے والا تھا زہن سے نکل گیا۔ "

" اتنی بڑی بات آپ کے زہن سے کیسے نکل گئی مولوی صاحب۔ وہ بیٹی ہے میری ۔

اسکی زندگی کے بارے میں جاننے کا حق ہے میرا"

انکی آواز میں غصہ شامل تھا۔

" لہجہ دھیمے رکھیں فردوس --- اور یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ میں نے کونسا

غیروں میں کیا ہے جو آپ اتنا پریشان ہورہی ہیں ۔ "

صدیق حسین نے ماتھے پر بل ڈالے سخت لہجے میں کہا۔

" کس سے کیا ہے آپ نے رشتہ پکا؟"

انکا دل بری طرح کھٹکا۔

" عبدالباری۔۔"

صدیق حسین نے نام لیا جبکہ فردوس صرف ایک یہی نام نہیں سننا چاہتی تھیں۔

" وہ عبدالباری کو پسند نہیں کرتی۔"

انہوں نے احساس دلانا چاہا۔

"نکاح سے پہلے پسند کرنا بھی نہیں چاہیے ۔ "

اطمینان سے جواب آیا۔

" میں اسکی ماں ہوں۔ آپکو ایک بار ہاں کرنے سے پہلے مجھ سے مشورہ کرنا چاہیے تھا۔ "

نم آنکھوں سے کہا۔

" مشورہ میں جب کرتا جب بھائی مجھ سے پوچھتے۔ انہوں نے تو فیصلہ سنایا ہے کہ وہ اقراء کو اپنی بیٹی بنانا چاہتے ہیں اور میں انکا مان نہیں توڑ سکتا۔ اور عبدالباری میں کوئی ایسی برائی بھی نہیں۔ "

سنجیدگی سے کہتے انہوں نے ٹی وی بند کیا۔

"آپا نے بھی بہت مان سے مانگا ہے اسے۔ اور فراز عبدالباری سے کئی گنا زیادہ اچھا ہے۔ "

وہ اس معاملے میں خاموش نہیں ہوسکتی تھیں بات یہاں اقراء کی زندگی کی تھی۔

"بات کو بلاوجہ بڑھانے کی ضرورت نہیں فردوس بیگم۔

میں پہلے ہی اقراء کی بات پکی کرچکا ہوں ورنہ سوچ لیتے اس بارے میں۔ "

انہوں نے حتمی کہا۔

" میری نہیں تو اقراء کی مرضی پوچھ لیتے۔ اسکی زندگی ہے اسکی رائے اہمیت رکھتی ہے۔

"

فردوس نے احساس دلانا چاہا۔

" میں نے کہا نا کہ انہوں نے پوچھا نہیں تھا فیصلہ سنایا تھا کہ وہ اقراء کو اپنی بیٹی بنانا چاہتے ہیں۔ "

" میری اقراء کوئی چیز نہیں ہے مولوی صاحب جو کسی کے زبردستی کے فیصلوں کے بھینٹ چڑھ جائے۔ وہ عبدالباری کو بلکل پسند نہیں کرتی۔آپ اس رشتے سے منع کردیں۔ اور فراز کے رشتے پر غور کریں۔ وہ فراز کو پسند کرتی ہے۔ "

زندگی میں پہلی بار فردوس نے اتنی بحث کی تھی۔

انہوں نے اقراء کی پسند بھی سامنے رکھ دی تھی تاکہ وہ اپنا فیصلہ بدل دیں۔

" کیا کہا آپ نے اقراء فراز کو پسند کرتی ہے ؟"

انہوں نے ساری بات چھوڑ کر صرف یہی بات پکڑی۔

" جی۔ "

فردوس نے اثبات میں سرہلایا۔

" اتنی سختی کے باوجود ہاتھ سے نکل گئی فردوس بیگم آپکی بیٹی۔ ۔۔ "

انکا چہرہ سرخ ہوا۔

" اس نے ایسا کچھ نہیں کیا مولوی صاحب۔ صرف پسند کیا ہے اور پسند کرنا گناہ نہیں "

" بکواس بند کریں فردوس۔ آپ کی انہیں باتوں کی وجہ سے اسے شے ملی ہے۔ لیکن آپ اسے یہ بات سمجھا دیں۔ کہ اپنی پسند اور یہ خرافات اپنے دماغ سے نکال دے۔ میں اسی جمعے کو بھائی سے بات کرکے نکاح کا انتظام کرتا ہوں۔ "

فردوس کو وارن کرتے انہوں نے فیصلہ سنایا۔

" یہ ظلم ہے مولوی صاحب۔ اولاد ہے وہ آپکی آپ ایسا کیسے کرسکتے ہیں۔ "

فردوس روپڑی۔

" یہ زہر اسکے دل میں بھرنے کی ضرورت نہیں فردوس۔ میں جانتا ہوں وہ میری اولاد ہے اور اسکے لیے صحیح فیصلہ ہی کرونگا۔ وہ بیٹی ہے میری۔ عبدالباری بہت اچھا ہے۔ خوش رکھے گا اقراء کو۔ "

صدیق حسین نے سختی سے کہا۔

" فراز بھی اسے پسند کرتا ہے۔ "

انہوں نے آخری کوشش کی۔ وہ کوشش کرسکتی تھیں اسکے علاوہ کچھ نہیں۔

" یہ باتیں آپ میرے سامنے کررہی ہیں پر اقراء کے سامنے مت کرلیے گا اسے بتادیجیے گا کہ اس جمعے کو اسکا نکاح ہے عبدالباری کے ساتھ"

کہتے ساتھ وہ شال درست کرتے کمرے سے نکل گئے۔ اور فردوس کی سانس اٹکا گئے۔۔۔

****

" امی بات کرلی ابو سے ؟"

فردوس کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ وہ چہکتی ہوئی ان تک پہنچی۔

فردوس بنا کوئی جواب دیے رودیں۔

" امی کیا ہوا۔ ؟ آپ رو کیوں رہی ہیں۔"

اقراء نے ریشانی سے گلے لگایا۔

" تمہارے ابو نے رشتے سے انکار کردیا۔۔"

اقراء کی دھڑکن کی رفتار کم ہوئی۔

" کیوں ؟"

اسے انکار کی وجہ سمجھ نہیں آئی کیونکہ صدیق حسین خود بھی فراز کو پسند کرتے تھے۔

" اس جمعے جو عبدالباری کے ساتھ نکاح ہے تمہارا۔ "

" یہ کیا کہہ رہی ہیں امی آپ"
وہ نا سمجھی سے فردوس کو دیکھنے لگی۔
" تمہارے ابو نے کہا ہے۔۔"
" امی میری زندگی ہے کوئی مزاق نہیں۔۔ ؟ کیا میری زندگی میں میری رائے کی کوئی اہمیت نہیں ہے ؟"
وہ ان سے دور ہوتی دکھ سے بولی۔
" وہ تمہارے ابو ہیں انہوں نے فیصلہ کرلیا میں کیا کرسکتی ہوں ؟"
فردوس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔
"ابو ہیں ؟ کیسے ابو ہیں جو جانتے بوجھتے مجھے دنیاوی جہنم میں پھینکنا چاہتے ہیں۔ "
اقراء کی آواز بلند ہوئی۔

" ایسانہیں ہے میری بچی -- باپ سے بدگمان نا ہو ۔ وہ جتاتے نہیں پر پیار کرتے ہیں تم سے ۔ "

فردوس بیگم ایک قدم قریب ہوئی تو وہ ہاتھ سے روکتے دو قدم دور ہوگئی۔

"کیسا پیار امی -- مجھے نہیں چاہیے ایسا پیار -- آپ منع کردیں ابو کو میں کسی صورت عبدالباری سے شادی نہیں کرونگی"

وہ حتمی بولی --

" وہ نہیں مانینگے اقراء ۔ "

انہوں نے سمجھانا چاہا۔

" تو میں بھی نہیں مانونگی امی -- نکاح میں قبول مجھے کرنا ہے ابو کو نہیں ۔ جب تک میں قبول نا کروں نکاح نہیں ہوسکتا۔"

وہ طنزیہ مسکرائی ۔ کچھ غلط ہونے کے احساس سے فردوس کو فکر ہوئی ۔

" امی میں گھر سے بھاگ جاؤں؟"

یہ بات ہی فردوس کو زلزلوں کی زد میں لے گئی۔

" اقراء"

انہوں نے صدمے سے پکارا -- لہجے میں غصہ بھی شامل تھا ۔
" کہیں نہیں بھاگ رہی امی -- آپ نے کبھی پَر اتنے بڑے ہونے ہی نہیں دیے کہ اڑان بھر سکوں۔ میں تو بس دیکھ رہی تھی کہ آپ کیا کہتی ہیں۔ پر آپ بھی تو مولوی حسن صدیقی کی بیوی ہیں۔ دل پتھر نا ہوں ایسا کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔ "
اسکے الفاظ کی مار فردوس کے دل پر لگی۔
" میں تمہیں بھاگنے نہیں دے سکتی اقراء ورنہ ساری زندگی تم پر بدکرداری کا دھبہ لگ جائیگا۔ "
وہ اب بھی رو رہی تھیں۔
" دھبہ لگنا جہنم جیسی زندگی سے تو بہتر ہے امی -- آپ بتائیں ؟ کیا آپ مجھے اپنی کسی دوست کے گھر نہیں ٹھہرا سکتیں -- مائیں تو کچھ بھی کرجاتی ہیں نا؟"
فردوس بیگم کے دل پر ایک اور گہری ضرب لگائی۔ وہ صرف روتی ہوئی اسے دیکھنے لگی۔
" ابو کا فیصلہ میں فرض سمجھ کر قبول کرتی ۔ ابو جہاں بولتے وہاں شادی کرتی۔ اپنے دل میں قید فراز کی محبت کو دل کے اندر بھی دفن نا کرتی نکال کے باہر پھینک دیتی ۔ اگر وہ عبدالباری نا ہوتا تو --

عبدالباری اپنے چچا حسن صدیقی کی کاپی ہے وہ کاپی جس کے اندر حسن صدیقی کے ساتھ اپنی بھی کچھ ایسی خصوصیات ہیں جو اسکو اور گھٹیا اور ناقابل قبول بناتی ہیں۔

اور میں عبدالباری کی چچی فردوس بیگم کی طرح نہیں ہوں جنہوں نے تمام زندگی کٹھ پتلی کی طرح گزار دی اور اب ایک اور فردوس تیار کررہی ہیں۔

میں اقراء ہوں۔ میرا دم گھٹتا ہے۔۔ آپ ابو سے کچھ مت کہیے گا میں خود بات کرونگی ابو سے۔ "

لہجے , انداز , الفاظ اور آنکھوں سب سے بغاوت جھلک رہی تھی۔ فردوس بیگم کو اسکی اس بغاوت س خوف محسوس ہوا۔

" اور پریشان مت ہوئیے گا۔

اللہ کی قسم میں گھر سے نہیں بھاگونگی۔ "

فردوس بیگم کو کمرے سے نکلتے دیکھ کہا۔ وہ دو لمحے کے لیے اسکی آواز پر ٹھہریں پھر کمرے سے نکل گئیں۔۔۔

****

آفس سے واپسی پر وہ ماہم کی باتیں سوچ رہا تھا۔ اچانک ماہم کا رویہ سمجھنے سے وہ قاصر تھا۔ ماہم کے اسی رویے کی وجہ سے اور اسکے بار بار احساس دلانے کی وجہ سے اسنے اپنے دل میں موجود خنساء کے لیے فیلنگس پر غور کیا تھا۔ ورنہ وہ تو دور دور تک اس بارے میں سوچنے سے گریز کرتا تھا۔

" سانپ پال کر اس سے امید رکھو کے وہ ڈسے گا نہیں۔ یہ بیوقوفی ہے مروا۔ "

عمیر دیوان نے پھر مروا (عرش کی ماں) کو بیچ میں بولنے سے روکا تھا ۔ جبکہ عرش اپنے ماں باپ کو دیکھ رہا تھا ۔ سمجھنے سے قاصر تھا کہ کس کی بات پر اعتبار کرے۔ لیکن اپنے چچا کی لاش کو دیکھ کر اسے اپنے باپ کی باتیں درست لگتی تھیں۔ کتنی بے دردی سے قتل کیا تھا چچی نے اسکے چچا کو۔

" وہ معصوم ہے عمیر۔ دودھ بھلے اسنے کسی کا بھی پیا ہو پر اسکی پرورش میں کررہی ہوں۔ "

مروا تڑپ گئی تھیں۔

" وہی کہہ رہا ہوں مروا کہ سانپ کے بچے کو پالنے سے اسکی نسل بدل نہیں جائیگی۔ اور اگر اب تم بیچ میں بولیں تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ "

مروا افسوس سے انہیں دیکھنے لگیں۔ کاش جو دوستیں عمیر کو دیکھ کر اسکی قسمت پر رشک کرتی تھیں اسکا دل کیا انہیں بتائے کہ خوبصورتی سے زندگی خوبصورت نہیں گزرتی۔ زندگی تو وہ خوبصورت ہوتی ہے جس میں آپکا ہمسفر آپکے خود کے خوبصورت ہونے کا یقین دلائے۔ جسکے ساتھ آپ خود کو دنیا کی سب سے خوبصورت لڑکی محسوس کریں۔ اور محبت کے باوجود عمیر دیوان نے کبھی اسے یہ احساس نہیں دلایا تھا کہ وہ انکے لیے قیمتی ہے۔ ایک حاصل شدا شے کی حیثیت رکھتی تھیں وہ عمیر دیوان کی زندگی میں جسکو پاکر اسکی اہمیت ختم ہوچکی تھی۔ اسے افسوس ہوتا تھا اپنے فیصلے پر کیسے اپنے باپ بھائی کی عزت خاک میں ملا کر انہوں نے اس شخص کا انتخاب کیا تھا کاش وہ ایسا نہ کرتیں۔ پر وقت گزرنے کے بعد صرف پچھتاوا رہتا ہے جیسے انکو تھا۔

ایک افسوس بھری نظر انہوں نے عرش پر ڈالی۔ وہ شکل و صورت میں ہوبہو اپنے چچا جیسا تھا۔ اور جیسی اسکی پرورش کی جارہی تھی انہیں یقین ہوگیا تھا کہ وہ اپنے باپ چچا سے مختلف نا ہوگا۔

وہ عمیر دیوان کے گھورنے پر باہر چلی گئیں۔

"آئمہ رائمہ کو نظر میں رکھنا۔ عرش۔ وہ بہنیں ہیں تمہاری ان سے اپنی جان سے زیادہ محبت کرنا۔ لیکن اس محبت میں انکو بگڑنے مت دینا۔ لڑکیوں کو ڈھیل دی جائے تو وہ کب ہاتھ سے ریت کی طرح پھسل جائیں پتا بھی نہیں چلتا۔ سونے کا نوالہ دے کر شیر کی نگاہ رکھنا۔ نرم رہنا پر انکے دل میں تمہارا اتنا خوف ہونا چاہیے کہ وہ کوئی غلط قدم اٹھانے کا سوچے بھی نا۔ "

عرش نے اثبات میں سرہلایا۔

وہ انیس سال کا تھا کوئی چھوٹا بچہ نہیں پہلے اسے یہ باتیں بری لگتی تھیں پر جب سے اپنے چچا کی لاش دیکھی تھی اسے اپنے باپ کی ہر بات درست لگتی تھی۔

" خنساء تمہارے چچا کی اولاد نہیں ہے۔۔ تم بڑے ہوچکے ہو تمہیں یہ بات معلوم ہونی چاہیے۔ وہ گندا خون ہے۔ اسے دور رکھا کرو آئمہ رائمہ سے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری بیٹیاں اسکے ساتھ رہ کر خراب ہوں۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اس گندی نالی کے کیڑے کو لمحے میں اپنے گھر سے نکال باہر کرتا۔ "

عمیر دیوان نفرت سے بولے۔

بھائی کی موت کے بعد انکے ناچاہتے ہوئے بھی خنساء کی کسٹڈی انہیں دے دی گئی تھی۔

" میں سمجھ گیا ابو۔ مجھے کوچنگ جانا ہے اجازت ہے ؟"

اس نے ادب سے پوچھا۔ وہ اپنے باپ کی کہی باتیں حفظ کرچکا تھا۔

" ضرور میرے شہزادے۔۔ اس بار بھی میں اپنے شہزادے سے نائنٹی پلس کی امید رکھوں ؟ "

عمیر دیوان نے فخریہ پوچھا۔

" جی ابو ان شاءاللہ ۔۔ میں پوری کوشش کی ہے باقی آپ کی دعائیں چاہیے ۔ "

عرش نے مسکرا کر کہا۔

" میری ساری دعائیں رائمہ آئمہ اور تمہارے لیے ہیں۔ کامیاب رہو ۔۔ "

عرش بچپن سے اسکول میں ہر کلاس میں اول نمبر پر آیا تھا۔

لیکن چھٹی جماعت میں تھا جب اسکی آخری بار پوزیشن آئی تھی۔ اسکے بعد نمیر دیوان کے بےدردی سے ہوئے قتل کو دیکھنے کے بعد اسکے زہن پر اتنا برا اثر پڑا کے اسکی دوبارہ پوزیشن نہیں آئی۔ لیکن میٹرک میں نائنٹی سے اوپر پر سینٹیج پر اسکی کراچی بورڈ میں تھرڈ پوزیشن آئی تھی۔

اسکے بعد فرسٹ ایئر میں اسکی سیکنڈ پوزیشن تھی۔ اور اب سیکنڈ ایئر کا رزلٹ جلد ہی آنے والا تھا۔

وہ ہفتے میں دو دن عمیر دیوان کے ساتھ آفس بھی جاتا تھا۔ تاکہ بزنس بھی سمجھ سکے۔

آنکھیں بند کیے وہ اپنے ماضی کو سوچ رہا تھا ۔ جب اچانک صبح درخواست کا خط یاد آیا۔

آنکھیں کھول کر اسنے راستہ دیکھا۔ وہ تقریباً گھر پہنچ چکا تھا بس پانچ منٹ کا راستہ باقی تھا۔ ہاتھ میں پہنی گھڑی میں وقت دیکھا سات بج رہے تھے۔

کچھ سوچتے اسنے ڈرائیور کو گاڑی موبائل مارکیٹ لے جانے کا کہا۔

****

فردوس پریشان حال کمرے میں بیٹھی تھیں۔ کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں ۔

اقراء اپنی جگہ بلکل درست تھی۔ لیکن وہ جانتی تھیں صدیق حسین جتنی محبت اور اہمیت اپنے گھر والوں کو دیتے ہیں وہ کبھی پیچھے نہیں ہٹینگے۔

عبدالباری انہیں بھی پسند نہیں تھا۔ وہ کبھی اسے اقراء کے شوہر کے روپ میں نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ وہیں دوسری طرف فراز انکو اقراء کے لیے بچپن سے پسند تھا۔ اپنی سوچوں میں گم کب بےبسی سے انکی آنکھیں بہنے لگی انہیں علم ہی نا ہوا۔

" رخصتی میں ابھی پانچ دن ہیں ۔ ابھی سے کیوں رورہی ہیں۔ اور ویسے بھی اپنوں میں جارہی ہے اقراء جب دل کرے دیکھ لیجیے گا۔ "

انکے رونے کی وجہ سے وہ واقف تھے۔ لیکن پھر بھی وہی بولا جو وہ جتانا چاہتے تھے۔ تاکہ فردوس بیگم خود بھی سمجھ جائیں اور اقراء کو بھی سمجھا دیں۔

فردوس بیگم انہیں خاموشی سے دیکھنے لگیں۔

غصہ , افسوس , تکلیف اور بھی بہت کچھ تھا انکے دیکھنے میں جسے صدیق حسین نظرانداز کرکے کمرے سے نکل گئے۔

فردوس بیگم بھی انکے پیچھے کمرے سے نکلیں۔

" مت کریں ایسا مولوی صاحب یہ نک۔۔۔!"

لاؤنج سے باہر نکلتے انھوں نے جبڑے بھینچے۔

" میں دوبارہ نہیں بولونگا فردوس ۔ اس جمعے کو نکاح ہے اسکا اور میں کوئی ڈرامہ یا رونا دھونا نہیں چاہتا۔ کچھ سوچ کر میں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔۔ خوش رہے گی وہ۔ "

" میں خوش نہیں رہونگی ابو۔۔

میں عبدالباری سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

اپنے کمرے سے نکل کر وہ فردوس بیگم سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہوئی۔ فردوس بیگم نے اسے بولنے سے روکنا چاہا لیکن وہ فردوس بیگم کو دیکھ ہی نہیں رہی تھی۔

" تم سے پوچھا نہیں کہ تم کیا چاہتی ہو۔ "

اقراء کا ایسے اپنے سامنے کھڑا ہونا انکو غصہ دلا رہا تھا۔

" لیکن میں بتا رہی ہوں ابو۔ میں عبدالباری سے شادی نہیں کرونگی۔ وہ اچھا انسان نہیں ہے۔ اسکی نظریں غلیظ ہیں اور وہ فحش بکتا ہے "

اقراء سر جھکائے بول رہی تھی۔

" اب بول لیا دوبارہ منہ سے نہیں نکلنا چاہیے۔۔"

غصے سے مٹھی بھینچے کہا۔

" میں یہ نکاح نہیں کرونگی کیونکہ میرا دل اسکے لیے رضامند نہیں اور بنا لڑکی کی رضامندی کے نکاح نہیں ہوتا "

نظریں اب بھی جھکی ہوئی تھیں۔

صدیق حسین نے سخت نظروں سے اسے گھورا پھر اس سے کچھ دور کھڑی اسکی ماں کو۔

" لیکن میں راضی ہوں اس رشتے سے۔ "

انھوں نے جتا کر کہا۔

"نکاح میرا ہورہا ہے ابو آپکا نہیں نکاح میں رضامندی لڑکی کی بھی ہونا ضروری ہے اسکے باپ کے ساتھ۔ "

اب کے اسنے نظر اٹھا کر انکی آنکھوں میں دیکھا تھا جو غصے اور وحشت سے سرخ ہونے لگی تھیں۔

" تو پھر تمہارا دل کس کے لیے رضامندی دیتا ہے۔ ؟"

جس ڈر سے انھوں نے اسی ہفتے نکاح رکھا تھا وہ ڈر اب حقیقت میں بدل رہا تھا۔

وہ جھجھکی ۔ لیکن پھر یاد آیا یہ اسکا شرعی حق ہے۔

" فراز سے "

فردوس (اسکی ماں) جو یہ پہلے سے جانتی تھیں اور صدیق حسین کو آگاہ بھی کرچکی تھیں چہرہ جھکا گئیں۔

"دیکھ لیا اپنی تربیت کا نتیجہ ؟ اپنے باپ کے سامنے کھڑی ہوکر اپنے لیے شوہر کا انتخاب کررہی ہے۔۔ اسکو سمجھادو فردوس بیگم اسکا نکاح عبدالباری سے ہوگا بس ۔

کہتے ہوئے وہ دونوں کے درمیان موجود فاصلے سے گزرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

" بے حیاء"

اقراء کے برابر سے گزرتے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔۔

" دین میں عورت کی رضامندی کی اہمیت ہے وہ اپنی پسند نا پسند کا اظہار کرسکتی ہے جس چیز کی اجازت مجھے میرا رب اور میرا دین دیتا ہے اسکے بعد آپ مجھے بے حیاء بولنے کا حق نہیں رکھتے ابو "

اقراء کی آواز بلند ہوئی تھی۔

کمرے کے دروازے سے دوقدم دور صدیق حسین کے قدم ٹھہرے تھے۔ مٹھی بھینچتے وہ پلٹے اور چند قدم کا فاصلہ طے کرتے اقراء کے سامنے کھڑے ہوئے وہ انہیں ہی دیکھ رہی تھی اب اسنے نظریں نہیں جھکائی تھیں۔ وہ محبت کر بیٹھی تھی اور اب بغاوت دل میں اتر رہی تھی۔ وہ حق پر بھی تھی۔

تھپڑ کی آواز پر سر جھکائے فردوس نے فورا سر اٹھایا۔ آج پہلی بار صدیق حسین نے اقراء پر ہاتھ اٹھایا تھا کیونکہ اس سے پہلے کبھی اسکی آواز اپنے باپ کے سامنے نکلی ہی نہیں تھی تو بلند ہونا تو بہت دور کی بات تھی۔

" بے غیرت -- باپ کے سامنے ایسی باتیں کرنے سے پہلے فوت کیوں نہیں ہوگئی۔ "

" میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔

وہ اب بھی مضبوط لہجے میں بولی تھی۔

میں نے اپنے دامن کو آج بھی پاک رکھا ہے جیسے پیدا ہوتے ہوئے تھا۔ لیکن یہ میرا حق ہے کہ اپنی زندگی کے لیے اپنی پسند کا اظہار کر سکوں-- یہ حق مجھے میرے رب نے دیا اسکے محبوب نے دیا ہے آپ نہیں چھین سکتے۔ "

آنسو پوچھتے وہ ڈٹ کے کھڑی تھی۔ کچھ لمحوں کے لیے تو وہ حیران تھے ۔ لیکن اب بات ضد اور غیرت کی تھی۔

" میں تمہارا حاکم ہوں ۔ تمہارے فیصلے لینے کا حق رکھتا ہوں۔ اب تمہارا نکاح کل ہی ہوگا وہ بھی عبدالباری سے ۔ "

اپنا فیصلہ سناتے وہ اسکو حقارت سے دیکھتے واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

" مولوی صدیق حسین آپ اپنی امامت چھوڑ دیں۔ --

دین دکھاوے کا نہیں عمل کا نام ہے۔ اسلام کا لبادہ اوڑھا ہوا شیطان جن کے دلوں میں دین کے نام پر راج کرتا ہو انہیں امامت نہیں کرنی چاہیے۔ "

بات ختم ہوتے ہی منہ پر پھر تھپڑ پڑا تھا۔ اس بار تھپڑ اتنا شدید تھا کہ وہ زمین پر گری تھی۔ فردوس آگے بڑھتی لیکن مولوی صدیق حسین نے انہیں روک دیا۔

" بیہودہ لڑکی تمہاری جیسی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی سنگسار کردینا چاہیے ۔ "

انہوں نے ٹھوکر ماری۔

" یہ آپکا دین کہتا ہوگا۔ میرے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین ایسا نہیں ہے--

دین اسلام تو سکون ہے۔ نام سے ہی منہ میں مٹھاس گھلتی ہے۔ میں جانتی ہوں دین کو میں نے پڑھا ہے اپنا دین -- لیکن اگر کسی نے نہیں پڑھا ہو اور تبلیغ کرنے والا آپ جیسا ہو جو ملاّ مصلحت جیب میں رکھے تو وہ دین سے دور ہوجائے گا۔ "

ایک اور ٹھوکر پڑی کے فردوس تڑپ کر آگے بڑھی اور انکا بازو پکڑ کر انہیں پیچھے کرنے لگی۔ بیٹی کو حق پر اور تکلیف میں دیکھتے ہوئے بھی وہ صدیق حسین کی ضد کے آگے بولنے کی ہمت نہیں رکھتی تھیں۔

" دین کی رو سے ہی میں تمہارا حاکم ہوں۔ "

"آپ حاکم نہیں جابر ہیں-- میرا دین آزادی ہے قید نہیں -- دنیا کے تمام مذاہب میں عورتوں کے لیے سب سے آزاد اور خوبصورت --
آپ جابر ہیں جابر"

وہ روتے ہوئے بے بسی سے بولی-

" تو پھر تم اسے جبر ہی سمجھ لو -- کل ہی تمہارا نکاح ہے عبدالباری کے ساتھ- "

غصے اور ناگواری سے دیکھتے وہ واپس مڑ گئے-

" میں یہ نکاح کسی صورت نہیں کرونگی- جب مجھ سے نکاح میں پوچھا جائیگا تو میں انکار کردونگی- "

وہ حتمی بولی-

" اگر اسنے کل نکاح سے انکار کیا تو فردوس بیگم آپکو تین طلاق"

صدیق حسین کی بات پر فردوس کے ساتھ اقراء بھی سکتے میں آئی تھی-

" مولوی صاحب- "

آنکھوں سے کئی آنسو گرے- وہ صدمے سے مولوی صدیق حسین کو دیکھ رہی تھیں-

" اس سے زیادہ اور کیا کرسکتے ہیں ابو آپ- یعنی میں زبح نا ہوئی تو امی کو کردینگے - "

ہوش میں آتے وہ کھڑی ہوئی-

" جو سمجھنا ہے سمجھ سکتی ہو- "

وہ بھی سیدھے کھڑے سپاٹ لہجے میں بولے-

" تو ٹھیک ہے ماں تو ہر دور میں اولاد کے لیے قربانی دیتی آئی ہے- تو اب بھی صحیح-- میں یہ نکاح نہیں کرونگی- "

اب کے فردوس نے صدمے سے اقراء کو دیکھا- کیا انکی ذات اتنی بے وقعت تھی جسکی شوہر اور بیٹی دونوں کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں تھی-

" ایسے مت دیکھیں امی اگر بائیس سال کے ساتھ کے بعد بھی آپکا رشتہ صرف میرے نکاح پر منحصر ہے تو ایسے رشتے کے ہونا نہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا- "

بول وہ فردوس کو رہی تھی پر نظریں صدیق حسین پر تھیں- جو اسی کو گھور رہے تھے ماتھے پر بل تھے- انکو اندازہ نہیں تھا اقراء اس قدر بغاوت پر اتر گئی ہے کہ اس پر بھی نہیں مانے گی-

****

عرش پہلے خنساء کے کمرے میں گیا۔ لیکن وہاں خنساء نہیں تھی۔ پھر وہ رائمہ آئمہ کے کمرے میں گیا۔ دروازے پر ہی انکی اندر سے ہنسنے کی آوازیں آرہی تھی جس میں ایک الگ ہنسی بھی شامل تھی جو شاید اسنے کبھی نہیں سنی تھی۔ کھلکھلاہٹ سے ہی لگ رہا تھا جیسے کسی نازک مزاج شخصیت کی ہے۔

یہ پہچاننا مشکل نہیں تھا کہ وہ خنساء کی ہی ہے۔ جبکہ خنساء کے مقابلے رائمہ اور آئمہ تو زور سے قہقہ لگا رہی تھیں۔

زہن جھٹک کر اسنے دروازے پھر دستک دی اور بنا اجازت لیے اندر داخل ہوگیا۔

" اسلام و علیکم بھائی۔ "

رائمہ جو لپ اسٹک لیے کھڑی اپنے ہونٹوں پر سرخی بکھیرہی تھی عرش کو دیکھتے فورا نیچے رکھی ۔ جبکہ آئمہ جو عجیب و غریب دلہن کی طرح ہیوی میک اپ میں سجی بیٹھی تھی چھپنے کو جگہ تلاشنے لگی۔ اور خنساء جسکے چہرے پر رائمہ اور آئمہ کہ ہاتھوں افلاطون میک اپ ہوا تھا وہ فورا سے نظریں جھکا گئی تینوں کی ہی سانس اٹکی تھی جبکہ عرش صدمے سے دوچار ان تینوں کو باری باری منہ کھولے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنی اب تک کی زندگی میں پیاری سے پیاری لڑکیاں دیکھی تھیں پر اتنی خوفناک اور عجیب و غریب لڑکیاں کبھی نہیں دیکھی تھیں۔

" وہ بھائی۔ ہم ۔۔ہم پالر والا کھیل رہے تھے "

آئمہ نے ہی ہمت کرکے کہا تو وہ جو منہ کھولے کھڑا تھا ہوش میں آتے اپنا منہ بند کیا اور ایک گہری سانس لی۔ ایک نظر ان تینوں پر ڈال کر جھرجھری لی۔

" خنساء ۔"

اسنے دونوں کو نظرانداز کیے خنساء کو پکارا۔

ہمیشہ کی طرح اسنے جواب کا انتظار نہیں کیا ۔ جانتا تھا نہیں ملے گا۔

" یہ تمہارا موبائل ہے۔۔ اس میں سم بھی ہے اور نیٹ کا پاسورڈ بھی ڈال دیا ہے۔۔ گوگل اکاؤنٹ بھی بنایا ہے۔ سم میں میرا اور ماہم کا نمبر سیو ہے کوئی بھی مسئلہ ہو تو مجھے یا ماہم کو فون کرلینا۔

اسنے ماہم کا نمبر جان بوجھ کے سیو کیا تھا جانتا تھا وہ کچھ بھی ہوجائے اسے کبھی بھی فون نہیں کریگی۔لیکن ماہم کو کرلیگی۔

اور ایک بات خنساء اس موبائل کا غلط استعمال مت کرنا فضول دوستیوں سے گریز کرنا اپنا نمبر صرف اپنی قریبی اور بھروسے مند لڑکیوں کو دینا۔ لڑکوں سے دوستی کی اجازت میں تمہیں نہیں دونگا۔ ویسے مجھے معلوم ہے تمہیں یہ سب بتانے کی ضرورت نہیں ہے تم خود بھی سمجھدار ہو لیکن بتانا میرا فرض ہے۔ "

وہ نارمل انداز میں وارن کرچکا تھا۔ وہ ویسے ہی سر جھکائے کھڑی تھی۔ عرش نے کوفت سے آئبرو اٹھائی۔ اسے خنساء کی اس قدر ڈھٹائی اور ڈر سے سخت چڑھ ہوتی تھی۔

جبکہ آئمہ اور رائمہ منہ کھولے کھڑی بے یقینی سے دیکھ رہی تھیں۔ صبح عرش نے کوئی رِدعمل نہیں دیا تو وہ سمجھیں کہ انکی یہ مراد پوری نہیں ہوگی۔ لیکن اب موبائل کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آئے تھے جسے وہ چھپا گئیں اور ساتھ ہی انٹرنیٹ بھی۔

عرش نے خنساء سے نظر ہٹا کر رائمہ آئمہ کو دیکھا ان دونوں نے فوراً منہ بند کیا۔

" انسان نہیں لگ رہے تم لوگ۔ "

انکے چہروں کو کوفت سے دیکھتے اس نے ٹھنڈی سانس لی اور کمرے باہر نکل گیا۔

آئمہ نے بھاگ کر دروازہ بند کیا۔

" ارے یہ کیا کررہے ہو "

رائمہ کے ہاتھ سے موبائل لینے پر خنساء ہوش میں آئی۔

" موبائل دیکھ رہے ہیں۔ "

جواب آئمہ کی طرف سے آیا۔

موبائل دیکھ کر انکے رہے سہے ہوش بھی گم ہوگئے۔ وہ کانچ کے ٹکڑے کی طرح موبائل ہاتھ میں پکڑے اسکو ٹکر ٹکر دیکھنے لگیں۔

" کیا ہوا تم لوگ ایسے کیوں دیکھ رہی ہو اسے مجھے دو۔ "

خنساء نے انکے ہاتھ سے موبائل لیا۔

"آپ کو پتا ہے یہ کونسا موبائل ہے ؟"

رائمہ ابھی بھی حیران تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا روئے یا ہنسے کس طرح اپنی خوشی کا اظہار کریں۔

" کونسا موبائل ہے-- ؟"

خنساء نے موبائل کو دیکھتے پوچھا۔

"آئی فون الیوین پرو میکس "

آئمہ نے صدمے سے نکلتے منہ کھولا۔

" تو؟"

خنساء نے نا سمجھی سے پوچھا۔

" تو یہ کہ آپ چھوڑیں کیونکہ آپکو بتانے کا بھی فائدہ نہیں --"

کہتے ساتھ رائمہ نے خنساء کے ہاتھ سے فون لیا۔

" لیکن انہوں نے مجھے موبائل دیا کیوں ہے ؟"

بات حیرانی کی تھی کل ہی تو رائمہ اور آئمہ اسے موبائل مانگنے کا مشورہ دے رہی تھیں اور آج عرش نے خود سے دے دیا۔

" ہمارے بولنے پر دیا ہے"

رائمہ اپنی حرکت پر فخریہ مسکرائی --

" کیا مطلب "

وہ حیران تھی بھلا عرش کیسے انکے کہنے پر موبائل دے سکتا تھا اسنے تو اب تک نیٹ پاسورڈ تک نہیں دیا تھا۔

" مطلب یہ کہ ہم نے بھائی کو ایک درخواست لکھ کر دی تھی آپ کے نام سے جس میں آپ کی پڑھائی سے ریلیٹڈ اہم ترین ضروریات تھیں۔ "

آئمہ موبائل چلانے کی کوشش کرتی موبائل گھورتے بولی۔

" تم لوگ ایسا کیسے کرسکتی ہو؟"

وہ صدمے سے بولی۔

" ویسے حد ہے قسم سے موبائل بھی کیسا دیا ہے۔ اسکو چلاتے کیسے ہیں سیکھنے میں ہی دو مہینے لگ جائینگے۔ "

آئمہ جھنجھلائی۔ دونوں موبائل میں گھسی تھیں اور خنساء انکو گھورتے کھڑی تھی۔

" ہاں نا حمنہ (اسکول کی دوست) کا موبائل تو اتنا مشکل نہیں ہے-- جیسے انکو تو پتا ہی نہیں تھا کہ پہلی بار موبائل دے رہے ہیں۔ جو ایسا دے دیا۔ تھوڑی دیر پہلے جو آئی فون کی خوشی تھی وہ غصے میں بدل گئی۔"

رائمہ بھی جھنجھلائی کیونکہ دونوں کو ہی چلانا نہیں آرہا تھا۔

" یوٹیوب ملا؟"

رائمہ نے فورا پوچھا یہ ان دونوں کی سب سے بڑی ضرورت تھی۔

" ہاں وہ تو مل گیا"

آئمہ نے اثبات میں سرہلایا۔

" تو اس میں سرچ کرو کہ کیسے چلاتے ہیں۔ "

رائمہ نے مشورہ دیا۔ خنساء ان دونوں کو اتنا مگن دیکھ کر سرد آہ بھرتے بیٹھ گئی۔

"آپی آج آپ ہم دونوں کے ساتھ سوئینگی یہیں ہمارے پاس۔ "

موبائل لے کر لیٹتے انہوں نے فیصلہ سنایا اور خنساء بس گھور کے رہ گئی۔ منع کرنا مطلب ایک گھنٹے تک فضول باتیں سننا۔

****

" کیا ہوا آج کچھ الگ مزاج لگ رہے ہیں۔ "

تنزیل ماہم کے سامنے بیڈ پر کچھ فاصلے پر بیٹھا۔

" نہیں کچھ نہیں ۔ لیکن جینٹل مین ہوتے ہوئے بھی آپ بھول گئے کہ بنا نوک کیے کسی کے روم میں نہیں آتے۔ "

ماہم نے مسکرا کر طنز کیا۔

" طنز کرنے سے پہلے زرا یاد کریں محترمہ پچھلی بار آپ نے ہی کہا تھا کہ نوک کرنے کی ضرورت نہیں ایسے ہی آجایا کرو۔ "

جواب فورا آیا جس پر ماہم بلکل بھی شرمندہ نہیں ہوئی۔

" تم کب سے میری بات ماننے لگے ؟"

ایک اور طنز۔

" رحم کرو یار ماہم۔ میں نے تو تمہارے بھلے کے لیے مشورہ دیا تھا تم تو پیچھے ہی پڑ گئی ہو ---"

تنزیل نے مصنوعی ناراضگی سے کہا ۔

" ایسی بات نہیں ہے-- تم غلط سوچ رہے ہو ؟"

وہ مسکرائی۔

" میں تو کچھ سوچ ہی نہیں رہا -- آؤ باہر چلتے ہیں موڈ ریلیکس کرو۔ "

تنزیل نے گاڑی کی چابی اچھالتے کہا۔

" نہیں میرا موڈ نہیں تم جاؤ"

ماہم نے تھکے چہرے سے کہا۔

" ایک انسان پر زندگی ختم نہیں ہوتی ماہم اور ابھی تو ایسا کچھ پروو بھی نہیں ہوا۔ "

تنزیل نے اسکا تھکا چہرہ دیکھ کر کہا۔

" اسنے کہا کہ وہ شادی مجھ سے ہی کریگا میں ٹینشن لے کر پریشان نہ ہوں۔۔ میری انسکیورٹی غلط ہے۔ "

ماہم مسکرائی۔

" تو پھر تو تمہیں خوش ہونا چاہیے۔ "

" اسنے کہا کہ اگر اسے خنساء سے محبت ہو بھی گئی وہ تب بھی مجھ سے شادی کریگا۔ اسنے یہ نہیں کہا کہ اسے خنساء سے محبت ہو ہی نہیں سکتی۔ "

ماہم کی آنکھوں میں نمی اتری۔

تنزیل لب بھینچے اسے دیکھنے لگا۔

" ماہم۔۔۔ تم بچی نہیں ہو۔ چوبیس سال کی ہو۔ اپنا اچھا برا سمجھتی ہو۔۔ میں بس اتنا کہونگا اتنے بڑے فیصلے جذبات میں نہیں کیے جاتے۔ "

تنزیل نے چھپے الفاظ میں ایک بار پھر وارن کیا۔

" اسے خنساء سے محبت ابھی ہوئی نہیں تنزیل۔۔ اور نا ہی خنساء اسکے ساتھ رہ سکتی ہے۔ وہ تو اسکی موجودگی ہی برداشت نہیں کرسکتی پھر اتنا قریبی رشتہ برداشت کرنا اسکے لیے ممکن نہیں۔ اور اگر عرش کو مجھ سے محبت نہیں بھی ہوئی تو تم خودکہتے ہو محبت شادی کے بعد ہوتی ہے۔

اور تم نے ہی کہا تھا بنا نکاح کے صرف ایٹریکشن ہوتی ہے تو ہوسکتا ہے اگر ایسا کچھ ہو بھی تو اسے صرف خنساء سے ایٹریکشن ہو۔ "

وہ تنزیل سے زیادہ خود کو یقین دلا رہی تھی۔ تنزیل کو کچھ اور بولنا مناسب نہیں لگا اسے بس یہی سمجھ آیا ہر چیز وقت کے ساتھ ٹھیک ہوتی ہے ماہم بھی خود ہی ٹھیک ہوجائیگی۔

" اچھا چھوڑو یہ سب باتیں۔ سب ٹھیک ہوگا ان شاءاللہ ۔ چلو تمہیں اپنی شادی کی ایڈوانس ٹریٹ دوں۔ "

ماحول اس قدر سنجیدہ دیکھ اسنے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

"تمہاری شادی ؟"

ماہم نے آئبرو اچکائی۔

"ہاں میری۔ اور تم کیسے بھول گئی لڑکی بھی تو تم نے ہی پسند کی ہے۔ "

تنزیل نے ایک آنکھ دبائی۔

"تم خنساء کی بات کررہے ہو؟ تمہیں وہ پسند آگئی۔ تم راضی ہو۔ "

ماہم ہنسی۔

"ہاں بلکل۔۔ بس کیابتاؤں وہی ایٹریکشن ہوگئی ہے اس سے "

تنزیل نے ہنستے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"آر یو سیریس ؟"

ماہم اسکی باتوں پر حیران ہوتے ہنسنے لگی۔

"ہاں اب چھوڑو یہ باتیں مجھے شرم آرہی ہے چلو باہر چلیں "

خود کھڑے ہوکر ماہم کو کھڑے ہونے کا اشاری کیا۔

ماہم کھڑی ہوتی اسے معنی خیز نظروں سے دیکھتے مسکرانے لگی۔

"کچھ نہیں ہوسکتا تمہارا۔ باہر ویٹ کررہا ہوں دو منٹ میں باہر آؤ ۔ ایسے ہی حسین ہو تیار ہونے مت بیٹھ جانا"

اسکی نظروں کو نظرانداز کیے وہ باہر نکل گیا۔

ماہم ہنستے ہوئے ڈوپٹہ لے کر خود بھی باہرنکل گئی۔

****

"عورت بہت نازک ہوتی ہے ۔ ایک کولی ڈالی کہ طرح جسے ہلکا سا زیادہ زور لگاؤگے تو ٹوٹ جائیگی۔

وہ اس بیل کی طرح ہوتی ہے جسے جس سمت موڑوگے مڑ جائیگی۔ زیادہ سختی اسکا اور تمہارا دونوں کا نقصان کردیگی۔

جانتے ہو عورت پھول کی طرح ہوتی ہے بہت نازک ۔۔۔ انکے لیے کانٹے نا بننا عرش۔۔۔ "

مروا نم آنکھوں سے اسے سمجھا رہی تھیں۔ اس پر اپنی ماں کے الفاظ اثر نہیں کررہے تھے کیونکہ وہ اپنے باپ کی باتوں پر ایمان لاچکا تھا۔

اس پر تو مروا کے آنسو اثر کررہے تھے۔ تکلیف دے رہے تھے۔

" جی امی۔ "

" رائمہ آمنہ اور خنساء یا کسی بھی عورت پر ہاتھ مت اٹھانا۔

عورت محکوم ہوتی ہے ۔ مرد اسکا حاکم ہوتا ہے۔ اور اللہ کو اپنے وہی حاکم بندے پسند ہیں جو ظالم نہیں ہوتے۔ پھر چاہے وہ کسی سلطنت کا حاکم ہو یا اپنے گھر کا۔ "

" جی امی۔ "

" غلطی مرد سے بھی ہوتی ہے اور عورت سے بھی۔ پھر یہ کہنا غلط ہے کہ غلط صرف عورت ہوتی ہے ۔۔ عورت بھی تو انسان ہوتی ہے کیا اس سے غلطی نہیں ہوسکتی ؟"

مروا کے سوال پر اٹھارہ سالہ عرش اسے دیکھنے لگا۔

" اگر ڈھیل دوگے تو وہ غلطی کرینگی اور عورت کی ایک غلطی ہی پورے خاندان کی بدنامی اور نسل کی تباہی کے لیے کافی ہوتی ہے۔ "

مروا کو دیکھتے اسکے زہن میں عمیر کی بات گونجی۔ وہ لب بھینچ گیا۔ یہاں اسے اپنا باپ درست لگا تھا۔

" جی امی "

وہ اقرار میں سر ہلاگیا لیکن اسنے اپنی ماں کی بات پر یقین نہیں کیا ۔

کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے وہ چھت کو گھور رہا تھا۔

اسکا ماضی بہت تلخ تھا۔ وہ بچپن سے ہی ہوشیار تھا۔ ہر چیز میں اچھا , زہین۔ پھر چودہ سال کی عمر میں اپنے چچا کی لاش دیکھی جن سے وہ بےپناہ محبت کرتا تھا۔ سب یہی کہتے تھے کہ وہ عمیر نہیں نمیر کا بیٹا لگتا ہے کیونکہ وہ نمیر کی کاربن کاپی تھا۔ جس عمر میں اسے صرف پڑھائی پڑھنی تھی وہ اپنے باپ کی بتائی باتیں پڑھارہا تھا جنکی اسکی ماں نفی کرتی تھی۔ پڑھائی کے علاوہ وقت میں جو اسکی عمر کے لڑکے دوسرے مشغلے کرتے تھے اس وقت میں وہ بزنس سیکھتا تھا۔ جن بہنوں کے ساتھ وہ بچپن میں گڑیاگڑیا کھیلتا تھا جو اسکا پسندیدہ کھیل تھا وہ چھوٹ گیا تھا۔ بہنوں پر اپنے باپ کے کہے کہ مطابق رعب ڈالنے کی چکر میں وہ اپنی بہنوں سے بہت زیادہ دور ہوچکا تھا جسکا اسے خود اندازہ تھا پر اسے وہی ٹھیک لگتا تھا۔ اپنی بہنوں کے دل میں اپنا ڈر ڈالنے میں وہ کامیاب رہا تھا لیکن اپنی عزت ڈالنے میں اتنا ہی ناکامیاب۔ خنساء سے تو اسکی آخری بات صحیح سے جب ہوئی تھی جب وہ چھ سال کی تھی۔

اس وقت بھی وہ سہمی سہمی رہتی تھی اور اسکے پاس بھی نہیں آتی تھی پھر وہ اسے گڑیا کی لالچ دے یا کچھ بھی کرے۔

پھر سات سال کی عمر میں وہ انکے گھر آگئی اور جب آئی جب عرش کے دل میں اسکے لیے غصہ اور چڑھ پنپنے لگی۔۔ جسے وہ نفرت کانام دینا چاہتا تھا پر نا دے سکا۔

لیکن باپ کی وقتاًفوقتاً نصیحتوں سے وہ خنساء کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ بھی ختم کرچکا تھا۔ خنساء کی حیثیت گھر میں ایک بے جان شے جیسی تھی۔ وہ صرف تائی (مروا) کے پہلو میں رہتی تھی۔ عرش سے اسکا سامنا ہی نہیں ہوتا تھا اور اگر ہوتا بھی تھا تو وہ اسے نظرانداز کردیتا ۔۔ لیکن اس دوران بھی کبھی کوئی بات ہو تو وہ عرش سے ایسے ہی ڈرتی تھی جیسے عرش اسے مار ڈالیگا۔

ویسے ہی اسکی زندگی بچپن سے عجیب اور تھکادینے والی تھی لیکن پھر انیس سال کی عمر میں ہی ایک اور بڑا غم اور بوجھ اسکے وجود پر آگیا۔

انیس سال کی عمر میں ہی عمیر اور مروا کار ایکسیڈینٹ میں انتقال کرگئے۔ اور اس پر دکھوں اور زمہ داریوں کا بوجھ ڈال گئے جو اسکے لیے جھیلنا محال تھا۔ پڑھائی چھوٹ گئی ہوشیار تو وہ بچپن سے تھا پھر عمیر کا کچھ سکھایا بزنس ۔۔

بزنس جوائن کرنے کے ساتھ ساتھ وہ بزنس سیکھنے لگا اور ساتھ ہی ایم بی اے کے پرائیویٹ پیپرز دیے جس میں ٹاپ تو نہیں کیا پر پیپرز کلیئر ہوگئے۔

اکیس سال کی عمر تک وہ بزنس اور گھر دونوں سنبھال چکا تھا۔

منشاء کو مروا نے ہی کام پر رکھا تھا۔ منشاء عرش سے صرف تین سال بڑی تھی۔

اسے آج بھی یاد تھا وہ اپنے ماں باپ کے انتقال پر بہت رویا تھا۔ جانتا تھا اسکو تو حوصلہ بننا تھا اپنی بہنوں کا لیکن وہ پھر بھی رویا تھا اور بہت رویا تھا۔

اسکے بعد وہ اپنے رزلٹ پر رویا تھا۔ اسکے باپ کی خواہش سے زیادہ اسکی سیکنڈ ایئر میں پورے بورڈ میں فرسٹ پوزیشن آئی تھی لیکن جن کے لیے اتنی محنت کی تھی وہ نہیں تھے ۔

دیکھتے دیکھتے دکھ سنجیگی میں بدل گیا ۔ اور زمہ داریوں کا بوجھ غصے میں۔ فیملی کے ساتھ کبھی اسنے اتنا اچھا وقت گزارا ہی نہیں تھا جن کے ساتھ وہ سکون محسوس کرسکے۔

وہ بیڈ پر بیٹھی یک ٹک اپنے پاؤں کو گھور رہی تھی۔
اسے اپنے پاؤں میں ان دیکھی بیڑیاں محسوس ہورہی تھیں۔
" محبت کا اظہار تو بہت خوبصورت ہوگا۔ "
فراز کی بات یاد آتے وہ روتے میں مسکرا دی۔ کتنا خوبصورت احساس ہوتا ہے محبت کا اور پھر اسکو اپنا محرم دیکھنا سب سے بڑی خواہش۔ وہ بہتے آنسوؤں سے مسکرا رہی تھی۔ کمرے میں قدم رکھتی فردوس اسکی اس کیفیت سے نظریں چراتے واپس پلٹ گئیں۔ جو بات کرنے وہ یہاں آئی تھی اسے دیکھ کر ہمت نہیں ہوئی۔
"واپس کیوں جارہی ہیں ؟"
گھور وہ اب بھی اپنے پیروں کو رہی تھی لیکن انکی موجودگی محسوس کر چکی تھی۔
" جو بات کرنے آئی ہوں وہ کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ "
دل پر پتھر رکھتے وہ اسکے سامنے بیٹھتے بولیں۔
" بات کرنے نہیں آئیں امی آپ۔ آپ مجھ سے مانگنے آئی ہیں ۔۔
قربانی مانگنے آئی ہیں آپ مجھ سے ۔۔ اپنی زندگی کے ساتھ ساتھ میری زندگی بھی مانگنے آئی ہیں۔ "
پاؤں سے نظر ہٹا کر فردوس کو دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھیں پر کچھ بولنے کی ہمت نہیں ہوئی۔
" جانتی ہیں امی دونوں میں سے ایک کو قربانی دینا ہے۔ اگر میں آپکے لیے قربانی دیتی ہوں تو خسارے دونوں کے حق میں آئینگے۔ میں خود کی زندگی خود ختم کردونگی جانتے بوجھتے اس جہنم میں قدم رکھونگی جہاں سے واپسی شاید ممکن نہیں کیونکہ جس شخص سے میری شادی ہورہی ہے وہ ابو کی طرح ہے۔ طلاق کو لعنت اور بے غیرتی سمجھتا ہوگا۔ اسلیے جب مجھ سے دل بھر جائیگا اور بیزار ہوجائیگا تب بھی مجھے رہائی نہیں دیگا۔ بلکہ تاحیات میری موت تک مجھے مارتا رہے گا ۔ اور دوسرا خسارا یہ کہ آپ بھی ایک زبردستی کے رشتے میں رہینگی جس پر بائیس سال محبت , محنت سب کرنے باوجود وہ صرف انکے بھتیجے کی خوشی اورمیرے سودے پر انحصار کرتا ہے "

اس بار اسنے نکاح نہیں سودا کہا تھا۔ اسکی نظر میں یہ سودا ہی تھا جو محض عبدالباری کی خوشیوں کے لیے کیا جارہا تھا۔

" اور اگر آپ قربانی دیتی ہیں تو دونوں زندگی بھر کے خسارے سے بچ جائینگے۔

ناآپکو ایک بے مول رشتے میں رہنا پڑیگا۔ نا مجھے ساری زندگی کے خسارے اپنے دامن میں بھرنے پڑینگے۔ "

اسنے آس سے فردوس کو دیکھا تھا۔ وہ جانتی تھی وہ انکے آنسوؤں کے آگے نہیں جیت پائے گی اسلیے دعا کررہی تھی کہ وہ اسے اسکے فیصلے سے ہٹنے کا نا بولیں۔

جواباً فردوس نے اسکے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔ وہ بے یقینی سے فردوس کودیکھنے لگی۔ اسکی ہمت نا ہوئی کہ وہ آگے بڑھ کر انکا ہاتھ تھام لے۔ اسے لگا وہ پتھر کی ہوگئی ہے اور اگر ہلی تو بری طرح ٹوٹ جائیگی۔

وہ ہاتھ جوڑے رورہی تھیں۔ اور اقراء اپنے نصیب پر۔ وہ ایسا کیسے کرسکتی تھیں۔

" اللہ نے ماں باپ کے فیصلوں میں برکت رکھی ہے اقراء میں نے تمہارے نصیب کے لیے بہت دعا کی ہے جب سے تم پیدا ہوئی ہو تب سے۔ عبدالباری سدھر جائیگا وہ تمہیں---!"

" میں نکاح کرلونگی"

اسے اپنی ہی آواز اجنبی لگی۔

" میر---!"

" میں آرام چاہتی ہوں آپ چلی جائیں۔ "

وہ فردوس کو بنا دیکھے انکی طرف پیٹھ کیے لیٹ گئی۔

" اقرا---"

" امی میں اکیلی رہنا چاہتی ہوں آپ چلی جائیں"

وہ سختی سے آنکھیں میچے بولی۔ فردوس اسکی پشت کو دیکھتے فورا کمرے سے نکل گئیں۔

فردوس کے کمرے سے نکلتے ہی اسکی ہچکی نکلی۔ اٹھ کر بیٹھی اور آواز سے رودی --

اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ فردوس بیگم اسے مجبور کرینگی۔

****

خنساء کی آنکھ کھلی وہ جمائی رکتی اٹھی اور مُندی مُندی آنکھوں سے کمرے کا جائزہ لینے لگی ۔ وہ رات کو رائمہ آئمہ کے کمرے میں سوئی تھی۔

بیڈ پر دیکھا تو رائمہ آئمہ نہیں تھیں۔ انگڑائی لیتے کھڑی ہوئی تو حیرت سے صوفے پر دیکھا۔

نیند سے ڈُلکتی وہ دونوں زبردستی اپنی آنکھیں کھولے موبائل کو دیکھ رہی تھی۔ وہ حیران ہوئی کیونکہ اسکے سامنے تو وہ دونوں سونے لیٹی تھیں۔ جبکہ ابھی انکی آنکھیں دیکھ کر معلوم ہورہا تھا کہ وہ پوری رات نہیں سوئیں۔

خنساء غصے سے آگے بڑی اور آئمہ کے ہاتھ سے موبائل لیا۔

"آپی آپ اٹھ گئیں۔۔؟"

رائمہ نے مسکرا کر پوچھا پر جواباً خنساء کے گھورنے پر نظریں جھکا گئی۔

" پوری رات جاگے ہو نا تم دونوں ؟"

غصے سے پوچھا۔

" نہیں آپی ہم توآپ سے پہلے سوگئے تھے۔ فجر میں اٹھے تھے تب موبائل لیا تھا "

آئمہ نے دماغ کا بھرپور استعمال کیا جبکہ آنکھیں بڑی مشکل سے کھول رکھی تھیں ۔

" پھرمجھے فجر میں کیوں نہیں اٹھایا۔ ؟"

خنساء نے اپنے کمرے میں الارم کلاک رکھی تھی۔ جس کی مدد سے وہ فجر میں اُٹھتی تھی پر رات رائمہ آئمہ کے کمرے میں سونے کی وجہ سے فجر نکل گئی۔

" اٹھایاتھا آپی۔۔ اتنا اٹھایا تھا پر آپ اُٹھی ہی نہیں۔ "

رائمہ نے صفائی سے جھوٹ بولا۔

ان دونوں کی بار بار جھپکتی آنکھوں کو دیکھتے خنساء نے دونوں آبرو اچکائیں۔ موبائل چھین جانے کے ڈر سے ان دونوں نے فجر میں اسے اٹھایا بھی نہیں۔

" اچھا خیر چھوڑو چلو ساتھ ناشتہ کرتے ہیں پھر پیپرز کی تیاری کرینگے۔ "

خنساء نے جان بوجھ کے کہا۔

"آپی نہیں پلیز۔ "

آئمہ روہانسی ہوئی۔

" کیوں ؟"

خنساء نے سینے پر ہاتھ باندھے پوچھا۔

" سوری آپی"

رائمہ نے مظلومیت سے کہا وہ دونوں سمجھ گئی تھیں کہ خنساء سمجھ چکی ہے اسلیے بحث کا فائدہ نہیں تھا۔

دونوں پر سخت نظر ڈال کر وہ کمرے سے نکل گئی۔

اسکے جاتے ہی رائمہ اور آئمہ بیڈ پر گرگئیں ۔ اور اگلے پانچ منٹ میں ہی وہ سوچکی تھیں۔

****

اگلے دن وہ کمرے سے نہیں نکلی تھی۔ دوپہر کے وقت اسے ہلچل محسوس ہوئی۔ وہ جانتی تھی یہ ہلچل کس چیز کی ہے۔

وہ آنکھیں موندے مسکرائی۔

بند آنکھوں سے آنسو نکل کر اسکی کنپٹی میں جذب ہوئے۔

" اقراء--"

مروا نے کمرے میں داخل ہوتے پکارا

" اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ دروازے پر مروا عرش کا ہاتھ تھامے کھڑی تھی۔

اقراء سیدھی ہوتے بیٹھی۔ عرش اقراء کو دیکھتے بھاگتا ہوا اسکے پاس آیا۔ وہ جب بھی کراچی آتا تھا اقراء سے لازمی ملتا تھا۔ ابھی وہ صرف چھ سال کا تھا۔

اسکے ہاتھ میں ہمیشہ کی طرح ایک بڑی گڑیا تھی۔

" تم تیار نہیں ہوئی۔ ؟"

مروا نے اسے سادے سے سفید لباس میں دیکھتے پوچھا۔

ایسا نہیں تھا کہ وہ اسکی کیفیت سے انجان تھی لیکن کچھ اور پوچھنے کے لیے تھا نہیں۔

"تیار تو ہوں "

وہ مسکرائی۔

" دلہن پر سفید لباس نہیں جچتا"

مروا نے اسکا ہاتھ تھامتے کہاجو مہندی سے پاک تھا اس میں کچھ ایسانہیں تھا کہ کوئی اسے دلہن کہے بلکہ اسکی سوگواریت سے وہ کوئی بیوہ معلوم ہورہی تھی۔

اقراء خاموش رہی۔

" میں حیران ہوں ۔ ایک ہی دن میں چچا نے بہت اچھی بری تیار کی ہے تمہاری تمہیں بہت پسند آئے گی"

اسکا موڈ بحال کرنے کے لیے اسنے بات بدلی۔ اقراء تلخ مسکرائی۔

" جب شوہر پسند کا نا ملے تو چیزیں پسند کی ہونا مسرت کاباعث نہیں ہوتا۔ "

مروا خاموش ہوگئی۔

" میں تمہارا لباس لائی ہوں -- تم بدل لو اور تھوڑا تیار ہوجاؤ-- "

" مردے کو سجانے کارواج مسلمانوں میں نہیں ہے بھابھی۔

اورمیں مسلمان ہوں۔"

مروا کا دل تڑپا تھا۔ لیکن اسکے بس میں کچھ نہیں تھا۔

"تمہاری رخصتی بھی آج ہی ہے۔"

مروا نے اسے آگاہ کیا۔

" قبر کوئی سی بھی ہو فرق نہیں پڑتا۔ قبر قبر ہوتی ہے"

آنسو ٹوٹ کے اسکی آنکھ سے گرا۔

" اقراء "

فروس بیگم اسکی بات سن چکی تھیں ۔ تڑپ کر پکارا۔

" بھابھی آپ بیٹھیں میں وضو کرکے آتی ہوں۔ "

فردوس بیگم کو قریب آتے دیکھ وہ فورا اٹھی اور باتھروم میں بند ہوگئی۔

"چچی سب ٹھیک ہوجائیگا"

فردوس سسک پڑیں۔ مروا نے انہیں گلے لگایا۔

****

سادگی سے نکاح ادا ہوا۔

اور اقراء صدیق حسین دیوان

اقراء نمیر دیوان ہوگئی۔

وہ بلکل چپ پتھر کی مورت بنے بیٹھی تھی۔ فردوس کی بہن بہت مشکل سے خاموش بیٹھی تھیں ۔ اقراء کاروپ بتا رہا تھا کہ یہ رشتا زبردستی جوڑا گیا ہے ۔ اور ہانیہ تو اپنے بھائی اور اقراء دونوں کے جذبات سے واقف تھی۔ آج تکلیف میں صرف اقراء نہیں بلکہ فراز بھی تھا ۔ جبکہ تائی کو اسکا یہ سوگوار چہرہ سخت ناگوار لگ رہا تھا۔

" اقراء ۔۔"

فردوس اسکے برابر بیٹھیں اشک بار آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں۔

" میں نے کہا تھا کہ اگر میں نے قربانی دی تو اپنی جان لینی پڑیگی۔ آپکی اقراء مرگئی ہے۔ آپ اور آپکے شوہر آج سوگ منا لیں کیونکہ نا اب میری زبان سے کبھی امی نکلے گا نا ابو۔

ابو تو پہلے سے سفاک تھے۔ لیکن آپ نے بہت تکلیف دی ہے اور وہ تکلیف میری جان لے گئی ہے۔ "

اسکے برابر میں بیٹھی مروا اور اسکے برابر میں بیٹھی اسکی تائی اور سامنے کھڑی ہانیہ اورآپا نے اسکی مکمل بات سنی تھی ۔ آپا تو حیرت سے اپنی بہن کو دیکھ رہی تھیں انہیں یقین کرنا مشکل ہورہا تھا کہ وہ ایسا کرسکتی ہیں۔

جبکہ تائی اشتعال سے کمرے سے نکل گئیں ۔ ہانیہ افسوس اور دکھ سے اپنی خالہ کو دیکھ رہی تھی جنھوں نے انکے ہیرا بھائی کو ریجیکٹ کرکے عبدالباری سے اقراء کا نکاح کردیا تھا ۔ ساس کے مزاج کو سمجھتے مروا انکے پیچھے گئی۔

" اقراء۔ اس عمر میں طلاق لینا میرے لیے عذاب تھا۔ "

وہ روتی ہوئی بولیں۔

" اور اس عمر میں عبدالباری کو تمام زندگی سونپنا میرے لیے موت سے بدتر ہے۔۔ اللہ کی قسم اگر خودکشی حرام نا ہوتی تو ابھی آپ فاتحہ پڑھ رہی ہوتیں۔ "

سرد لہجے میں کہتے وہ اٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب واپس اپنے گھر کے لیے نکلے لیکن اس بار انکے ساتھ اقراء بھی تھی۔

رخصتی کے وقت وہ ہانیہ اور خالہ کے گلے لگ کر روئی۔

فردوس نے اسے خود ہی گلے لگایا اور روئیں۔

"آپ کو گلے لگنے دینے کامطلب یہ نہیں ہے امی کہ سب ٹھیک ہوگیا۔ بس یہ سمجھ لیجیے گا کہ جنازہ جانے سے پہلے رورہی ہیں۔ آخری بار ۔ اب کبھی رونا آئے تو رولیجیے گا لیکن ملنے مت آئیے گا۔"

فردوس سے الگ ہوتی وہ مروا کے ساتھ باہر نکلنے لگی جب صدیق حسین اسکے قریب آئے لیکن وہ مروا کے دوسری طرف ہوکر باہر نکل گئی۔

قدوس حسین دیوان , صدیق حسین دیوان کے بڑے بھائی تھے۔

انکے دو بیٹے تھے بڑے عمیر دیوان اور چھوٹے نمیر دیوان جسکو سب بچپن سے ہی عبدالباری کہتے تھے۔

عمیر دیوان کی شادی تو انکی پسند سے ہوئی تھی۔ اور اب نمیر (عبدالباری) دیوان کی بھی پسند سے ہورہی تھی۔ بس فرق یہ تھا عمیر دیوان کے نکاح میں انکی پسند کے ساتھ مروا کی پسند شامل تھی جبکہ نمیر دیوان کے نکاح میں اقراء کے ساتھ زبردستی ہوئی تھی۔

عمیر دیوان کا صرف ایک ہی بیٹا تھاعرش دیوان جو ہوبہو نمیر دیوان کی کاربن کاپی تھا۔آنکھیں ناک ہونٹ ہر نقش اسکا نمیر دیوان جیسا تھا بس فرق یہ تھا کہ وہ سگریٹ پیتا تھا جس کی وجہ سے ہونٹ جامنی تھی۔

" چاچو آپکی شادی ہوگئی نا "

عرش نمیر کی گود میں چڑھتا بولا۔

" ہاں میری جان ہوگئی۔۔ آپکی بھی کردیں کیا ؟"

نمیر نے اسے چھیڑا۔

" نہیں ابھی میں چھوٹا ہوں نا ابھی میری بیوی مجھ سے ڈرے گی نہیں"

چھ سال کے عرش کے منہ سے یہ بات سن کے مروا کے دل پر سانپ لوٹ گئے۔ کیسے اسکے معصوم زہن میں یہ گند بھراتھا۔ اسکو سمجھانے کے بجائے اور بات کی نفی کرنے کے بجائے عمیر اور نمیر دونوں ہنسے تھے۔ جبکہ بےتاثر نظروں سے کھڑکی سے باہر دیکھتی خنساء تلخی سے مسکرائی ۔ اسے یہ نام نہاد دینداروں سے اسی طرح کی توقع تھی۔ اور ایک اسکی معلمہ کے شوہر تھے جو موم کی گڑیا کی طرح اسکی معلمہ کو رکھتے تھے۔ ایک بار اسنے دیکھا تھا جب وہ اچانک انکے گھر گئی تھی۔ معلمہ کے شوہر صحن کی جھاڑو لگا رہے تھے۔ اور ایسا نہیں تھا کہ وہ پڑھے لکھے نہیں تھے۔ وہ ڈاکٹر تھے۔ اور ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ دین کی تعلیم نہیں رکھتے تھے وہ عالم بھی تھے۔۔

" تم کس کے خیالوں میں کھوئی ہو "

اقراء کے کان کے قریب جھکے اسنے سرگوشی کی۔

تایا اور تائی الگ گاڑی میں آرہے تھے اور یہ لوگ الگ۔

ڈرائیونگ عمیر کررہا تھا اور اسکے ساتھ آگے مروا بیٹھی تھی۔ پیچھے نمیر اسکی ایک طرف عرش اور دوسری طرف اقراء۔

"آپ سے کسی اچھی بات کی توقع بھی نہیں تھی "

باہر دیکھتے ہی جواب آیا۔

" ایسی زبان صرف ان لڑکیوں کی چلتی ہے جن کے پاس دوسرے ٹھکانے ہوں۔ اور امی نے بتایا مجھے تم کیا باتیں کررہی تھی"

اسکے گرد بازو پھیلاتے اقراء کو خود سے قریب کیا۔

" ٹھکانہ موجود ہوتا تو ابھی تمہارے بازؤں میں نا بیٹھی ہوتی عبدالباری"

وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی ۔

" تو کیا ضرورت تھی میری جان فراز جیسے ناکام عاشق سے محبت کرنے کی کہ وہ تمہیں ٹھکانہ بھی نا دے سکے"

فراز اسکے کان کے قریب جھکے چبھتے ہوئے لہجے میں بولا جبکہ اقراء حیرت زدہ سی اسے دیکھنے لگی۔ اسے کیسے فراز کے بارے میں پتا تھا یہ تو اسکے اور اللہ کے درمیان کا راز تھا۔

وہ حیران تھی لیکن پھر اسے یاد آیا یہ راز تو وہ اپنے ماں باپ کے سامنے کھول چکی تھی۔ اس سے زیادہ تکلیف کی بات کہ اسکے باپ نے یوں اسکے پاکیزہ کردار کو گندا کیا تھا۔

" ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔۔ معلوم نہیں کے ایسی حرکتیں زیادہ دیر نہیں چھپتیں۔ "

" بس کرو گاڑی میں بچہ بھی ہے یہ باتیں گھرجاکر کرنا۔ "

عمیر نے چھیڑا تو نمیر اقراء کے گرد سے بازو ہٹاتے ہنس دیا۔

جبکہ اقراء اب بھی اسے دیکھ رہی تھی جسکی سوچ بھی اسکی حرکتوں کی طرح گندی تھی۔

آج اسنے اس بات کا بھی نمونہ دیکھ لیا تھا کہ انسان دوسرے کو خود کے آئینے میں دیکھتا ہے ۔ جیسا وہ خود ہوتا ہے اسے دوسرے بھی ویسے ہی لگتے ہیں۔ وہ نفرت سے نظریں پھیر گئی۔ یہ سب باتیں نئی نہیں تھیں وہ تو جانتی اسکی زندگی یہی ہوگی۔ بس رونا اس بات کا تھا کہ وہ اپنے ماں باپ سے اپنا رشتہ ختم کرآئی تھی۔

گھر پہنچ کر مروا نے اقراء کو نمیر کے کمرے میں بٹھادیا۔

وہ مروا سے باتیں کررہی تھی اور عرش اسے گھور رہا تھا۔

" کیا بات ہے عرش ایسے کیوں دیکھ رہے ہو ؟"

مروا نے اسے قریب کرتے پوچھا۔

" یہ ڈول جیسی ہیں نہ۔"

اقراء کو دیکھتے اسنے سوچتے ہوئے کہا۔ مروا مسکرائی ابھی وہ کچھ کہنے ہی لگی تھی جب اقراء نے عرش کو اپنے قریب کیا۔

"میں واقعی ڈول ہوں۔۔ بلکل آپکی اس ڈول کی طرح۔

اقراء نے اسکے ہاتھ میں پکڑی گڑیا کی طرف اشارہ کیا۔

جسکا خود پر کوئی اختیار نہیں ۔ بے جان ایک کھلونا۔ "

کہتے ہوئے اسکی آنکھیں بھیگ گیئں۔

" اقراء"

مروا نے اسکے پاؤں پر ہاتھ رکھا۔

پر یہ حوصلہ اور تسلی انسان کے جب کام آتی ہیں جب کوئی امید ہو۔ جب امید کی کوئی کرن باقی ہی نا ہوتو پھر سب بیکار۔۔۔

" نہیں آپ ڈول نہیں ہیں۔ آپ تو بہت بڑی ہیں اور ڈولز اتنی بڑی نہیں ہوتیں۔ اورچاچا جان نے بھی کہا ہے کہ آپ میری چچی ہیں۔"

عرش نے نمیر کی سیکھائی بات بتائی۔

" کتنی عزت بھرے نام دے کر عزت چھین لیتے ہیں۔ دوہری ازیت میں مبتلہ کرکے سکون کیسے حاصل ہوجاتا ہے انسان کو۔ اور

انسان بھی وہ جو مومن ہو۔ مومن کا دل تو نرم ہوتا ہے نا ؟"

اقراء نے مروا کی طرف دیکھتے بےتاثر لہجے میں کہا۔

" جہاں ماں باپ صحیح ہوتے ہیں وہاں اولاد غلط کرجاتی ہے۔

پھیکا مسکرا کر اسنے اپنی مثال دی۔

اور جہاں اولاد صحیح ہو وہاں ماں باپ غلط کرجاتے ہیں۔ الفاظ کی چوٹ سب سے زیادہ تکلیف دیتیں ہیں۔ "

عمیر کی باتیں یاد کرتے اسکا دل بھی زخمی ہوا تھا۔ وہ جتنا پچھتا رہی تھی وہ الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں تھا۔

اسکے پاس واپسی کاراستہ بھی نہیں تھا ۔

ایسا نہیں تھا کہ اسکے گھر والے قبول نہیں کرتے۔ اسکے گھر والے تو معاف کرچکے تھے اور کرتے بھی کیوں نا آخر اولاد تھی محبت تھی۔ لیکن وہ اپنی تکلیفیں بیان کرکے انہیں ایک اور تکلیف سے دوچار نہیں کرسکتی تھی۔ وہ ماں باپ تھے۔ چہرے سے اندر کی گھٹن کا اندازہ لگا سکتے تھے ۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ کچھ بھی بتانے کے قابل نہیں ہوتا لیکن ماں باپ اسکے کچھ نا بتانے پر بھی سب سمجھتے ہیں تو بڑے ہوکر وہ ناواقف ہوں یہ ممکن نہیں ۔

وہیں دوسری طرف اسکے ماں باپ جس سے اسکی شادی کرنا چاہتے تھے وہاں چھوٹی بہن کی ہوئی ۔ اور آج وہ اپنی خوشیاں دکھانے کی محتاج نہیں تھی اسکا چہرہ اسکی مسکراہٹ اسکی پرسکون اور خوشحال زندگی ظاہر کرتے تھے۔

باہر سے عمیر کی آواز آئی۔ وہ اسے باہر بلا رہا تھا۔

" اللہ کے لیے کچھ ناممکن نہیں -- تم دعا کرنا کہ اللہ نمیر کا دل بدل دے۔ اس کے دل میں جوسفاک محبت ہے اسے موم کی طرح نرم کردے کہ تمہارا ہر آنسو اسے پگھلادے-- تمہاری آنے والی زندگی کو پرسکون کردے۔ "

مروا نے کھڑے ہوتے اسے پیار کیا ۔ اقراء تلخی سے ہی صحیح پر مسکرا بھی نا سکی۔

عرش تو پہلے ہی کمرے سے نکل چکا تھا مروا بھی اسے پیار کرکے نکل گئی--

****

" اوہ تم روایتی بیویوں کی طرح میرا انتظار کررہی ہو۔ ؟ مجھے یقین نہیں آرہا-- "

کمرے کا دروازہ بند کرتے نمیر ہنسا۔جواباً اقراء خاموش رہی۔

" ویسے کیسا محسوس کررہی ہو۔ ؟ ایک غلیظ نظروں والے شخص کے ساتھ جڑ کے۔ "

بیڈ پر اسکے سامنے نیم دراز ہوتے وہ کمینے پن سے ہنسا۔

" افف کیا حسن ہے --اسپیچ لیس-- "

اسے اوپر سے نیچے تک دیکھ وہ اسکا ضبط آزمارہا تھا۔

اگر کوئی اور موقع ہوتا تو وہ اسکو منہ توڑ جواب دیتی یا منہ ہی توڑ دیتی۔

" ویسے آج تم نے مجھ سے اپنا منہ نہیں چھپایا۔ کیا اب تمہیں میری غلیظ نظروں سے گھن نہیں آرہی ؟"

جھٹکے سے اٹھ کر وہ اقراء کے قریب ہوا اور مسکراتے ہوئے اسکے چہرے کو بغور دیکھنے لگا۔

" ویسے مجھے اس جگہ دیکھ کر تو تمہارا دل خون کے آنسو رورہا ہوگا نا؟ یہ جگہ تو فراز کی تھی-- اوووو عبدالباری نے کیسے لے لی-- چچ--چچ-چچ- خیر جگہ تو میری ہی تھی پر تم کسی اور کو دینا چاہتی تھیں--

اب کہ اقراء نے نظروں کا رخ اسکی جانب کیا۔

حقیقت یہی تھی کہ اسنے اس جگہ فراز کو دیکھنے کی خواہش کی تھی۔ لیکن اب وہ اس کا ذکر نہیں چاہتی تھی اور سامنے بیٹھا شخص کس ضمیر کامالک تھاکہ اسکی کردار کشی کرتے یہ بھی نہیں سوچ رہا تھا کہ اب وہ اسی کی عزت ہے--

" میرے دل میں تمہاری اکڑ ختم کرنے کی بہت خواہش تھی۔ لیکن پھر تم پر ترس آگیا۔ لیکن ایسی عورت پر میں کبھی ترس نہیں کھاؤنگا جو دنیاکے سامنے شرافت کا لبادہ اوڑھے اور عاشق پال کے رکھے-- میری نظروں سے زیادہ غلیظ ہوتی ہیں ایسی عورتیں-- جسٹ لائک فحشہ ---"

اسکے تیر جیسے جملے اقراء کے دل کو زخمی کرنے میں ناکام رہے تھے۔ وہ جس قدر نمیر سے نفرت کرتی تھی اسے نمیر کی کہی کوئی بات اس قابل نہیں لگتی تھی کہ وہ کان دھرے -- لیکن نمیر کے اگلے عمل نے اسکی روح جھنجھوڑ دی تھی۔

اسکا ڈوپٹہ جو سر سے ڈھلکہ اسکے گرد لپٹا اسکے جسم کو ڈھانپے ہوا تھانمیر نے اسے اسکے وجود سے الگ کردیا۔ اسے لگا نمیر دیوان نے اسکے وجودسے ڈوپٹہ نہیں بلکہ اسکے جسم سے کھال کھینچی ہے۔ نکاح میں ہوتے ہوئے بھی اسے نمیر کا لمس ناپاک لگا تھا ایسا لگا تھاجیسے اسکے جسم پر کسی نے دیہکتا کوئلہ دبا دیا ہو۔

" اب دومیاں بیوی کے درمیان یہ ڈوپٹے کی آڑ غلط ہے-- "

نمیر پھر خباثت سے ہنسا ۔

اقراء کو اب اسکا دیکھنا برداشت سے باہر ہورہا تھا۔

" شک--شکرانے کے نفل ادا نہیں کیے ہم نے۔ "

نمیر دیوان کی نظروں سے فلوقت بچنے کا یہی راستہ اسے سمجھ آیا تھا---

"تمہاری جیسی بیوی جس کو ملے کیا اسے شکرانے کے نفل پڑھنے چاہیے ؟"

اسکا سوال اس قدر ہتک آمیز تھا کہ اس بار اقراء کی بے تاثر آنکھوں میں غصہ ابھرا تھا۔ یہ تاثر صرف ایک لمحے کے لیے تھا پر نمیر کی آنکھوں سے مخفی نہیں تھا۔

****

" اتنا رونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ وہ اپنوں میں گئی ہے جب چاہے جاکر مل لیجیے گا۔ "

صدیق حسین نے بیڈ کی دوسری طرف بیٹھتے ان پر سرسری نگاہ ڈالی۔

" ظلم کیا ہے آپ نے مولوی صاحب۔۔ میری بچی پر ظلم کیا ہے۔ "وہ تڑپ کر بولیں۔

" باپ ہوں اسکا۔۔ اسکا بھلا سوچا ہے۔ عبدالباری خوش رکھے گا اسکو۔۔ "

انکو فردوس کے ایسے بولنے سے غصہ آیا تھا۔

" ظلم ہی کیا ہے مولوی صاحب آپکی کوئی صفائی آپکے ظلم کو دھو نہیں سکتی۔ فراز سے محبت کرتی تھی میری بچی۔ اور اسے زبردستی کسی اور کے حوالے کردیا۔ "

وہ روتے ہوئے بے بسی سے دوہائیاں دے رہی تھیں۔ وہ خود کو بھی برابر کا مجرم سمجھ رہی تھیں پر طلاق کوئی چھوٹی بات نہیں تھی اس عمر میں طلاق وہ ڈر گئی تھیں اور اسی ڈر کے زیر اثر وہ غلط کرگئی تھیں۔

"آخری بار بتا رہا ہوں فردوس عبدالباری کوئی اور نہیں میرا بھتیجا ہے ۔ خوش رکھے گا اسے۔ اور رہی بات فراز سے محبت کی تو جب اسے عبدالباری کی محبت ملے گی وہ فراز سے محبت بھول جائیگی۔ میں نے عبدالباری سے بات کی ہے اسے فراز کے معاملے کی سنگینی سمجھائی ہے وہ اقراء کو وقت دے گا۔۔ یہی اقراء کل کو تمہارے ہاتھ چومے گی اور کہے گی کہ آپکا فیصلہ۔۔۔۔!"

"آپ نے عبدالباری کو کیا بتایا؟"

وہ صدمے کی کیفیت میں صدیق حسین کی بات کاٹتے بولیں۔

" کیا ؟"

وہ نا سمجھی سے دیکھنے لگے۔

"آپ ایسا کیسے کرسکتے ہیں مولوی صاحب ۔۔ کیوں اسکی زندگی اور مشکل بناآئے ہیں۔ وہ شخص اتنے اعلی ظرف کا مالک نہیں۔ قصور کیا ہے میری بیٹی کا جو آپ اتنے ظالم ہوگئے ہیں۔۔ "

فردوس بیگم اور شدت سے رونے لگی۔ صدیق حسین غصے سے لب بھینچ گئے۔۔

"آپ یہاں بیٹھ کے روتی رہیں ۔ اسی وجہ سے وہ باغی ہوئی ہے"

غصے سے کہتے وہ کمرے سے نکل گئے۔ فردوس ایک بار پھر رونے لگیں۔۔

****

وہ بیڈ پر بیٹھا چھت کو دیکھ رہا تھا۔ آج جمعہ تھا اسکی چھٹی تھی۔ نماز کے بعد وہ تھوڑی دیر سوگیا اب وہ بور ہورہا تھا۔ کسی سے بھی بات کرنے کا دل نہیں تھا۔۔ کچھ یاد آتے اسنے اپنا موبائل اٹھایا ۔ خنساء کا اکاؤنٹ چیک کیا۔ اسنے خنساء کے موبائل میں جو آئی کلاؤڈ کا اکاؤنٹ ڈالا تھا وہی اپنے موبائل میں بھی سیو کیا تھا۔ اسے اپنے باپ کی نصیحت یاد تھی کہ۔

"سونے کا نوالہ دینا پر نظر شیر کی رکھنا۔۔"

میسج وہی ایک ہی نمبر سے آئے تھے۔ میسج اسنے کھول کر نہیں دیکھے کیونکہ وہ نمبر رحمت کا تھا وہ پہچانتا تھا۔ کال بھی کسی کی نہیں آئی تھی۔

خنساء کی سم پر جو کال آتی تھی وہ خنساء کے ساتھ ساتھ عرش کے فون پر بھی آتی تھی جسے وہ آسانی سے سن سکتا تھا جسکا علم خنساء کو بھی نہیں ہوتا۔ خنساء کے فون میں جو میسجز آتے تھے وہ اسکے پاس بھی شو ہوتے تھے پھر چاہے وہ خنساء ڈیلیٹ بھی کردے۔

لیکن اس نے اب تک خساء کی کالز سنی نہیں تھیں۔ اسکے پاس اب تک صرف رحمت کی کال آئی تھی جسے اسنے سنا تھا پھر یہ جان کر کے اسکی دوست ہے اسکے بعد نا اسنے خنساء کے میسج پڑھے تھے نا اس نمبر سے آئی کالز سنی تھیں۔ سوشل میڈیا سے اب تک خنساء کنیکٹ نہیں ہوئی تھی جس پر اسکو سکون ہی ملا تھا۔

کچھ سوچتے اسنے یوٹیوب کھولی۔ پھر یوٹیوب بھی خنساء کے آکاؤنٹ سے لاگ ان کی۔

وہ سرسری سا یوٹیوب اسکرول کررہا تھا لیکن اسے یہ دیکھ حیرت ہوئی تھی کہ اسکرول کرتے جتنی رینڈم وڈیوز آرہی تھیں وہ انڈین ڈراموں کی تھیں۔ اسنے واچ ہسٹری چیک کی کیونکہ جانتا تھا کہ ابھی ابھی موبائل آیا ہے اسے اتنا سمجھ نہیں آئیگا۔ واچ ہسٹری دیکھ کر حیرت سے اسکی آئبرو اوپر ہوگئی ۔ پوری واچ ہسٹری میں انڈین ڈرامے بھرے تھے۔۔

وہ یہ سوچ کر رہ گیا کہ خنساء کو ان سب کا چسکا کب لگا۔

زہن جھٹک کر اسنے سرچ ہسٹری چیک کرنے کے لیے میگنیفائر کے سائن پر کلک کیا ۔ کیبورڈ کے ساتھ پرانی سرچ کی ہوئی لسٹ بھی آگئی۔ اور یہ عرش کے لیے تیسرا بڑا جھٹکا تھا۔ لسٹ کچھ یوں تھی۔

"رومینٹک سینز آف کرَن پریتا۔"

"رومینٹک سینز آف رشی تنو۔"

"ڈانس سینز آف رشی تنو"

"ناگن 5 ایپیسوڈ 55 "

"کنڈلی بھگیا ایپسوڈ 167 "

"رشی فائٹ سینز"

"کرَن پریتا فائٹ سینز"

اور بھی بہت کچھ تھا لسٹ میں۔ جبکہ عرش سن رہ گیا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا خنساء اس طرح کی چیزیں دیکھتی ہے۔
گہری سانس لے کر اسنے اپنا موبائل بیڈ پر رکھا سر ہاتھوں میں تھام لیا۔ ریسینٹ پلے لسٹ میں لاسٹ ویڈیو دس منٹ پہلے کی تھی۔ کچھ سوچ کر اسنے دوبارہ چیک کی تو اب ایک اور وڈیو تھی جو ایک منٹ پہلے دیکھی گئ تھی۔
وہ سمجھ نہیں پارہا تھا کہ کیا کرے۔ اب خنساء کو بلا کر پوچھ بھی نہیں سکتا تھا۔ پوچھتا بھی تو کیا پوچھتا کہ تم یہ سب چیزیں دیکھتی ہو "؟

یا یہ کہتا کہ تمیں شرم نہیں آتی یہ سب دیکھتے۔ فلحال وہ کچھ نہیں بول سکتا تھا کیونکہ یہ سب پوچھتے اسے خود بھی شرم آتی۔ اسے لگا اسنے خنساء کی درخواست قبول کرکے بڑی غلطی کی ہے۔ موبائل ہاتھ میں اٹھاتے وہ کمرے کی کھڑکی پر کھڑا ہوا۔ گہری سانس کھینچ کر وہ واپس پلٹنے لگا تو غیر ارادی طور پر اسکی نظر لان میں جھولے پر پڑی جہاں خنساء پورے جھولے پر کتابیں رکھے بیٹھی تھی۔ اسکے ہاتھ میں بھی ایک بک تھی اور دوسرے ہاتھ میں پینسل جو وہ تھوڑی پر ٹکائے ماتھے پر بل ڈالے بک کو گھور رہی تھی۔ شاید کچھ سمجھنے کی کوشش کررہی تھی۔ موبائل اسکے پاس نہیں تھا۔ کچھ سوچتے اسنے واپس یوٹیوب کھولا تو ایک اور نئی وڈیو واچ ہسٹری میں تھی اس پر بھی ایک منٹ پہلے کا وقت دکھا رہا تھا اسکو شک ہوا۔ اس شک کو یقین میں بدلنے کے لیے وہ وہیں کھڑکی پر کھڑا ہوگیا۔ وہ پانچ منٹ تک کھڑا رہا اور مسلسل خنساء پر نظر رکھی لیکن ان پانچ منٹ میں اسکی نظریں کتاب سے نہیں ہٹی تھیں بس اسنے ایک کتاب بند کرکے دوسری کھولی تھی۔ واچ ہسٹری چیک کی تو اس میں ایک اور وڈیو کا اضافہ تھا۔ عرش کا شک یقین میں بدل گیا۔ اسے اس بار غصہ نہیں آیا بلکہ حیرت ہوئی۔ وہ اتنی بڑی ہوگئی تھیں کہ یہ سب دیکھنے اور سمجھنے لگی تھیں وہ تو اب تک انہیں بچہ سمجھ رہا تھا اسنے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ اتنی بڑی ہوگئیں۔ وہ سولہ سال کی ہوگئی تھیں اور سولہ سال اتنی بھی چھوٹی عمر نہیں تھی جتنی وہ سمجھ رہا تھا۔ اسے مروا کی سخت

کمی محسوس ہوئی تھی۔ سر پر ایک سرپرست مرد کے ساتھ ایک عورت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ مرد کتنا بھی سرپرست بن جائے وہ ماں کی طرح پرورش نہیں کرسکتا نا ہی وہ عورتوں کے معاملات کو سمجھ سکتا ہے۔ ابھی اگر مروا ہوتی تو وہ یہ سب دیکھتیں اور انہیں سمجھاتیں وہ تو اس معاملے میں نا غصہ کرسکتا تھا نا سمجھا سکتا تھا۔ یہ جھجھک اور حیاء کی دیوار فطری تھی جسے وہ نہیں گرا سکتا تھا۔

ان سب کے ساتھ اسکے دماغ میں ایک اور بات آئی کہ جب اسنے خنساء کی درخواست پڑھی تھی تب اسے شدید حیرت ہوئی تھی۔ وہ روبرو کیا کسی بھی طریقے سے اسے مخاطب نہیں کرسکتی تھی۔ پھر بھلا وہ یہ خط کیونکر دیتی۔۔ کڑی سے کڑی مل چکی تھی پر اس پر ثبوت کی مہر لگنا باقی تھی۔

اسنے ایک نظر لان میں بیٹھی خنساء پر ڈالی وہ اب بھی کتاب میں گم تھی۔ وہ کمرے سے نکلا اور نیچے آیا اسکا رخ خنساء کے کمرے کی طرف تھا۔ کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا حسب عادت کمرہ بلکل صاف ستھرا تھا آئمہ رائمہ کے کمرے کے برعکس۔

اسنے خنساء کے سائیڈ ٹیبل سے اسکی نوٹ بک اٹھائی۔

کھول کر خنساء لکھائی دیکھی تو ایک ٹھنڈی سانس لی۔ وہ ہینڈ رائٹنگ وہ نہیں تھی جو اس خط پر تھی۔ بات صاف تھی کہ ہر بار کی طرح یہ بھی رائمہ آئمہ کی ہوشیاری تھی۔ وہ سوچ کر رہ گیا کہ گھر میں رہتے ہوئے بھی وہ دونوں اتنی ہوشیار کیوں ہیں اسکی اتنی سختی کے باوجود بھی وہ اس طرح کیوں کرتی ہیں۔

پر اسنے کبھی یہ نوٹ ہی نہیں کیا کہ اسکی سختی اور اسکی سزائیں سنانے کے بعد بھی اسنے کبھی سزا دی ہی نہیں۔ تو پھر ڈر کیسے ہوتا ؟
خنساء کے کمرے سے نکل کر وہ واپس اپنے کمرے میں آگیا۔۔ اتنا تو وہ سمجھ چکا تھا کہ یہ موبائل خنساء نہیں رائمہ آئمہ کی ضرورت سے آیا تھا اور ضرورت بھی انہیں موبائل کی نہیں انٹرنیٹ کی تھی کیونکہ جب سے موبائل آیا تھا اس پر رائمہ آئمہ کی کسی دوست کا فون یا میسج نہیں آیا تھا۔ اب موبائل وہ خنساء سے واپس نہیں لے سکتا جو بھی تھا وہ یہ حقیقت نہیں جھٹلا سکتا تھاکہ وہ باہر جاتی ہے اور موبائل اسکی ضرورت ہے۔۔ کچھ لمحے سوچنے کے بعد اسنے موبائل واپس کھولا اور انٹرنیٹ کا پاسورڈ چینج کردیا۔ پھر ہونٹوں پر شرارت اور فتح کی ملی جلی مسکراہٹ نمودار ہوئی جسکا اسے علم نہیں ہوا۔ پھر موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھتے وہ لیپ ٹاپ لے کر بیٹھ گیا تاکہ ای میلز چیک کر سکے۔

اسے یقین تھا خنساء اسے انٹرنیٹ کے بارے میں کچھ نہیں بولے گی۔ اور اگر خنساء کے نام کا خط انہوں نے واپس بھیجا تو اس بار وہ انکے جال میں بلکل نہیں پھنسے گا۔

****

بیڈ پر اوندھے منہ لیٹے وہ مردہ جان سی پڑی تھی۔ اسے تو اب اپنی قسمت پر یقین بھی نہیں آرہا تھا۔ رات کا نجانے کونسا پہر تھا پر اسکی آنکھیں بنا جھپکے طاق تھیں۔

اس سے تھوڑے فاصلے پر ہی نمیر سورہا تھا۔ اسکی بے تاثر نظریں نمیر کے چہرے پر تھیں

پر زہن پر صورت کسی اور کی۔

" یہ تو صرف آپ کی رضامندی جاننے کو کہا ہے اظہار تو محبت خوبصورت ہوگا۔ "

آنکھوں سے آنسو نکل کر ناک کی نوک پر اٹک گیا وہ ایسے ہی بے جان سی لیٹی تھی۔

" مجھے بھی انتظار رہے جواب اظہار کا۔ ؟"

"میری محبت قبول ہے ؟"

" میں نے آپکو کبھی دیکھا نہیں نادیکھنے چاہ ہے جب تک آپ میری محرم نہیں بنتیں۔"

" اگر آپکی رضامندی ہو تو میں امی سے رشتے کی بات کروں۔ "

ایک کے بعد ایک آنسو نکل کر اسکی ناک کے کنارے سے ٹپکنے لگے۔

وہ نہیں سوچنا چاہتی تھی اسے۔ وہ اپنی دنیا کی طرح آخرت خراب نہیں کرنا چاہتی تھی کہ کسی اور کہ نکاح میں ہوتے اسے یاد کرتی۔ لیکن وہ اب اسکے زہن پر ایسے قابض ہورہا تھا کہ اسکی باتیں اسکے زہن میں گھوم رہی تھیں۔

کتنی عزت بھرا لہجہ تھا اسکا کتنے احترام سے نظریں جھکائی تھیں۔ اسکے الفاظ اقراء کو معتبر کر گئے تھے۔ اور آج۔ آج اپنے ہر عمل سے نمیر نے یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ اسکی نظر میں کس قدر حقیر ہے۔ اسکی ذات کو بری طرح روندھ دیا تھا۔

اسکی نسوانیت پر گہرا وار کیا تھا۔

" اللہ۔"

منہ سے سسکی نکلی۔ وہ کتنی بھی پتھر بنتی تھی لڑکی ہی۔۔ عورت مضبوط ہوتی ہے اور اسکے مضبوط رہنے کے پیچھے ایک وجہ اسکا سائبان ہوتا ہے۔ وہ ویسی ہی مضبوط عورت بننے کی خواہش مند تھی جو اسکی ماں نہیں بن سکی تھی۔ وہ اپنے پیچھے وہی سائبان چاہتی تھی جو اسے مضبوط رکھے۔ وہ مضبوط عورت نہیں بننا یاہتی جسے اسکا سائبان توڑ دے اور وہ پتھر دل ہوجائے جس پرکوئی جذبہ اثر نہیں کرتا جسے لوگ مضبوط کہتے ۔۔ایک ٹوٹی اور احساسات سے خالی عورت کو زمانہ مضبوط کہتا ہے وہ ۔ وہ عورت بننے کی خواہش مند نہیں تھی پر اب وہی بننا

شاید اسکا مقدر تھا۔ وہ دل سے فراز کی محبت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتی تھی کیونکہ وہ احساس محبت اسے کمزور کررہا تھا پر یہ اسکے بس میں نہیں تھا۔

" یہ رک کیوں گیا ؟"

وڈیو کو اٹکتے دیکھ آئمہ نے منہ بنایا۔

"نیٹ بند ہوگیا ہے۔۔ رکو دوبارہ کنیکٹ کرتی ہوں۔ "

رائمہ نے نیٹ کنیکٹ کرنا چاہا تو وہاں پاسورڈ درکار تھا۔ انہیں شدید حیرت ہوئی۔ پاسورڈ تو انکو معلوم نہیں تھا ۔ بنا پاسورڈ کے کنیکٹ کرنا چاہا پر یہ نا ہونا تھا نا ہوا۔

" تم نے کیا کردیا یار "

آئمہ نے غصے سے گھورا۔

" میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں بھی تو تمہارے ساتھ دیکھ رہی تھی خد بخود ہوا ہے"

رائمہ نے بھی جواباً غصے سے کہا۔ اسکی غلطی بھی نہیں تھی۔

" اب کیا کریں۔ "

دونوں کی صورت رونے والی ہوگئی ۔

"شاید نیٹ میں کوئی مسئلہ ہوا ہو۔ "

آئمہ نے خدشہ ظاہر کیا۔

" جو بھی ہوا ہو۔۔ اب کیا کرینگے ۔ نیٹ کا پاسورڈ تو ہمارے پاس ہے ہی نہیں۔ "

رائمہ نے موبائل بیڈ پر رکھتے کہا۔

" پھر رات تک انتظار کرنا پڑیگا ہم واپس خنساء آپی کے نام سے درخواست ڈال دینگے کہ غلطی سے نیٹ ڈسکنیکٹ ہوگیا ہے -- اور یہ کہہ دینگے کہ آپ پاسورڈ ہی بتا دیں۔ "

آئمہ نے سنجیدگی سے کہا۔ جب خنساء کی درخواست پر موبائل مل سکتا تھا تو نیٹ تو بہت معمولی چیز تھی۔ انہیں یقین تھا کہ انہیں نیٹ کا پاسورڈ مل جائیگا۔

مسکرا کر انھوں نے موبائل رکھا اب بس رات کا انتظار تھا۔ موبائل رکھ کر وہ کمرے سے باہر نکلیں اور لان میں آگئیں جہاں خنساء پڑھ رہی تھی۔ اور کھڑکی سے عرش نے انہیں لان میں آتے دیکھا تو مسکرایا۔

****

" کیا بات ہے دی گریٹ ماہم بڑی سنجیدہ ہیں۔ "

تنزیل اپنے کمرے سے باہر نکلا تو وہ سامنے صوفے پر بیٹھی تھی۔

" کیوں میں سنجیدہ نہیں ہوسکتی ؟"

الٹا سوال۔

" حد ہوگئی ویسے۔ تم تو بات کرتے ہی کاٹنے کو دوڑ رہی ہو۔ "

بولتے ہوئے وہ ہنسا۔

" یعنی میں کُتّی ہوں۔ ؟"

دانت پیستے پوچھا۔

" عقلمند ہو۔ "

آنکھ مارتے وہ پھر ہنسا۔

" تو تم میرے کزن ہو تو پھر تم بھی پھر وہی ہوئے۔ "

اسنے بھی حساب برابر۔

" اچھا چھوڑو یہ بتاؤ کیاسوچ رہی ہو۔ "

" کچھ نہیں بس ایسے ہی آئی تھی -- تم بتاؤ ابھی کیا کررہے ہو۔ "

ماہم نے کندھے سے بیگ لٹکاتے کہا۔

" فلحلال تو فری ہ۔۔۔۔ نہیں بلکل فری نہیں ہوں۔ مجھے بہت ضروری پریزنٹیشن تیار کرنی ہے۔ "

ماہم کا باہر جانے کا ارادہ بھانپ کر اسنے فورا بات بدلی۔

" بھاڑ میں گئی تمہاری پریزنٹیشن ابھی میرے ساتھ چلو۔"

ماہم نے اسکا ہاتھ پکڑتے باہر کھینچا۔

" یار اپنے عرش کی ناک میں دم کیا کرو نا۔۔ مجھے تو بخشو۔ "

تنزیل نے دہائی دی۔

" اسکو تو ساری زندگی مجھے برداشت کرنا ہے۔۔ تم ابھی کرلو۔"

اسکو باہر کھینچتے ماہم بھی باہر نکل گئی۔

****

لگلے دن صدیق حسین اور فردوس اقراء سے ملنے ناشتہ لے کر آئے۔ لیکن اقراء کمرے میں بند تھی۔ اسنے باہر نکلنے سے صاف انکار کردیا تھا۔ اسکی اس بات پر حیرت انگیز طور پر نمیر نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

فردوس بیگم تو وہیں رونا شروع ہوچکی تھیں۔ اقراء جو سزا انہیں دے رہی تھی وہ انکو تکلیف دے رہی تھی۔

" اقراء نے کچھ کہا تو نہیں ؟"

صدیق حسین نے نمیر کے ساتھ لان میں ٹہلتے پوچھا۔

" محبت اتنی جلدی کہاں پیچھا چھوڑتی ہے چچا جان۔ اسکو وقت لگے گا۔۔ فراز اسکی پہلی محبت ہے۔ "

نمیر سمجھداری سے بولا۔

" مجھے تم سے یہی امید تھی عبدالباری۔۔ مجھے خوشی ہے اپنے فیصلے پر۔ تم اسکو بس تھوڑا وقت دو۔ وہ نادان ہے۔ کچی عمر ہے اسکی سمجھ جائیگی۔ "

صدیق حسین نے اسکا کندھا تھپکا۔

" یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے چچا وہ شریک حیات ہے اب میری آپ بے فکر رہے۔ میں پوری کوشش کرونگا کہ اسکو میری طرف سے کوئی پریشانی نہ ہو۔ میں پوری کوشش کرونگا کہ میں اسکو ہر خوشی دے سکوں"

نمیر نے جذب سے کہا۔

" فخر ہے مجھے تم پر۔ اور دیکھنا ان شاءاللہ جلد اقراء کو بھی ہوگا۔ تم پر اور میرے فیصلے پر۔"

صدیق حسین کے کندھے اپنے فیصلے پر اور چوڑے ہوگئے۔

" فکر مت کریں چچی جان وہ ٹھیک ہے۔ بس ابھی اپ سیٹ ہے آپ سے ناراض ہے۔ جلد مان جائیگی۔ "

مروا نے فردوس کے ہاتھ تھام کے کہا۔

"مجھ سے زیادتی ہوگئی مروا۔۔ میں کیا کروں۔۔۔ میں مجبور تھی۔۔ تم بتاؤ میں کیا کرتی۔؟"

فردوس بیگم روتے ہوئے بولیں۔

" سب نصیب کی بات ہے چچی۔ آپ دعا کریں سب ٹھیک ہوجائے گا۔ اللہ اقراء کے نصیب میں نمیر کو بہتر کریگا پھر وہ ٹھیک ہوجائیگی۔"

مروا نے انہیں حوصلہ دیا جسکی اسکو خود بھی بہت کم امید تھی۔

****

رائمہ آئمہ بہت دکھی تھیں۔

انہوں نے پرسوں رات کو عرش کے کمرے میں درخواست ڈالی تھی جس پر اب تک کوئی عمل نہیں ہوا تھا۔

اور واپس وہ پریشانی سے اداس تھیں۔ جب کچن سے کچھ عجیب آوازآئی۔ وہ دونوں کچن میں گئیں تو اندر کا منظر دیکھ سکتہ طاری ہوگیا۔

دس منٹ پہلے ۔۔!"

خنساء کچن میں چائے بنا رہی تھی جب سلیپ پر رکھا فون بجا۔ اسنے نمبر دیکھا تو ان نون تھا۔ پہلے اسنے سوچا کہ نا اٹھائے پر پھر یہ سوچ کر اٹھا لیا کہ نمبر تو سوائے رحمت کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے تو شاید وہی کررہی ہو۔

" ہیلو۔۔"

جب سامنے سے کسی نے کچھ نہیں کہا تو اسی نے پہل کی۔

" ہیلو ڈیئر"

دوسری طرف سے شوخ مردانہ آواز ابھری۔

"کک۔۔کو۔۔کون۔؟"

کسی انجان مرد کی آواز سنتے ہی ہاتھ کانپنے لگے تھے۔ عرش نے فون دیتے ہوئے ہی کہا تھا کہ لڑکوں سے دوستی کی اجازت نہیں ہے۔

" ارے آپ ڈر کیوں رہی ہیں۔ خیر آپ تو ویسے بھی ڈرتی ہیں۔ اور آپ کا یہ ڈر آپ پر خوب جچتا بھی ہے۔ "

"آ۔۔آ۔آ۔آپ کک۔۔کون ہیں۔۔ او۔۔اور میرا۔۔ نم۔۔نمبر کیسے معلوم۔ ہے آپ۔۔آپکو۔ "

غصے سے کہنے کی ناکام کوشش کی۔

" میں آپکا کلاس فیلو ہوں۔ اور نمبر کیسے معلوم ہوا یہ تو معمولی سی بات ہے آجکل۔۔ اور آپ گھبرائے نہیں ۔۔میں تنگ نہیں کرونگا بس ایک بات کرنی ہے۔"

اسنے سکون سے کہا۔

" پر۔۔مجھے۔۔نہیں۔۔کک۔کرنی۔۔"

اب کے تھوڑے غصے سے کہا۔

" اگر آپ نے نہیں کی تو میں آپکا نمبر کلاس میں سب کو دے دونگا ۔ پھر تو آپ بات کرینگی نا۔ "

سامنے والے نے دھمکی دی جسے سن کے اب خنساء کا وجود کپکپانے لگا تھا۔ اگر اسکا نمبر پھیل جاتا اور لڑکوں کے فون آتے اور یہ بات عرش کو پتا چل جاتی تو وہ اسے ہی غلط سمجھتا پھر سزا بھی دیتا۔ خنساء نے فون کاٹا اور موبائل فورا سلیپ پر رکھ دیا۔

ایک منٹ بھی نہیں گزرا تھا جب اسی نمبر سے دوبارہ کال آنے لگی۔

لگاتار تین بار اسی نمبر سے کال آتی رہی پھر بند ہوگئی۔ خنساء خوف سے موبائل کو دیکھ رہی تھی جیسے وہ موبائل نا کوئی وحشی جانور ہو جو اس ابھی مار دیگا۔

اس بار الگ نمبر سے کال آئی اور یہ دیکھتے خنساء کی بچی کچی ہمت بھی جواب دے گئی۔

اسنے فون اٹھایا اور زمین پر گرا دیا۔ پر افسوس فون ٹوٹا نہیں تھا اور کال اب بھی آرہی تھی۔ اسنے جلدی سے کیبن کھولا اور اندر سے دستہ نکال کر اسکی سکرین پر لگاتار تین چار بار مارا کے سکرین کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔

اور کچن کے دروازے پر کھڑی آمنہ رائمہ پر یہ منظر دیکھ کر سکتہ طاری ہوگئیں۔

" یہ کیا کیا آپ نے۔ ؟"

آنکھوں میں آنسو لیے آمنہ نے صدمے سے پوچھا۔

جبکے رائمہ کا سکتہ اب تک نہیں ٹوٹا تھا۔

" وو۔۔وہ وہ۔ رونگ۔۔نمبر سے کال آرہی تھی۔۔ کک۔کوئی لڑکا تھا۔ او۔۔اور اسنے میرا نمبر بانٹ دیا۔ عرش کو۔پتا چلتا تو۔۔ "

خنساء نے روتے ہوئے بتایا۔

" تو آپ بلاک کردیتیں۔ "

ہوش میں آتے رائمہ نے غصے سے کہا۔

" سم پر کال آرہی تھی۔۔ کیسے کرتی۔ "

" سم پر بھی بلاک ہوجاتا ہے"

آئمہ نے روتے ہوئے کہا۔ ابھی نیٹ کا مسئلہ حل نہیں ہوا تھا جو موبائل بھی گیا۔ صدمہ کافی بڑا تھا۔

" مجھے نہیں پتا تھا"

رائمہ نے غصے سے دیکھا اور روتے ہوئے نیچے سے موبائل اٹھایا۔ اتنی مشکل سے تو ملاتھا۔ اب تو کبھی نہیں ملتا۔

" بھائی کو کیا بولینگی اب آپ اب وہ کیا کرینگے آپ کے ساتھ۔ ؟"

آئمہ نے رائمہ کے ہاتھ سے موبائل لیتے پوچھا۔

دونوں کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے ۔

" بب بول دونگی گر گیا۔ "

اسنے فورا بہانہ پیش کیا۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھ پارہی تھی کہ عرش کے سامنے بولے گی کیسے۔

" اتنی بری طرح ٹوٹتا ہے گرنے سے موبائل؟"

رائمہ نے پوچھا۔

" مجھے نہیں پتا "

خنساء کے رونے میں روانی آئی۔

"آپکو اس موبائل کی قیمت معلوم ہے ؟"

موبائل کو دیکھ کر انکے آنسو ہی نہیں رک ہے تھے ۔

" نہیں ۔"

" دو لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔ "

آئمہ کے قیمت بتانے پر خنساء کو اور بڑا جھٹکا لگا۔

پہلے یہ فکر تھی کہ عرش کو اس کال کا ناپتہ چل جائے۔ اپنے ڈر سے وہ اتنی بڑی غلطی کر بیٹھی تھی عرش کا دو لاکھ کا نقصان کر بیٹھی تھی۔ آنسوؤں میں اور شدت آئی۔

" اللہ کی قسم مم۔۔مجھے نہیں پتا تھا۔۔ یہ۔۔ یہ اتنا قیمتی ہے۔ میں۔۔نے جان۔۔بوجھ کے نہیں کیا۔"

"آپکو ہمیں بتانا چاہیے تھا ہم بلاک کر دیتے۔ "

اب کے رائمہ نے نرمی سے کہا۔

" مجھ سے غلطی ہوگئی۔ پپ۔۔پلیز۔۔عرش کو نہیں۔ بتانا کہ میں نے موبائل توڑا ہے۔ "

روزینہ جو پیچھے کے دروازے سے کچن میں داخل ہورہی تھی۔ خنساء کا اقرار جرم سن کے خوش ہوگئی۔ لیکن اسے یہ نہیں پتا تھا کہ معاملہ کیا ہے پر وہ اتنا جان گئی تھی کہ فون خنساء نے توڑا ہے اور یہ بات عرش سے چھپانی ہے۔ جیسے وہ آئی تھی خوشی خوشی واپس پلٹ گئی۔ ویسے بھی جب سے منشاء آئی تھی روزینہ کا عرش سے سامنا ہی نہیں ہورہا تھا۔ اور نا اسکی جوتے اتارنے والی حرکت کے بعد عرش نے اسے مخاطب کیا تھا۔

" ہم نہیں بتائینگے۔ "

کہتے ہوئے رائمہ روتے ہوئے کچن سے نکل گئی۔ اس موبائل پر نام خنساء کا تھا پر حکومت رائمہ آئمہ کی ایک طرح سے وہ موبائل ان دونوں کا ہی تھا جسے خنساء نے اپنی خوف اور بے وقوفی کی وجہ سے توڑ دیا تھا۔

****

عرش آفس میٹنگ میں بیٹھا تھا جب اسکا موبائل وائبریٹ ہوا اسنے ایک سرسری نگاہ ڈالی پر فون اسکی سم پر نہیں خنساء کے نمبر پر آرہا تھا۔ اور نمبر بھی رحمت کا نہیں تھا۔ اسنے میٹنگ روک کر فون کان سے لگایا۔ ویسے بھی اسے صرف آواز سن کے رکھنی تھی۔

لیکن دوسری طرف سے کسی لڑکے کی آواز سن کر اسکی رگیں پل میں تنی۔ وہ فون کان سے لگائے ساری گفتگو سن رہا تھا۔ساتھ ساتھ غصے سے تاثرات بھی بدل رہے تھے۔ غصے کی انتہا تو جب تھی جب اس لڑکے نے خنساء کو دھمکی دی۔ پھر کال کٹ گئی۔ اسکے بعد تین سے چار دفع اور اور کال آئی اسکے بعد نمبر بند۔

اپنے اعصاب پر قابو پاتے اسنے موبائل رکھا اور میٹنگ کنٹینیو کی۔

" جبران ایک نمبر میسج کرراہا ہوں۔ یہ نمبر فورا سائبر کرائم کو دو اور اریسٹ کرواؤ۔۔ شریف لڑکیوں کو بلیک میل کرتا ہے۔ "

آفس روم سے باہر نکلتے عرش نے اسسٹنٹ مینیجر کو کام دیا۔ جسے اسنے یس سر بول کر قبول کیا۔

****

نمیر کی ضد پر سب حیران تھے۔ اسنے عجیب و غریب ضد لگائی تھی کہ وہ علیحدہ رہنا چاہتا ہے --
پہلے تو عمیر اور قدوس حسین دیوان نے بہت منع کیا پھر اسکی ضد کے آگے ہمت ہار گئے --
نمیر کی ماں تو اقراء کو کوسنے دے رہی تھی کہ آتے ہی بیٹے کو چھین لیا۔
شادی کو دو ماہ ہوچکے تھے پر وہ فردوس اور صدیق حسین سے نہیں ملی تھی۔
فراز کے لیے اسکی محبت کے متعلق بھی نمیر گھر میں سب کو بتا چکا تھا۔ جسکے طعنے نمیر کے ساتھ ساتھ اسکی ماں بھی دیتی تھی۔ اس کے علاوہ عمیر اور قدوس حسین دیوان زبان سے کچھ نہیں بولتے تھے پر نظروں میں حقارت ہی حقارت تھی۔
پورے گھر میں صرف ایک مروا ہمدرد تھی۔
ہاتھ اٹھانا کسی بھی چیز سے ماردینا نمیر کے لیے عام بات تھی۔ لاکھ پتھر کی ہونے کے باوجود بھی نمیر اسے تکلیف پہنچانے کا کوئی نا کوئی طریقہ ڈھونڈ لیتا۔
ہر روز الگ تکلیف سے دوچار وہ اور پتھر ہورہی تھی۔ سب سے بڑی تکلیف تو اسکے کردار پر غلاظت اچھالنا تھی--

****

" اسلام و علیکم سر"
عرش کی گاڑی کا ہارن سن کے وہ جو پہلے سے ہی لاؤنج میں بیٹھی تھی کھڑی ہوگئی۔ عرش کے اندر آتے ہی سلام کیا۔
دوپہر والی کال پر وہ ویسے ہی اپ سیٹ تھا روزینہ کے سلام پر سنجیدگی سے جواب دیا۔
" وعلیکم اسلام-- منشاء کہاں ہے؟"
" وہ انیکسی میں ہے اسکے سر میں درد تھا۔ "
اسکی بات پر عرش اثبات میں سر ہلاتا اوپر کی طرف بڑھ گیا۔
" سر چائے لاؤں۔ ؟"
اسے اب تک سمجھ نہیں آیا تھا کہ کیا بات بنا کے یہ بات عرش کے گوش و گزار کرے۔
عرش کے جاتے ہی اس نے منہ بنایا۔ منشاء کے آنے کے بعد تو یہ قیمتی موقع نہیں ملنے والا تھا۔ لیکن افسوس موقع ہاتھ سے جا چکا تھا۔
وہ غصے سے بڑبڑاتے کچن میں چلی گئی۔

رائمہ آئمہ دوپہر سے ہی اپنے کمرے میں بند تھیں ۔ انکا رونا اب تک جاری تھا۔ وہ فون کا غم ایسے منا رہی تھیں جیسے کوئی اپنا عزیز فوت ہوا ہو۔ کھانا دونوں نے نہیں کھایا تھا بھوک دونوں کی مری ہوئی تھی۔ ان پر یہی مثال فٹ تھی کہ چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات۔ ابھی تو موبائل کی خوشی کو صحیح سے محسوس بھی نہیں کیا تھا۔ وہیں خنساء بھی کمرے میں بند یہی سوچ رہی تھی کہ کیا کرے۔۔ عرش کو بتائے کیسے۔۔

کئی گھنٹوں سوچنے کے بعد اسے سمجھ آہی گیا۔

اسنے جلدی سے نوٹ بک کھولی اور درخواست لکھنے لگی۔ پین پکڑے اسکا ہاتھ بری طرح کانپ رہا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے اپنے ہاتھ کو دباتے اسنے درخواست لکھنا شروع کی۔۔

کھانے کی ٹیبل پر کوئی نہیں آیا تھا عرش نے بھی کسی کو بلانا مناسب نہیں سمجھا چونکہ آج اسکا اپنا مزاج عجیب ہورہا تھا۔

رات کے آٹھ بجے بھی گھر میں خاموشی تھی۔ منشاء بھی خاموش کھڑی تھی۔ روزینہ کچن کے دروازے پر کھڑی دعا کررہی تھی کہ عرش ان تینوں کی غیر موجودگی کاپوچھے تو موبائل توڑنے کابتائے۔ لیکن آج اسکی کوئی دعا قبول نہیں ہورہی تھی۔ کھانا کھا کر عرش اپنے کمرے میں چلاگیا۔

خنساء رات ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ گیارہ بجتے ہی اسنے باہر نکل کر تھوڑی سیڑھیاں چڑھ کر عرش کے کمرے کو دیکھا لائٹ بند تھی۔ وہ واپس فورا اپنے کمرے میں گئی اور کاغذ لے کر

آئی جس میں موبائل لپیٹا ہوا تھا۔ آرام نے سیڑھیاں چڑھتی وہ عرش کے دروازے کے سامنے رکھی اور نیچے بیٹھ کر موبائل دروازے کے نیچے سے ڈالنا چاہا پر افسوس نیچے صرف اتنی ہی جھری تھی کہ کاغذ جاسکے۔ دو تین بار کوشش کرنے کے بعد جب نہیں گیا تو ایک بار پھر اسے گھبراہٹ ہونے لگی۔

کاغذ کے اندر لپٹا موبائل وہیں دروازے سے لگا کر وہ فورا نیچے بھاگ گئی۔

****

عرش کمرے کی لائٹ بند کیے کاؤچ پر بیٹھا لیپ ٹاپ میں ضروری فائلز چیک کررہا تھا۔ جب دروازے پر کسی کی موجودی کا احساس ہوا۔ کمرے سے باہر روشنی ہونے کی وجہ سے اسے باہر کسی کی موجودگی کا علم ہوگیا تھا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا جب اسے یقین ہوگیا کہ آنے والا جاچکا ہے تو اسنے دروازہ کھولا نیچے ہی کوئی موٹا کاغذ پڑا تھا کاغذ بھاری بھی تھا ۔ کاغذ اٹھا کر اندر آیا اور کاغذ کھولا تو ایک بڑا جھٹکا اسکے لیے تیار تھا۔ ٹوٹے ہوئے موبائل کو دیکھ وہ آنکھیں جھپکنا بھول گیا۔ اتنی بری طرح اس نازک اور حسین

موبائل کو توڑا گیا تھا کہ صحیح ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ لب بھینچے اپنی بہت بڑی رقم دیکھ رہا تھا جو خنساء پانی کرچکی تھی۔ لب بھینچے اسنے درخواست کھولی۔ درخواست دیکھتے ہی وہ سمجھ گیا کہ یہ خنساء نے ہی دی ہے۔ وجہ یہ کاغذ اسکی نوٹ بک کا تھا۔دوسرا لکھائی بھی وہی نوٹ بک جیسی تھی۔درخواست میں سوری لکھا تھا کہ اس سے غلطی سے موبائل گر کر ٹوٹ گیا۔ عرش نے سختی سے لب بھینچے یہ گر کر نہیں ٹوٹا تھا وہ یقین سے کہہ سکتا تھا۔اسکا موبائل بھی کافی بار گرا ہے بلکہ اسنے تو ایک بار دیوار پر مار کر بھی توڑا تھا پر وہ بھی اتنی بری طرح نہیں ٹوٹا تھا۔ اپنے لاکھوں روپے کا جنازہ دیکھ اسکو افسوس ہوا کہ اسنے خنساء کو اتنا مہنگا موبائل دیا ہی کیوں۔ ؟ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس بیوقوف لڑکی نے ڈر کر یہ کیا ہے۔ لیکن ہمت حوصلہ اپنی جگہ تھوڑا سینس تو ہوتا ہے -- وہ سم بھی تو نکال سکتی تھی۔ لیکن وہ پاگل موبائل توڑ کر سم عرش کے حوالے کرگئی تھی --

عرش نے موبائل کو ڈسٹبن میں پھینکا وہ اب کسی کام کا نہیں تھا۔ اور لیٹر ڈریسنگ ٹیبل کے دراز میں رائمہ آئمہ کے لیٹر کے ساتھ رکھا۔ جو ہونا تھا وہ تو ہوگیا پر قیمت اتنی چھوٹی بھی نا تھی کہ وہ افسوس نا کرتا۔رہ رہ کر وہ خود کو ملامت کررہا تھا کہ فون کیوں دیا۔ لیکن اسنے تو یہ سوچ کر دیا تھا کہ اگر سستا موبائل دیا تو لوگ اسکا مزاق نا اڑائیں پر اپنی نیکی بھاری پڑی تھی۔

****

آئمہ رائمہ صبح خاموشی سے اسکول گئی تھیں اور خنساء بھی عرش کی خاموشی پر شکر کرتی یونی چلی گئی تھی۔ جبکہ عرش گھر پر ہی تھا۔

"گڈمارننگ سر۔"

روزینہ اسٹڈی میں چائے لیتی داخل ہوئی۔

" منشاء کہا ہے ؟"

" سر وہ کام کرہی تھیں اسلیے مجھے بھیج دیا۔ "

جھوٹ کہا۔

" یہاں رکھ دو۔ "

ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے چائے رکھنے کو کہا۔

" سر آپ سے ایک بات کرنی تھی۔ "

عرش نے اسے سنجیدگی سے دیکھا۔

" سر وہ -- کل خنساء بی بی نے اپنا موبائل خود توڑدیا۔"

اسکو کوئی بہانہ نہیں سمجھ آیا اسلیے سیدھے بتادیا۔

"تو؟"

عرش نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"تو۔۔۔ تو کچھ۔۔ نہیں سر بس بتا رہی تھی۔"

روزینہ گڑبڑائی۔

""میں نے تم سے پوچھا تھا کہ مجھے بتاؤ؟"

لہجہ حد درجہ سنجیدہ تھا۔

"نہیں۔"

نظریں جھکائے کہا۔

"معذرت کے ساتھ اگر تمہیں یہاں رہ کر فسادی عورتوں کی طرح گھر کے معاملات کی ٹو لے کر انہیں پھیلا کر پھر مزے لینا ہے تو آپ اپنے لیے کہیں اور کام ڈھونڈ لیں۔"

سختی سے کہا۔

"نن۔۔نہیں سر سوری۔۔آئندہ نہیں ہوگا۔"

روزینہ فورا بولی۔ اسے افسوس ہوا اسے ڈائریکٹ نہیں بولنا چاہیے تھا۔ کتنی بے عزتی کی بات تھی کہ وہ اسے فسادی اور ٹو لینے والی عورتوں سے مشابہت کہہ رہا تھا۔

"جاسکتی ہو۔"

سختی سے کہا تو روزینہ فورا باہر نکل گئی۔

"امی۔۔ میں بہت پرشان ہوگیا ہوں۔ نہیں سنبھل رہی مجھ سے یہ تینوں۔آپ کیوں چلی گئیں اتنی جلدی۔"

اپنا سردباتے وہ غمگین لہجے میں بولا۔ وہ تینوں واقعی اس سے نہیں سنبھل رہی تھیں انکی ہر چیز کا خیال رکھنا ان پر نظر رکھنا انکی پڑھائی دیکھنا پھر بزنس دیکھنا وہ ذہنی طور پر تھک رہا تھا۔ اسکے بعد اسکی زندگی میں کوئی خوشی بھی نہیں تھی کہ وہ نارمل رہتا۔ اور یہ سب بھی اسکی اپنی بدولت ہی تھا۔ اسکی خوشی کی تین وجہ تھیں خنساء رائمہ اورآئمہ۔ لیکن وہ ان تینوں سے اتنا دور تھا کہ بات بھی مشکل سے ہوتی

تھی۔ چھٹی وہ انکے ساتھ ہنس بول کر گزارنے کے بجائے اپنے کمرے میں گزارتا تھا۔ گھر ہونے کے باوجود وہ صرف ایک خالی مکان لگتا تھا جس کے مکین ایک دوسرے سے انجان تھے۔

****

"تمہارے لیے ایک خبر ہے ڈیئر وائف۔ "

اقراء گھٹنوں پر تھوڑی رکھے بیڈ پر بیٹھی تھی کسی اور دنیامیں گم تھی۔

انکو الگ ہوئے چار مہینے ہوچکے تھے۔ اور یہ پانچ مہینے اس پر اور زیادہ برے ثابت ہوئے تھے۔

جب سب ساتھ تھے تو نمیر کا خود پر تھوڑا کنٹرول تھا پر اب وہ بلکل آزاد تھا۔

ہاتھ اٹھانا , فحش بکنا اسکی عزت کے پرخچے اڑانا وہ بہت آسانی سے کھل کر کرتا تھا۔

یہ سب کرکے اسے خود بھی وہ دلی تسکین نہیں ملتی تھی جسکے لیے وہ یہ سب کرتا تھا اسی تسکین کو حاصل کرنے وہ اور آگے بڑھتا جاتا تھا۔

"کیا ہوا نہیں سننا ؟"

اقراء کے سامنے کھڑے ہوکر اسنے انگلی سے اسکی تھوڑی اوپرکی۔ اقراء نے اسے خالی نظروں سے دیکھا۔

"تمہارے عاشق کی شادی ہورہی ہے۔ "

اقراء کے چہرے کے تاثرات نا سمجھی میں بدلے ۔

"کیا ہوا نہیں سمجھی ؟ فراز کی شادی ہورہی ہے-- ویسے بڑا ہی کوئی بیکار عاشق نکلا یار تمہارا -- میں تو سمجھا تھا کہ ساری زندگی تمہارے نا ختم ہونے والے انتظار میں گزارے گا۔"

ہاتھ پیچھے کرتے مصنوعی افسوس سے کہا۔ دوسری طرف اقراء کے دل میں نجانے کیوں تکلیف ہوئی تھی۔ ایک ٹیس اٹھی تھی جس سے پل میں اسکی آنکھیں نم ہوئیں اور گال بھگو گئیں۔

اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھتے نمیر کی رگیں تن گئی اسنے ایک زور کا تھپڑ مارا اقراء جو پہلے ہی گم تھی بیڈ پر گری۔ منہ سے کراہ نکلی۔

"رونا آرہا ہے اپنے عاشق کی بےوفائی پر-- "

اسکا منہ دبوچتے سختی سے پوچھا۔

"بے حیاء , فحشہ عورت شوہر کے سامنے اپنے عاشق کے لیے رورہی ہے ۔ "

غصے سے اسکو بالوں سے کھینچتے واپس بیڈ پر دھکہ دیا--

" تو سدھرنے والی نہیں ہے-- آوارہ -- شرافت کی آر میں پلنے والی بلی---"

غصے سے پاگل ہوتے وہ کچھ ڈھونڈنے لگا۔ اقراء کی آنکھ سے فراز کے لیے نکلے گئے آنسو اسے جلتے انگاروں پر کھینچ گئے تھے۔

سائیڈ ٹیبل سے سیب کے ساتھ رکھی چھری اٹھا کر وہ اقراء کے قریب آیا۔

" تو اب بھی محبت کرتی ہے نا اس سے-- رابطہ ہے نا تیرا۔ ؟"

چھری اسکے قریب لے جاتے چیختے ہوئے پوچھا۔

اقراء نے پہلے اس چھری کو دیکھا پھر نمیر کو۔

اسکی آنکھوں میں موت کا خوف ظاہر ہوا۔ اسے لگا نمیر مار دے گا۔ پھر سکون بھی ہوا۔ نمیر کے ساتھ زندگی سے بہتر موت تھی خودکشی تو حرام تھی ایسے نہیں تو پھر ایسے صحیح--

" ہاں کرتی ہوں۔ "

نمیر کی آنکھوں میں دیکھتے اقرار کیا۔ وہ چھری پکڑے اسکے منہ سے نا سننے بیٹھا تھا اسکا اقرار سن کے وہ چھری اقراء کے کندھے پر مار دی۔

ایک دل خراش چیخ کے ساتھ وہ تڑپ اٹھی۔

" بول فراز سے محبت ہے؟۔ "

وہ اس وقت کوئی نفسیاتی معلوم ہورہاتھا۔ وحشی۔

" چھ---چھوڑو "

تکلیف سے چیختے وہ نمیر کو پیچھے کررہی تھی لیکن اسکا دباؤ چھری پر بڑھ رہا تھا۔

"بول-- محبت کرتی ہے اس سے۔

جان تو تمہاری نہیں لونگا پر ازیت ایسی دونگا کہ موت سے بد تر ہوگی-- بول---"

اسکے پھر چیخنے پر اقراء زور زور سے نفی میں سرہلانے لگی۔

" نن--نہیں کرتی--"

روتے ہوئے تکلیف کی شدت سے بمشکل کہا۔

" پھر کس سے کرتی ہے-- "

خباثت سے پوچھا۔۔

"آ۔۔آپ سے"

کندھے سے نکلتا خون بیڈ شیٹ گندی کررہا تھا۔ اسکے منہ سے اپنے لے اقرار سن کے چھری کھینچ کر اسکے کندھے سے نکالی جو کندھے کا گوشت چیرتے تھوڑی اندر جاچکی تھی۔

" بلاوجہ میں مجھے غصہ دلایااور خود کوتکلیف دی۔

ایسی حرکتیں کرتی کیوں ہو میری جان۔"

افسوس سے چھری نیچے پھینکتے اسے تڑپتا دیکھ وہ باہر نکل گیا۔

وہ اپنی تکلیف شمار کرتی باآواز بلند رورہی تھی۔

****

" یار ہم کیا کریں۔۔ یہ۔۔یہ سب اس موٹی کی وجہ سے ہوا ہے۔ "

رائمہ کینٹین میں کھڑی مستقل رورہی تھی۔

تھرڈ پیریڈ مس افشاں کا ہوتا تھا۔ اور پورے اسکول کی لڑکیاں ان سے ڈرتی تھیں کیونکہ وہ بہت سخت تھیں۔

ان کی کلاس شروع ہونے سے پہلے نمرہ نے ان سے ایم پی تھری مانگا تھا۔ جو رائمہ نے اسے دے دیا۔

اسکے بعد مس افشاں کلاس میں آئیں اور کلاس اسٹارٹ ہوئی۔ اور افسوس نمرہ جو نجانے ڈیسک کے نیچے کیا کرنے میں مصروف تھی مس افشاں کو اپنے قریب آتے نہیں دیکھ سکی۔ ہوش جب آیا جب مس افشاں نے ڈیسک کے نیچے اسکے ہاتھ سے ایم پی تھری چھینا۔

وہ بری طرح گڑبڑائی جبکہ رائمہ آمٔہ کی سانس اٹک گئی۔

"کیا ہے یہ۔۔"

سختی سے چیختے پوچھا۔

مس۔۔وہ۔۔وہ"

نمرہ سے کچھ بولا ناگیا۔

" کس کا ہے یہ۔ ؟"

اگلا سوال۔۔

" مس "

" میں نے پوچھا کس کا ہے ؟"

اب کے وہ پھر چیخیں تو اسنے رائمہ آئمہ کا نام لے لیا۔ جو اپنا نام سنتے ہی بری طرح گھبرائیں اور ہتھیلیاں پسینے میں بھیگ گئیں۔

"آؤٹ۔ "

پیچھے ہٹتے انہوں نے نمرہ کو باہر نکلنے کو کہا۔

نمرہ خاموشی سے باہر نکل گئی۔ پھر وہ رائمہ آئمہ کی طرف آئیں۔

"آپ دونوں بھی"

سختی سے کہا۔

" مس ہماری غلطی۔۔"

آئمہ نے بولنے کی کوشش کی۔۔

"میں نے کہا آؤٹ"

انکے چیخنے پر وہ دونوں بھی کلاس سے باہر نکل گئیں۔

مس افشاں کی کلاس ختم ہوئی تو وہ ان تینوں کو پرنسپل آفس لے گئیں۔ تینوں انکی منت سماجت کررہے تھے جسکا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

پرنسپل میڈم کے سامنے ساری کہانی رکھی۔ وہ تینوں نظریں جھکائے کھڑی میڈم کو بار بار سوری کہہ رہی تھیں اور ریکویسٹ کررہی تھیں کہ کوئی اسٹرکٹ ایکشن نا لیں۔

" یہ علم حاصل کرنے کی جگہ ہے یا ناچ گانے کی ؟۔ آپکی جرأت کیسے ہوئی کلاس میں یہ لے کر بیٹھنے کی ؟۔ اسکو کاؤنٹر پر جمع کیوں نہیں کروایا ایک تو اسکول میں ایسی چیزیں لے کر آتے ہیں پھر کلاس کے دوران دیدا دلیری سے استعمال بھی کرتے ہیں ۔ آپ جیسی اسٹوڈینٹز کی وجہ سے اسکول کا ماحول خراب ہوتا ہے ۔ "

میڈم سختی سے ڈانٹ رہی تھیں۔

پھر انہوں نے اپنے ٹیبل کے دراز سے تین لیٹرز نکالے۔

ان پر کچھ لکھ کر سائن کیے۔

" یہ وارننگ لیٹر ہے۔۔۔ اسکے بعد اگر کوئی غلطی ہوئی تو آپ لوگوں کا نام اسکول سے خارج۔ "

تینوں نے تھینکیو میڈم کہتے وارننگ ایکسیپٹ کی۔

اورلیٹر لینے آگے بڑھیں۔

" نو۔۔ یہ لیٹر آپ لوگوں کو بتانے کے لیے نہیں آپکے پیرینٹس کے لیے ہے ۔۔اور ان تک پہنچ جائیگا۔ "

اب کے رائمہ آئمہ کی سانس اٹک گئی۔

" میڈم ہمارے تو پیرینٹس نہیں ہیں۔ "

آئمہ نے معصومیت سے کہا۔

جسکا میڈم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

" بھائی ہیں آپکے شاید۔۔ اور آپکا ایڈمیشن کرواتے انہوں نے یہی کہا تھا کہ آپ لوگوں کے متعلق کوئی بھی بات ہوں انہیں انفارم کروں۔ "

میڈم کی بات سن کے دونوں کا دل ڈوب کے ابھرا۔

اگر بھائی کو پتا چل جاتا کہ انکے پاس ایم پی تھری ہے جس میں وہ گانے سنتی ہیں تو بھائی اس بار سزا نہیں سناتے بلکہ قتل کر دیتے ۔

" میڈم پلیز سوری آپ یہ ایم پی تھری رکھ لیں پر پلیز گھر پر انفارم مت کریں۔ "

رائمہ نے آگے بڑھتے میڈم سے نم آنکھوں سے ریکویسٹ کی۔

" مس افشاں انکی نیکسٹ کلاس اسٹارٹ ہوگئی ہوگی۔ انہیں لے کر جائیں"

میڈم واپس اپنے رجسٹر پرجھک گئیں اورمس افشان نے انہیں واپس کلاس میں بھیجا۔

بریک میں کینٹین میں کھڑے رائمہ مستقل نمرہ کو کوسنے دے رہی تھی۔ عرش کا سوچ کر ہی انکا خون خشک ہورہا تھا۔

" اقراء کیسی ہے۔؟"
صدیق حسین نے نمیر کو دیکھتے پوچھا۔
چھ ماہ ہوچکے تھے انہوں نے ابھی تک اقراء کو دیکھاتک نہیں تھا ۔ وہ ملتی ہی نہیں تھی۔
اگر کبھی وہ گھر آ بھی جاتے تو وہ بنا کسی کی پرواہ کیے کمرہ بند کرلیتی۔
" ٹھیک ہے۔ اسے کیا ہونا ہے۔ "
افسردگی سے مسکرا کر کہا۔
" تم خوش نہیں ہو۔ ؟"
صدیق حسین نے بغور نمیر کو دیکھا۔ جو بظاہر خوش نہیں لگ رہا تھا۔
" کیوں خوش نہیں ہونگاچچاجان ؟۔ آخر اقراء سے شادی کرنا میری خواہش تھی۔ من پسند بیوی ہے میری۔ "
" اس نے تمہیں قبول کرلیا ؟"
صدیق حسین نے اسکا دکھی چہرہ پڑھتے پوچھا۔ وہ اس دکھی نقاب کے پیچھے اصل چہرہ پڑھنے میں ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ناکام رہے تھے۔
" اگر قبول کرلیتی تو اب تک آپ نانا بن چکے ہوتے۔ "
وہ باتوں باتوں میں بہت بڑی بات بول گیا تھا۔ اور بلکل جھوٹ۔۔ یہ دوسری تہمت تھی اقراء پر۔ صدیق حسین ضبط سے نمیر کو دیکھتے رہ گئے۔ شادی کو چھ مہینے ہوچکے تھے اور عبدالباری کو اب تک اقراء نے اسکا حق نہیں دیا تھا۔ کتنی گناہگار ہورہی تھی وہ ۔ صدیق حسین کے لیے ضبط کرنا مشکل ہوگیا تھا۔ بمشکل خاموش رہے۔
انہیں اقراء سے قطعاً یہ امید نہیں تھی کہ وہ اپنی ضد میں اتنی آگے بڑھ جائیگی۔
****

اقراء کچن میں رات کا کھانا بنا رہی تھی جب ملازمہ نے اسے ڈرائینگ روم میں مہمان آنے کی اطلاع دی۔ اقراء کے پوچھنے پر لاعلمی کا اظہار کیا۔ کیونکہ فردوس نے ہی ملازمہ کو کہا تھا کہ نا بتائے ہم آئے ہیں۔

وہ ملازمہ یہاں کام سے زیادہ اقراء پر نظر رکھنے کے لیے رکھی گئی تھی۔ جو نمیر کو اس کے پل پل کی رپورٹ دیتی تھی۔

گھر میں رہتے وہ اتنا تو جان چکی تھی کہ اقراء اپنے ماں باپ سے نہیں ملتی ۔ اور جو اسکو بتایا گیا تھا اقراء کے بارے میں وہ غلط تھا۔ البتہ وہ تو بہت نیک مظلوم تھی۔

" تم ہانڈی دیکھو میں دیکھتی ہوں۔ "

سر پر ڈوپٹہ درست کرتے وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

ڈرائنگ روم میں قدم رکھتے اسکے قدم تھم گئے۔ دل کی دھڑکن لمحے بھر کو سست ہوئی تھی۔ اسکی نظر صدیق حسین پر پڑی تھی۔ اسکے برابر میں وہ جانتی تھی فردوس کھڑی ہیں۔ لیکن اسنے نظر موڑ کر انہیں نہیں دیکھا تھا۔ ورنہ اس لمحے تو دل کررہا تھا بھاگ کر انکے گلے لگے اور پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ اور کہے مبارک ہو آپ نے مجھے قربان کردیا۔ کیا آپ خوش ہے مجھے قربان کرکے اپنے نام کے ساتھ صدیق حسین لگا کر۔؟ کیا اس نام نے آپکو سکون دے دیا۔

لیکن نہیں وہ ایسا نہیں کرسکتی تھی۔ وہ خود کو کمزور نہیں کرسکتی تھی۔ بڑی مشکل سے خود کو اس قابل بنایا تھا کہ نمیر کا ٹارچر اور تشدد برداشت کرسکے پر زرا سی ہمدردی کے لیے وہ پھر شروع سے نئی ازیت نہیں جھیل سکتی تھی۔ جانتی تھی سوائے ہمدردی کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

صدیق حسین کی آنکھوں میں دیکھتے وہ اس لمحے میں پہنچ گئی جب وہ روئی تھی کہ عبدالباری سے شادی نہیں کریگی۔

" تم اس قدر آگے بڑھ چکی ہو مجھے اندازہ نہیں تھا اقراء"

شدید غصے سے کہا۔ اقراء الجھی ضرور تھی پر بے تاثر چہرے سے کھڑی رہی۔۔

" تم نے شرمندہ کردیا ہے ہمیں ۔ تمہاری جیسی اولاد ماں باپ کے لیے عذاب ہوتی ہے۔ "

"آپ سے رشتہ ختم ہوچکا ہے میرا مولوی صدیق حسین۔۔ اور آپکی زوجہ سے بھی۔"

فردوس کو اس نے ایک نظر نہیں دیکھا تھا۔ صدیق حسین نے تو ہمیشہ کی طرح دل پر پتھر رکھا تھا لیکن فردوس کے لیے لمحہ لمحہ مشکل ہوگیا تھا۔

" دیکھ لیا فردوس آپ نے -- صحیح کہہ رہا تھا عبدالباری اسکی اسی بات سے اندازہ لگا لیں کہ یہ اب تک اپنے دل میں کسی اور کو بسائے بیٹھی ہے۔ "

صدیق حسین نے جبڑے بھینچے کہا۔ انہیں اقراء سے ہرگز یہ امید نہیں تھی کہ وہ اس طرح انہیں رسوا کریگی۔

" دل میں ایک کو بساؤں یا دس کو۔ آپ اب بولنے کا حق نہیں رکھتے -- یہ میرے اور میرے شوہر کا معاملہ ہے"

آنکھوں میں آنکھیں ڈال وہ کہیں سے بھی انکو وہ اقراء نہیں لگی جو انکی بیٹی تھی۔

اسکی اس بات پر صدیق حسین کا ہاتھ گھوما اور اقراء کے گال پر نشان چھوڑ گیا۔ وہ لڑکھڑا کر گرتے گرتے بچی۔

فردوس نے فورا انکا ہاتھ پکڑا۔

" غلطی ہوگئی مجھ سے کہ اسکی شادی عبدالباری سے کردی۔ میرے نیک بھتیجے کی زندگی برباد ہوگئی۔ میرے سامنے اسکی اتنی زبان چل رہی ہے تو اسکے سامنے کتنی چلتی ہوگی وہ تو اسکی محبت میں برداشت کررہا ہے اور یہ گناہگار ہوتی ہمیں رسوا کررہی ہے۔ "

فردوس روتی ہوئی اقراء کو دیکھ رہی تھیں اور اقراء صدیق حسین کو۔ وہ مسکرائی اسکی مسکراہٹ میں اس قدر تلخی ظاہر ہورہی تھی کہ صدیق حسین کا دل دو لمحوں کے لیے عجیب احساس سے دھڑکہ

اقراء کا ڈوپٹہ جو سر سے ڈھلک کر کندھے پر تھا اقراء نے خاموشی سے بنا کچھ کہے اچانک اپنے کندھے سے ڈوپٹہ پکڑ کر زمین پر گرا دیا۔ اسکی اس حرکت پر صدیق حسین کی رنگیں نمایا ہوگئیں اس نے آج تک انکے سامنے سر سے ڈوپٹہ نہیں ہٹایا تھا اور اب انکے سامنے بنا ڈوپٹے کھڑی تھی۔ ابھی وہ اسی غصے میں اسے گھور رہے تھے جب اسنے اپنے کندھے سے تھوڑی سی قمیض سرکا دی۔

اس سے پہلے صدیق حسین نظریں پھیرتے انکی نظریں ساکت ہوگئیں ۔ فردوس بیگم کا منہ پر گیا ہاتھ نیچے گرگیا۔ جبکہ صدیق حسین اسکے کندھے کو یک ٹک دیکھ رہے تھے جس پر گہرا زخم تھا ۔ لگتا تھا کسی نے بری طرح ضرب لگائی ہے خون کھال کے اوپر جما تھا۔

قمیض درست کرتے اسنے جھٹکے سے ڈوپٹہ اٹھایا اور صدیق حسین کے سامنے آئی۔

" اس سے زیادہ میں دکھا نہیں سکتی اور آپ دیکھنے کی سکت بھی نہیں رکھتے ورنہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز بھی نہیں ہوپائینگے -- دنیا میں میرے ساتھ صرف ایک ہی ذات ہے اور وہ اللہ ہے۔ اور وہ سب جانتا ہے اسکے علاوہ اب کوئی بھی کیا سوچتا ہے فرق نہیں پڑتا -- آپ سے بھی نہیں نا آپکی بیوی سے۔

دوسری بات گناہگار ہونے کی تو یاد رکھیے صدیق حسین میں نے آپکو معاف نہیں کیا -- گناہگار ہیں آپ میرے۔ نا آپکی بیوی نا آپکا بھتیجا صرف آپ"

بول کر وہ ایک نظر بھی فروس کو دیکھے بغیر پلٹی اور انہیں ویسے کی ساکت کھڑے چھوڑ دروازہ عبور کر گئ۔

****

فردوس بیگم ہوش کھوتے صوفے پر گریں۔ صدیق حسین جنکو اپنا وجود آج بے جان لگ رہا تھا۔ سارا فخر ساری انا ساری نیکیاں بکھرتی محسوس ہورہی تھیں فردوس کو بے ہوش ہوتے دیکھ فورا پلٹے۔

" فردوس۔۔ فردوس۔۔"

فردوس بیگم کے گال تھپتھپاتے پکارا۔۔ ہتھیلیاں مسلیں۔ پیچھے ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھایا جو ملازمہ رکھ کر گئی تھی۔ فردوس کے چہرے پر چھینٹے مارے تو وہ ہوش کی دنیا میں لوٹیں۔

" اقراء۔۔ مم۔۔میری بچی۔۔۔"

وہ تڑپ کر اٹھی اور صدیق حسین کو بری طرح جھنجھوڑ دیا۔ وہ خاموشی سے انکا چہرہ دیکھنے لگے۔ آج کچھ تھاہی نہیں بولنے کے لیے۔ صحیح تو کہہ کر گئی تھی وہ۔ وہ تو فردوس بیگم کے سامنے سر نہیں اٹھا پارہے تھے پھر اپنے رب کے سامنے کیسے کھڑے ہوتے۔

" فردوس اٹھیں۔ چلیں۔۔"

کتنی مشکل سے انہوں نے یہ الفاظ ادا کیے تھے وہی جانتے تھے۔ فردوس کے نفی میں سرہلانے کے باوجود وہ انہیں اپنے ساتھ واپس لے گئے۔

ہمت نہیں تھی دوبارہ اقراء کا سامنے کرنے کی۔ چھ مہینے سے اقراء انکے سامنے نہیں آئی تھی ۔ اگر انہیں حقیقت پتا ہوتی تو آج اقراء کے سامنے آنے سے بہتر موت کو ترجیح دیتے۔

باتھروم میں خود کو بند کیے ۔ وہ واش بیسن کے سامنے کھڑی اپنے منہ پر پانی مار رہی تھی۔

دل کی دھڑکن معمول سے ہٹ کر تھی۔گھبراہٹ یکدم بہت زیادہ بڑھ گئی ۔ اسے لگا سانس لینے میں اسے مسئلہ ہورہا ہے۔

ابھی یہ کیفیت ہی تھی جب الٹی ہوئی۔ پیٹ میں کچھ تھا نہیں اسلیے کڑوا پانی نکلا۔

وہ سنبھلی بھی نا تھی کہ ایک بار پھر الٹی ہوئی۔ الٹی ہونے سے گھٹن تو قدرے کم ہوئی ۔ سانس لینے میں بھی کچھ آسانی ہوئی ۔ لیکن کمزوری سے سرچکرانے لگا تھا۔ غصے سے اسنے واش بیسن پر رکھا صابن , شیمپو اور کنڈیشنر نیچے گرادیے۔ اسکی دلی تکلیف جسمانی تکلیف پر حاوی تھی۔

" کیوں کیا ابو آپ نے ایسا۔ "

وہ اپنے بال پکڑتے چیخی۔

" یا اللہ نمیر کو موت کیوں نہیں آتی۔ وہ مر کیوں نہیں جاتا اللہ -- اسکو موت کیوں نہیں نصیب ہوتی۔ وہ خاک میں کیوں نہیں مل جاتا"

وہ چیختے ہوئے واش بیسن ایک ہاتھ سے تھامے دیوار سے ٹیک لگائے نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

" اسنے میرے پاک کردار پر تہمت لگائی ہے اللہ جسکا گواہ تجھ سے بہتر کوئی نہیں۔ اسنے میرے پاک وجود کو زخمی کردیا ہے اسے نوچ کر تسکین حاصل کرتا ہے۔ "

" تمہیں موت نصیب ہو نمیر۔ تم پر اللہ کا قہر برسے-- تمہیں بھیانک روپ میں موت نصیب ہو تم بھاگنا چاہو اور وہ تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے-- تم کھڑے قد سے نیست و نابود ہو"

وہ چیختے ہوئے اللہ کانام لیتے یہ بھی بھول گئی تھی کہ وہ غلیظ جگہ بیٹھی ہے--اس نے آج تک کسی کو بددعا نہیں دی تھی پر آج وہ اللہ کو پکارتے نمیر دیوان کو برباد کرنے کی التجا کررہی تھی۔

باتھروم کا دروازہ کھولتے نمیر اندر داخل ہوا۔ دروازہ کھلنے پر اقراء نے اوپر دیکھا تو نظروں میں دنیا جہاں کی نفرت سمٹ گئی--

" مجھے موت کا بھیانک روپ دکھانا چاہتی ہو ؟ چلو اس سے پہلے تمہیں زندگی کا بھیانک روپ دکھاؤں۔"

نفرت سے کہتے اسے بالوں سے پکڑ کر اٹھایا۔ اور کھینچتے ہوئے واشروم سے باہر لایا۔

" تم برباد ہوگے نمیر دیوان-- تم برباد ہوگے---- مجھ پر تہمت باندھتے ہو اللہ تمہیں عبرت کا نشان بنائے گا--"

نمیر کے ہاتھوں سے اپنے بال چھڑاتے آج پھر وہ چار مہینے پہلے والے روپ میں آئی تھی۔

چار مہینے پہلے بھی وہ ایسے ہی نمیر کے مقابل کھڑی ہوئی تھی لیکن بدلے میں جتنا تشدد نمیر نے کیا وہ اسکی برداشت سے باہر تھا۔ لیکن آج اپنے ماں باپ کو دیکھتے دل میں ایک طوفان سا مچا تھا۔

" تمہاری دعائیں قبول ہونے سے پہلے میں تمہیں عبرت کانشان بناؤنگا بے حیاء-- محبوب کے لیے دعائیں کرتے شوہر کو کوسنے دے رہی ہو--تاکہ میں مروں تو راستہ صاف ہو۔ لیکن مرنے سے پہلے تجھے ضرور موت کے گھاٹ اتارونگا۔"

سختی سے منہ دبوچتے وہ غرایا۔ جواباً اقراء بھی اسے گھور رہی تھی۔

اس سے پہلے نمیر اس پر ہاتھ اٹھاتا وہ ہوش کھوتی بیڈ پر گری۔ اسے یوں گرتا دیکھ نمیر کے حواس گم ہوئے وہ فوراآگے بڑھا اور اقراء کا منہ تھپکنے لگا۔

" اقراء--- اقراء---"

وہ اسکے گال تھپکتے گڑبڑایا۔
ملازمہ کو آواز لگا کر اسکے ہاتھ پاؤں رگڑنے کا کہا اور خود ڈاکٹر کو فون کیا۔
وہ ڈاکٹر کا انتظار کرتے کمرے میں چکر کاٹ رہا تھا۔
****

اس وقت وہ دوائی کے زیر اثر سو رہی تھی۔ڈاکٹر نے اسکے امید سے ہونے کا بتایا تھا۔کمزوری کے باعث ڈرپ لگا کر گئی تھی۔ اور ساتھ ہی خون کی شدید کمی بتائی تھی۔۔
ڈاکٹر نے کل ہاسپٹل بلایا تھا تاکہ مکمل چیک اپ کرکے میڈیسن اور ڈائٹ چارٹ بتا سکیں۔ نمیر نے ان سے ہاتھ کے ہاتھ کل کی اپاؤنٹمنٹ لی ۔انکو رخصت کرکے اسنے ہاتھ کے ہاتھ قدوس حسین اور عمیر کو فون کرکے بتایا۔ اگلے ایک گھنٹے میں ہی وہ لوگ نمیر کے گھر موجود تھے۔ نمیر کو مبارک باد دیتے سب اقراء کو دیکھنے کمرے میں گئے۔ اسکی رنگت زرد تھی۔ اس موقع پر لڑکی کے چہرے پر جو رونق ہوتی ہے وہ تو کہیں نہیں تھی بلکہ وہ دیکھنے میں ہی سالوں کی مریضہ لگ رہی تھی۔ ساس نے تو اس بات پر بھی طنز کسے تھے۔مروا وہیں اسکے سرہانے بیٹھے اسکی بے ہوشی میں ہی اسکا سر دبا رہی تھی۔
****

" مجھے معاف کردے اللہ۔۔ اللہ۔۔۔اللہ۔۔۔ مجھے معاف کردے۔ میں نے تو اسکے حق میں بہتر چاہا تھا۔ اللہ۔۔۔ "
فردوس کو رات کو دس بجے ہی سکون کی گولی کھلا کر سلا دیا تھا۔ رات کے دو بجے وہ بڑی مشکل سے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوئے تھے۔
ورنہ اقراء نے صحیح کہا تھا کہ اگر وہ کچھ اور دکھاتی تو وہ سجدہ ریز بھی نا ہوپاتے۔۔
"آپ نے بہت علم پڑھا ہے نا مولوی صاحب ؟ بہت دینی کتابیں پڑھی ہیں نہ ؟"
انکی روتی آنکھیں ساکت ہوئیں اپنے پیچھے فردوس کی آواز سن کے۔
" علم پڑھنے سے نہیں ملتا مولوی صاحب۔۔ علم سیکھنے سے ملتا ہے۔۔۔ "
انکی آواز تکلیف کی شدت اختیار کیے نم تھی۔
" افسوس آپ نے علم پڑھا پر سیکھا نہیں مولوی صاحب۔ "
مولوی صدیق حسین ساکت نظروں سے انہیں دیکھنے لگے۔ صحیح کہہ رہی تھیں وہ اس بات کا احساس تو صدیق حسین کو بھی اب ہورہا تھا۔
لیکن وقت گزرنے کے بعد۔۔

" جانتے دنیا کی ہر چیز بنا مانگے ملتی ہے۔علاوہ ہدایت کے۔۔ وہ صرف مانگنے سے ملتی ہے۔ لیکن خود کو مکمل صحیح سمجھنے والا خسارے میں رہتا ہے۔۔ زندگی بھر کی ملامت اور پچھتاوے میں۔ جیسے آپ مولوی صاحب۔۔آپ کی وجہ سے میری اقراء برباد ہوگئی۔آج مجھے اپنی غلطی پر پچھتاوا ہورہا ہے کہ کاش میں اپنی قربانی دیتے آپ سے طلا۔۔۔!"

" مجھے معاف کردو فردوس۔۔ مجھے معاف کردو۔۔ تم نیک عورت ہو۔۔ دعا کرو اللہ مجھے موت دے دے۔۔ مجھے معاف کردو۔ "

مصلے پر بیٹھے بیٹھے انہوں نے فردوس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

"آپکی معافی کچھ ٹھیک نہیں کرسکتی مولوی صاحب۔۔ کچھ بھی نہیں "

کہتے ہوئے وہ کمرے سے نکل گئیں اور مولوی صدیق حسین واپس سجدے میں گرے رودیے۔

****

اگلے دن اقراء کے منع کرنے کے باوجود اسے نمیر اور اسکی ماں ڈاکٹر کے پاس لے کر گئے۔ پہلے اقراء کا مکمل چیک اپ ہوا۔ پھر دو گھنٹے وہاں بیٹھے رپورٹس آنے کا انتظار کیا۔

۔ ڈاکٹر نے یہی کہا تھا کہ وہ بہت زیادہ کمزور ہے۔ خون نا ہونے کہ برابر ہے ۔وہ بہت ڈپریشن میں رہتی ہے اور اسٹریس کی وجہ سے بے بی کا سروائو کرنا مشکل ہے۔ اور بے بی ہونے کی صورت اسکی جان کا خطرہ ہوسکتا ہے یا پھر کوئی ناقابل برداشت نقصان ہوسکتا ہے یا ہوسکتا ہے اسکے بعد یہ دوبارہ کبھی ماں نہ بن سکے۔

یا یہ بھی ممکن ہے کہ بچہ مرجائے یا زہنی یا جسمانی معذور ہو۔ بہتر یہی ہے کہ وہ یہ حمل ضائع کروادیں۔ ڈاکٹر کی بات سنتے ہی نمیر تو خاموش رہا جبکہ اسکی ماں بری طرح بھڑک اٹھی۔

"آپ ہم سے ایک جان قتل کرنے کاکہہ رہی ہیں۔۔ ؟ شرم کریں۔۔ دنیاوی تعلیم حاصل کرتے کرتے دین سے دور ہوگئے ہو تم لوگ۔ ۔موت زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔۔ لیکن حمل ضائع کرنے والی اولاد کا قتل کرنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ "

نمیر کی ماں شدید غصے سے بولیں۔ ڈاکٹر کو سبکی محسوس ہوئی۔

" سوری میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ میں نے توآپکی بہو کی کنڈیشن دیکھتے کہا۔ "

ڈاکٹر نے وضاحت دی۔

"آپکو اسکی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔آپ دوائی دیں اور ڈائٹ چارٹ بتائیں۔ اور بتائیں بے بی کو رکھتے اسکی صحت کو کیسے اچھا کیا جاسکتا ہے۔۔ "

انکی بات پر ڈاکٹر اثبات میں سرہلاتے پرچے پر سب لکھنے لگی۔

****

" اسلام و علیکم چچا جان۔ "

نمیر اپنی ماں کے ساتھ صدیق حسین کے گھر میں مٹھائی لے کر داخل ہوا اور مٹھائی ٹیبل پر رکھی گلے لگنے کے لیے آگے بڑھا لیکن اس سے پہلے صدیق حسین نے اسکے منہ پر تھپڑ مارا۔

" بھروسہ کیا تھا میں نے تم پر عبدالباری ۔ اپنی اولاد سے زیادہ تم پر بھروسہ کیا تھا۔ "

نمیر منہ پر ہاتھ رکھے انہیں حیرت سے دیکھ رہا تھا اور ویسی ہی حالت اسکی ماں کی تھی۔ فردوس تو انہیں دیکھتے ہی کمرے میں جاچکی تھیں۔

" اور تم نے میری ہی اولاد کو روندھ دیا۔ "

نمیر کا گریبان پکڑتے وہ رودیے۔

"چچا جان۔ "

اسنے صدیق حسین کے کندھے تھامنے چاہے۔ وہ انکی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت نہیں دیکھ سکتا تھا جن آنکھوں میں بچپن سے اپنے لیے محبت دیکھی تھی۔

" مت کہو مجھے چچا۔۔ مر گیا ہے تمہارا چچا۔ مار دیا ہے تم نے مجھے۔ "

ایک اور تھپڑ اسکے منہ پر مارتے انھوں نے نمیر کو خود سے دور کیا۔

" اس نے کیا کیا ہے ؟"

نمیر کی ماں کو صدیق حسین کا یوں مارنا برداشت نہیں ہوا ۔ اسلیے تڑپ کر آگے آئی۔

" اس سے پوچھیں اس نے میری بیٹی کے ساتھ کیا کیا ہے۔۔ زخمی کردیا ہے اسے ۔ مارتا ہے یہ بدذات اسے "

صدیق حسین نے بھابھی کو دیکھتے غصے سے کہا۔

" اچھا تو اسنے آپکو مارنے کا بتایا ہے کہ میں اسے مارتا ہوں۔ اسنے یہ نہیں بتایا کہ میں اسے کیوں مارتا ہوں۔ "

اب کے نمیر بھی غصے سے بولا۔

" کوئی ایسی وجہ نہیں ہوسکتی کہ تم اس پر ہاتھ اٹھاؤ"

وہ پھر چیخے۔

" بے حیاء ہے وہ ۔ آوارہ اور بدچلن ہے اسلیے مارتا ہوں اور ویسے بھی ایسی لڑکیوں کو تو سنگسار کردینا چاہیے نا ؟"

غصے سے کہتے اسنے آخر میں صدیق حسین سے پوچھا۔

لیکن جواب میں اسے پھر تھپڑ ملا۔۔۔

" میری بیٹی شریف ہے ۔۔ تم اس کے قابل ہی نہیں۔ "

"آپ شاید بھول گئے ہیں کہ آپ نے خود مجھے اسکی محبت کا قصہ سنایا تھا۔ "

چبھا کر کہا۔

" وہ اسکی محبت کا قصہ نہیں اسکی پسندیگی تھی۔ جو میں نے تمہیں اسلیے بتائی تھی کہ تم اسے مہلت دو۔ اسے سمجھو اور اسکے دل میں اپنی محبت بھرو۔ لیکن۔۔۔

وہ صوفے پر گرنے سے بیٹھے۔

" مجھ سے غلطی ہوگئی۔

تم اسے طلاق دے دو"

پانچ منٹ ٹھہرنے کے بعد وہ فیصلے پر پہنچے انکے فیصلے پر پیچھے کھڑی انکی بھابی حیرت سے اپنے دیور کو دیکھنے لگیں۔

" دماغ خراب ہے آپکا۔ ؟ طلاق دلوائینگے ؟ لعنت ہے طلاق ۔۔اللہ کا عرش ہل جاتا ہے۔۔ اور کرینگے کیا طلاق دلواکر ؟ طلاق کا دھبہ لگا کر ساری زندگی اسے بٹھا کر رکھینگے ؟

تائی نے غصے سے کہا۔ انکا بس نہیں چل رہا تھا صدیق حسین کو طماچہ ماردیں۔

یا پھر کوئی اور بات ہے۔ ؟ نمیر سے طلاق دلواکر اسکے عاشق کے پاس بھیجنا ہے ؟"

بات کے آخر میں وہ طنزیہ بولیں۔

" فراز کے پاس بھیجوں یا کسی اور کے پاس یہ میرا مسئلہ ہے آپکا نہیں لیکن نمیر انسان نہیں جانور ہے اسکے ساتھ نہیں چھوڑونگا۔"

نمیر صدیق حسین کو گھور رہا تھا ۔ غصے کی انتہا تھی کہ اسنے ٹیبل پر رکھی مٹھائی کا ڈبہ زمین پر پھینکا۔

" میں آپکی بہت عزت کرتا ہوں چچا جان ۔ پر آپ مجھے مجبور کررہے ہیں کہ میں آپکا احترام چھوڑ دوں۔ طلاق کو تو آپ بھول جائیں وہ تو اسکو کبھی نہیں ملے گی۔ اور اب وہ آپکی بیٹی نہیں میری بیوی ہے اسلیے ہمارے معاملے سے دور رہیں ۔۔ میں بلکل پسند نہیں کرونگا کہ کوئی بھی دوسرا ہمارے معاملے میں بولے ۔ "

صدیق حسین کے قریب جاکر جس طرح وہ بولا تھا ایک مرتبہ تو صدیق حسین بھی اسکو دیکھ حیران تھے۔ نمیر نے بمشکل اپنی انگلی نیچے رکھ کر بات کی تھی۔ وہیں تائی کا مزاج بھی بری طرح بگڑا تھا۔

" تم اسے قید نہیں رکھ سکتے عبدالباری میں اسے تمہارے ساتھ نہیں رہنے دونگا ۔۔ میں کورٹ جاؤنگا "

وہ چیخے۔

" ٹھیک ہے دیکھ لیتے ہیں آپ کیاکرسکتے ہیں۔ لیکن جو بھی کریں ایک بار اپنی بیٹی سے پوچھ لیجیے گا کہ کیا وہ آپکا ساتھ دے گی ؟ وہ تو آپکی شکل دیکھنے کی روادار نہیں۔

آخر میں وہ ہنسا ۔ بہت کچھ تھا اسکی ہنسی میں۔

اگر وہ ساتھ دے تو ضرور کورٹ جائیے گا۔ اور اگر اسنے ساتھ دیا تو بھی میں اسکو اس قابل نہیں چھوڑونگا کہ وہ کورٹ جائے۔ اسکے ساتھ اسکے پیٹ میں پلنے والی اولاد کو بھی مار دونگا "

آخر میں خنساء کی پریگنینسی کی خبر دے کر اپنی ماں کا ہاتھ پکڑے نمیر وہاں سے نکل گیا۔ صدیق حسین کو اپنا آپ بکھرتا ہوا لگا لیکن وہ ہمت نہیں ہار سکتے تھے۔ وہیں دوسری طرف صدیق حسین ہر جگہ خود کو تنہا پارہے تھے ۔ انہیں ایسا لگ رہا تھا جیسے اس بار اللہ بھی انکی مدد نہیں کریگا۔ سہارے کے لیے فردوس کی ضرورت تھی اور فردوس ایسے پیچھے ہوگئیں تھیں جیسے اقراء سے انکا کوئی رشتہ ہی نا ہو ۔۔

****

" کیا کہا تم نے اپنے باپ کو۔ ؟ تمہیں کیا لگتا ہے یہ سب کرکے تم مجھ سے چھٹکارا حاصل کرلوگی ؟"

گھر میں گھستے ہی وہ کمرے میں گیا اقراء وضو کرکے باتھروم سے نکل رہی تھی اسکو سمجھنے کی بھی مہلت نہیں ملی اس سے پہلے نمیر نے اسے بازو سے دبوچا۔

وہ نا سمجھی سے نمیر کو دیکھنے لگی۔

"چھوڑو نمیر اسے۔ اسکی طبیعت خراب ہے "

تائی نے پیچھے سے نمیر کو کھینچا۔

" کہاں کی اولاد امی۔ جس طرح کی یہ ہے مجھے تو اس بات پر بھی شک ہے کہ یہ میری اولاد ہے بھی کہ نہیں۔ "

کمالِ ضبط رکھنے کے باوجود اس سے اتنی بڑی تہمت برداشت نہیں ہوئی۔ اسنے نمیر کو اپنی پوری طاقت سے دھکہ دیا نمیر کے پیچھے ہوتے ہی اسکے منہ پر زور کا طماچہ مارا۔۔

" میاں بیوی ایک دوسرے کا آئینہ ہوتے ہیں نمیر دیوان لیکن میں تمہارا آئینہ نہیں ہوں۔۔ مجھے اپنے آئینے میں مت دیکھا کرو۔ "

وہ چیخی لیکن اگلے ہی لمحے نمیر کے پڑھنے والے تھپڑ سے بیڈ پر اوندھے منہ گری۔

" نمیر چلو یہاں سے تم پاگل ہوگئے ہو۔ اسکی کنڈیشن ایسی نہیں ہے۔ بچے کو نقصان ہوگا۔ "

" نہیں ہے یہ میرا بچہ۔۔

وہ چیخا۔

میں تمہیں ازیت ناک موت دونگا اقراء جیتے جی تم مجھ سے دستبردار نہیں ہوسکتی۔ "

وہ اوندھے منہ ہی بیڈ پر گری سسک رہی تھی جب نمیر اسکے کان کے قریب جھکا اور کہتے ساتھ کمرے سے نکل گیا۔

تائی نے ایک نظر اوندھے منہ پڑی اقراء پر ڈالی اور باہر نکل گئیں۔

****

ایک مہینہ ہوگیا تھا نمیر نے اس پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔ تایا تائی واپس لے جانا چاہتے تھے پر نمیر نہیں مانا ۔ مجبوراً ساس وہیں رک گئیں وجہ اقراء کی فکر یا اسکی صحتیابی نہیں وجہ اسکے پیٹ میں پلنے والی اپنے بیٹے کی اولاد کی فکر تھی۔

ساس نمیر کے ساتھ ہاسپٹل گئی تھی وہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی تھی۔ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے وہ چھت کو گھور رہی تھی۔

ملازمہ کچن میں کام رہی تھی ۔

" میرے رب کو زیادہ تصبیحات کی ضرورت نہیں ہے۔ یوں ممبر پر بیٹھ کر لمبی تقریروں کی میرے رب کو زیادہ ضرورت نہیں ہے ۔ بُجھ جاؤ , پِٹ جاؤ , لٹ جاؤ , مِٹ جاؤ اور اللہ کے دربار میں اونچا مقام پالو ۔ لوگوں کی سہنا سیکھ لو , لوگوں کے زخم سہنا سیکھ لو , لوگوں کے لگائے ہوئے نشتر , لوگوں کے لگائے ہوئے زخم چھوڑ دو رِسنے کے لیے چھوڑ دو گھاؤ بننے کے لیے چھوڑ دو انہیں ہرا ہونے کہ لیے یہ جتنے گہرے ہونگے اتنا تم اللہ کو محبوب نظر آؤ گے ۔۔

" تو بچا بچا کہ نہ رکھ اسے ,

تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ ,

کہ شکستہ ہو تو عزیز طر,

ہے نگاہِ آئینہ ساز میں۔"

" کئی آنسو آنکھ سے نکل کر بالوں میں گم ہوگئے۔ آنکھیں اب بھی ساکت چھت کو تک رہی تھیں۔ ایک ہاتھ پیٹ پر رکھا تھا۔ ذہن میں بچپن سے لے کر اب تک اپنے ساتھ ہوئی ہر زیادتی گھومنے لگی۔۔ لیکن اب جو ہورہا تھا وہ زیادتی نہیں ظلم تھا۔

"اسے ٹوٹنے دو اسے ٹوٹنے دو توڑنے والوں کو کہہ دو کہ آؤ۔

" ادھر آ ستمگر ہنر آزمائیں,

تو تیر آزما, ہم جگر آزمائیں۔"

لوگوں کو بولنے دو, عورتوں کو بولنے دو تم سنتی جاؤ اور سہتی جاؤ اور پیتی جاؤ اور اف نا کرو اور آہ نا کرو تم وقت کی *رابعہ بصریہ* ہوگی تم وقت کے *جنیدبغدادی* ہوگے ۔

بڑے بڑے مجاہدوں والے اور بڑے بڑے عبادات والے بڑے بڑے عبادات کے کتب بینار اللہ کی قسم تمہاری گَرد نہیں چھو سکتے تمہاری گرد کو نہیں پاسکتے ۔تمہیں پہنچنا تو کہاں ہے ۔ تمہاری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ اگر تم اپنے اخلاق قابو کرلو اپنی زبان پر قابو کرلو لوگوں کی دل آزاری پر چپ رہنا سیکھ لو, لوگوں کی تکلیف پر چپ رہنا سیکھ لو, اور لوگوں کی بد تمیزی پر چپ رہنا سیکھ لو اور برے سے اچھا بننا سیکھ لو برے کے سامنے مسکرانا سیکھ لو۔ طعنے سن کر بھی مسکرانا سیکھ لو تو تمہیں زیادہ نفلوں کی ضرورت نہیں پڑے گی تمہیں لمبی لمبی تہجد کی ضرورت نہیں پڑیگی تم وہاں پہنچوگے جہاں کوئی نا پہنچ سکے گا۔ تم ادھر جاؤگے جہاں کوئی نا جاسکے گا تمہارے مقامات کو کوئی پانا سکے گا۔ آخرت میں۔ نادنیا میں نا آخرت میں ۔اپنے اخلاق بناؤ۔۔ اپنے آخرت کو بنانا ہے تو اسکو پاکیزہ کرو۔ یہ نفس پاک ہوتا ہے دو باتوں سے ایک عبادات سے ایک اچھے اخلاق سے اور یہ غلیظ ہوتا ہے ناپاک ہوتا ہے عبادات کو چھوڑ دینے سے اور بداخلاقی کا شکار ہونے سے۔

بد اخلاقی سب سے بڑی غلاظت۔۔ سب سے بڑا گناہ ہے۔

اور عبادات سب سے بڑی خوراک سب سے بڑی پاکیزگی ہے۔ اپنے اخلاق بناؤ۔ عبادات نا چھوڑو مرتے دم تک کرتے رہو کرتے کرتے اگر موت آگئی تو جو ادھورا پن ہے وہ اللہ دور کردے گا۔ کوشش کرو اس زبان سے چوبیس گھنٹے خیر کی جگہ کچھ نا نکلے۔

زبان پر قابو پالو ۔ اسے ہونٹوں تلے دبانا سیکھ لو ۔"

کچن سے مولانا طارق جمیل صاحب کی آواز اسکے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔

شاید یہ بیان ملازمہ نے اسی کے لیے لگایا تھا۔ اسے لگا جیسے یہ ساری باتیں اسے ہی کہی جارہی ہیں۔ اللہ کی طرف سے اسے صبر کا کہا جارہا ہے۔ ایک ایک لفظ اسکے دل میں یوں اترا تھا کہ اسکی تمام تکلیفیں دھو گیا تھا۔

وہ مسکرائی۔۔۔ کئی آنسو نکلے اور اسکی تکلیف دھو گئے۔ بے شک ہر مشکل وقت کے بعد اللہ نے سکون رکھا ہے۔

****

" بڑی بیگم صاحبہ چھوٹی بیگم صاحبہ کے والد آئے ہیں۔ "

ملازمہ نے لاؤنج میں بیٹھی نمیر کی ماں کو بتایا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر وہ ملازمہ سے مخاطب ہوئیں۔

" اپنی چھوٹی بیگم صاحبہ کو بتا دو۔ "

ملازمہ کو حکم دیتے وہ اپنے کمرے میں چلی گئیں انکو معلوم تھا اقراء ان سے ملے گی بھی نہیں۔

ملازمہ کے بتانے پر اقراء نے پہلے لب بھینچے پر سر پر ڈوپٹہ اوڑھتے ڈرائینگروم میں داخل ہوئی۔ سامنے ہی صدیق حسین چکر کاٹ رہے تھے۔ انکی بے چینی انکے انگ انگ سے ظاہر ہورہی تھی۔ انکو اکیلا دیکھ کر اقراء کا دل سکڑا تھا وہ تھک گئی تھی خود کو مضبوط رکھتے اب وہ رونا چاہتی تھی بہت رونا چاہتی تھی اپنی ماں کے سینے سے لگ کر آنکھوں میں ابھرتے آنسو اندر اتارتے وہ صدیق حسین کو بمشکل دیکھ رہی تھی۔

صدیق حسین اسکے روبرو کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ بہت بدل گئی تھی۔ پہلے کی طرح خوبصورت نہیں تھی۔

اسکے گالوں کی ہڈیاں تک نمایاں تھیں آنکھیں اندر کو دھنسی تھیں چھ ماہ میں وہ اقراء تو تھی پر انکی بیٹی نہیں رہی تھی۔ لاکھ کوشش کے باوجود وہ اپنے آنسو نہیں روک پائے اور رودیے۔ اقراء کے لیے بھی اب برداشت کرنا محال ہوگیا تھا نچلہ لب بری طرح دانتوں میں دبائے اپنے آنسو روکتی وہ چہرا جھکا گئی۔

لیکن یہ کوشش بھی جب ناکام ہوئی جب صدیق حسین نے اسکے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

اسنے بے یقینی سے سر اٹھایا جب سے رکے آنسو لمحوں میں ٹھوڑی سے ٹپکنے لگے۔

صدیق حسین اسکے سامنے ہاتھ جوڑے نظریں جھکائے کھڑے رورہے تھے۔ جس طرح صدیق حسین کو وہ اقراء تو لگی پر اپنی بیٹی نہیں اسی طرح آج اقراء کو وہ دیکھنے میں صدیق حسین تو لگے پر اپنا باپ نہیں ۔ وہ سختی وہ انا ضد اور غصہ کچھ بھی نہیں تھا ان میں آج تو وہ دنیا کہ سب سے بے بس انسان لگ رہے تھے۔

اقراء نے ایک قدم آگے بڑھ کر انکے جڑے ہاتھوں کو پکڑ لیا۔ اس پر اپنی پیشانی رکھ دی۔ اس سے ہاتھ چھڑا کر صدیق حسین نے اسے سینے سے لگالیا۔ آج کوئی چیز کوئی سختی درمیان میں نا تھی۔ ایک معمولی سا محبت بھرا لمس جسکے لیے وہ بچپن سے تڑپتی آئی تھی آج سے وہ جلتے پر ٹھنڈے پانی کی پھوار لگا تھا۔ صدیق حسین کے سینے سے لگی وہ ہچکیوں سے رودی۔ انکی شرٹ کو مٹھی میں دبوچے وہ انکے سینے سے سر ٹکائے کھڑی تھی۔

" مجھے معاف کردو اقراء -- مجھے---معاف کردو۔"

صدیق حسین بھی اب ہچکی لینے لگے تھے۔ جواباً اقراء روتی رہی۔

" مجھے معاف کردو۔ میں نے ایسا نہیں چاہا تھا۔ تم میری واحد اولاد تھی یہ میں نے کیا کردیا۔

سینے سے انکی شرٹ گیلی ہوچکی تھی۔

" مم---میں--میں نے آپکو معاف کیا۔ "

پھڑپھڑاتے لبوں کے ساتھ وہ بس اتنا بول سکی۔ بہت سکون تھا ان پناہوں میں۔ ایسا لگتا تھا جیسے جھلساتی دھوپ میں گھنا سایہ ملا ہو۔

کافی دیر رونے کے بعد وہ صدیق حسین سے الگ ہوئی اور آنسو صاف کیے۔

" چلو میرے ساتھ "

اقراء کے پیچھے ہٹتے صدیق حسین نے اپنے کندھوں پر ڈلے رومال سے آنسو صاف کرتے کہا۔

"کہاں ؟"

نا سمجھی سے پوچھا۔

"گھر "

" میرا گھر یہی ہے "

" پر اب نہیں رہے گا-- ہم کورٹ سے خلع لینگے۔ "

صدیق حسین نے اپنا ارادہ بتایا۔

" لیکن مجھے نہیں چاہیے خلع"

اب کے اسکا لہجہ پھر اجنبی تھا۔ صدیق حسین اسے دیکھنے لگے۔

" خود کو کس گناہ کی سزا دے رہی ہو اقراء۔ "

انہوں نے تکلیف سے پوچھا۔

" خود کو نہیں آپکو۔ "

وہ بے تاثر لہجے میں بولی ۔

اسکا اچانک بدلتا رویہ صدیق حسین کو پھر تکلیف دے گیا۔

" معاف نہیں کیا ؟"

" معافی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپکی سزا ختم ہوجائے۔ آپ اب بھی خودغرض ہیں ۔ میری زندگی میں سکون آپکو میرے سکون کے لیے نہیں بلکہ اپنے سکون کے لیے چاہیے کیونکہ آپکو آپکا احساسِ ندامت سکون سے جینے نہیں دے رہا ۔۔ نا مرنے سکون سے مرنے دے گا۔ "

صدیق حسین اسے دیکھتے رہ گئے۔ ایسا کچھ نہیں تھا۔ اب جو وہ کررہے تھے وہ احساسِ ندامت نہیں تھا۔ وہ صرف اولاد کی محبت تھی۔ وہ محبت جسکو وہ اب تک پوشیدہ رکھتے آئے تھے۔ جس پر آپ تک شیطان غالب رہا تھا۔ اقراء کی تلخی پر انہیں خود پر ہنسی آئی۔ صحیح تو کہہ رہی تھی وہ جتنا انہوں نے کیا تھا سزا تو بنتی تھی۔

وہ اثبات میں سرہلاگئے۔ انہوں نے کوئی صفائی نہیں دی۔ اقراء کے نظروں میں انہیں کوئی گنجائش نظر نہیں آئی۔

" میں امی سے ملنا چاہتی ہوں۔ "

اسکی بات میں صدیق حسین نے اثبات میں سر ہلایا۔

" کل لاؤنگا "

"آپ بیٹھے میں کھانا لگواتی ہوں۔ "

اقراء بول کے پلٹنے لگی پر انکی آواز پر رک گئی۔

" نہیں میں نہیں کھاؤنگا کچھ۔۔ تمہیں بہت مبارک ہو۔ اللہ تمہارے نصیب میں خوشیاں بھردے اور آنے والا مہمان بہت خوش نصیب ہو صحت مند ہو۔۔ میں بہت خوش ہوتا اس خبر سے پر یہ خبر تمہاری تکلیفوں کے آگے بہت چھوٹی ہے۔۔ "

پھیکا سا مسکرا کر وہ پلٹ گئے۔ اقراء کافی دیر تک دروازے کو دیکھتی رہی ۔۔

****

اگلے دن صدیق حسین فردوس کو لے کر آئے تھے۔ تمام تر تلخیاں ایک طرف رکھ کر اقراء ان سے ملی -- دل کا غبار آنسوؤں میں بہا کر وہ فردوس کو اپنی آنے والی اولاد کے لیے دعا کرنے کا کہہ رہی تھی۔ تائی نے تو سیدھے منہ بات نہیں کی تھی نمیر دو دن سے گھر نہیں آیا تھا۔

****

" فردوس آپ نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی --"

صدیق حسین مسجد سے آئے تو بے ٹائم فردوس کو سوتا دیکھ پکارا۔ صدیق حسین کے پوچھنے پر بھی انکے وجود میں جنبش نہیں ہوئی۔

" فردوس۔ "

فردوس کے سرہانے جاکر پکارا ۔

فردوس اب بھی بے حرکت تھیں۔

" فردوس "

کچھ غیر معمولی محسوس کرکے انھوں نے فردوس کا بازو ہلایا۔

" فف---فردوس۔ ؟"

فردوس کو جھنجھوڑا۔ پر وہ نہیں اٹھیں ناانکو اٹھنا تھا۔

" فردوس--"

وہ چیخے --

" فر--فردوس"

سرگوشی میں پکارا اور وہیں بیڈ کے ساتھ نیچے بیٹھتے چلے گئے۔

" فردوس-- آپ ایسا نہیں کرسکتیں-- آپ ایسا نہیں کرسکتیں۔ "

روتے ہوئے وہ فردوس کے گال پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔

" فردوس"

وہ اٹھ کر فردوس کے قریب ہوئے اور انہیں جھنجھوڑ دیا۔

"آپ ایسا نہیں کرسکتیں فردوس-- ابھی تو مجھے آپکی ضرورت تھی۔ آپ ایسے چھوڑ کے نہیں جاسکتیں مجھے-- آنکھیں کھولیں۔ "

انکو خود میں بھینچے وہ رودیے۔

" میں اتنا مضبوط نہیں رہا فردوس۔۔ میں اکیلے نہیں چل پاؤنگا۔ خدارا ایسا ظلم مت کریں۔۔"

" یہ سزا مت دیں۔۔ مجھے مت چھوڑیں میں ۔۔۔میں نہیں رہ سکونگا اکیلے فردوس"

صدیق حسین ہچکیوں سے رونے لگے تھے۔

****

فردوس کا جنازہ لے جایا جاچکا تھا۔ اقراء بت بنی بیٹھی تھی۔ اسکی واحد ہمدرد روح بھی اس دنیا سے جاچکی تھی۔ مروا کو فردوس کی موت کا غم بھی تھا اور اقراء کی حالت پر پریشانی بھی۔

"یا اللہ میں اپنی بیوی سے راضی ہوں۔ تو اسے بخش دے۔ "

فردوس کو گزرے دو دن ہوئے تھے ۔ اور ابھی سے انکو تنہائی بری طرح کاٹ رہی تھی۔

وہ اپنی تنہائی دور کرتے فردوس کی تنہائی کے لیے دعا کر رہے تھے۔

" یا اللہ میری بیوی میری فرمانبردار تھی۔ یااللہ تو اسے بخش دے۔ اسکی قبر کو روشن کر اسکا آخری سفر آسان کر میں اس سے راضی ہوں۔ "

اقراء دروازے پر کھڑی اپنے باپ کو مصلے پر باآواز دعا کرتے دیکھ رہی تھی۔

آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔

حدیث النبوی (مفہوم)

"ترجمہ : کسی عورت کا انتقال ہوجائے اور اسکا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی"

حوالہ ; وابن ماجہ (کتاب النکاح)

وہ جو ہمیشہ فردوس سے پوچھتی تھی کہ آپکو اس زندگی سے کیا حاصل ہوگا۔ کیا فائدہ ہے ایسی زندگی کا۔ اس ازیت بھری سانسوں کا آج اسے اپنے اس سوال کا جواب ملا تھا۔

" میرے اللہ میری بیوی کو بخش دے۔ اسکی قبر کو روشن کردے ۔

میرے اللہ اسکے وجود کو کوئی کیڑا نا کھائے۔۔ میرے اللہ وہ تا قیامت پرسکون قبر میں سوتی رہے۔ اسکی قبر میں جنت کی کھڑکی کھول دے"

****

صدیق حسین بہت کم عرصے میں پہلے سے کہیں زیادہ کمزور ہوگئے تھے۔

گھر والوں سے رشتہ ختم کردیا تھا بس اقراء سے وہ ملتے رہتے تھے۔ نمیر نے ماں کی زبردستی سے اس عرصے میں اقراء پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔

سارے ہاسپٹل سے روم کے باہر کھڑے تھے۔ وہاں سب موجود تھے سوائے نمیر کے۔

کچھ دیر بعد لیڈی ڈاکٹر باہر نکلی اور بیٹی ہونے کی مبارک بات دی جسے سن کر سب کھل اٹھے۔

"امی یہ تو ڈول ہے۔ "

یہ آٹھ سالہ عرش کی آواز تھی۔

وہ دودن کی خنساء کو بہت قریب سے دیکھتا اسکا موئنہ کررہا تھا۔

"جی میری جان۔ "

انہوں نے مسکرا کر کہا۔

بیڈ پر آنکھیں موندے چچی ویسے ہی مسکرا رہی تھیں۔

"امی یہ میری ڈول سے بھی زیادہ پیاری ہے"

اب کے اسنے آنکھیں چھوٹی کیے خنساء کو دیکھتے کہا۔ وہ آٹھ سال کا تھا اسکے عمر کے بچے بیٹ بال فٹ بال اس طرح کے گیم پسند کرتے تھے لیکن اسے بچپن سے صرف ڈولز پسند تھی۔ لڑکا ہونے کے باوجود اسکے کمرے میں ہر طرح کی گڑیا تھی۔

عمیر دیواں پہلے تو بہت پریشان رہتے تھے لیکن پھر اپنی امی کے سمجھانے پر بچہ سمجھ کر اسے گڑیا سے کھیلنے کی اجازت دے دی۔

"ہاہاہا ہاں میری جان یہ سب سے پیاری ہے۔ "

انھوں نے عرش کو پیار کیا۔

اسنے سوچا تھا اسکی امی اسکی ڈول کی تعریف کرینگی لیکن اپنی ڈولز کو کم پیارا سن کے اسکا منہ بنا۔

لبوں سے ہٹ کر اسکی نظر خنساء کے گلابی گالوں پر پڑی جو سونے کی وجہ سے اور ابھرے ہوئے اور روئی کا گالہ لگ رہے تھے۔

آٹھ سالہ عرش اپنی ڈولز کی برائی کے بعد پھر سے خنساء کو غور غور سے دیکھنے لگا پھر ہاتھ بڑھا کر اپنی شہادت کی انگلی اسکی گال پر رکھی اور ہلکا سا دبایا۔

" امی اس کے گال بہت نرم ہیں۔ جیلی جیسے "

اسنے حیرت سے کہا۔۔

اسکی اتنی معصومیت پر بیڈ سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندے چچی نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

" ہاں بہت نرم ہیں۔ "

اسکی امی نے تائید کی۔

" امی میری گڑیا کے تو نرم نہیں ہیں۔ "

ماتھے پر ننھے ننھے بل پڑے۔ اپنی گڑیا میں ایک اور عیب نظر آیا۔۔ اسکے غصے بھری صورت دیکھتے چچی مسکرائیں۔

" عرش یہ میری گڑیا میری گڑیا کیا ہے ؟ خنساء بھی تو آپکی گڑیا ہے "

چچی نے محبت سے کہا۔

چچی کو دیکھنے کے بعد اسنے واپس خنساء کو دیکھا پھر مسکرایا۔

" پھر میں اسکے گال پر بائٹ کرلوں۔ "

اسکی فرمائش پر چچی اور امی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

" نہیں میرا بچہ ابھی خنساء بہت چھوٹی ہے نا اسکو پین ہوگا پھر وہ روئے گی۔"

جواب امی نے دیا۔ وہ بہت ضدی تھا اور سوالات کی دکان۔

اور فرمائش وہ ایسے کررہا تھا جیسے خنساء کا گال نہیں کوئی سیب ہو۔

" اچھا پھر جب یہ بڑی ہوجائیگی میں تب بائٹ کرونگا"

وہ مسکرایا۔ ۔ چچی نے ایک بار پھر اپنی جیٹھانی کودیکھا۔

عرش خنساء کے ننھے ہاتھوں سے کھیلنے لگا اسے گود میں پکڑنے کی اجازت مروا نے نہیں دی تھی۔

" میں اسے اپنے روم میں لے جاؤں۔ ؟"

مروا اور اقراء جو پھر آپس میں بات کرنے لگی تھیں عرش کی طرف متوجہ ہوئے۔

" کیوں میری جان ؟"

اقراء نے پوچھا۔

"آپ نے کہا یہ میری ڈول ہے تو میں اپنی ڈول کو لے جاؤں ؟ میری ساری ڈولز میرے کمرے میں رہتی ہیں۔ "

عرش نے معصومیت سے کہا۔

" نہیں میری جان ابھی خنساء چھوٹی ہے نا وہ اپنی امی کے پاس رہے گی۔ "

مروا نے پچکارا۔

" اچھا پھر جب یہ بڑی ہوجائیگی پھر لے جاؤنگا"

خوشی سے کہا۔ وہ آٹھ سال کا تھا پر اسکی باتیں اس وقت کسی تین چار سالہ بچے جیسی تھیں۔

" میں اس کے لیے اپنی دوسری ڈولز لاتا ہوں۔ "

بیڈ سے اترتے وہ کمرے سے باہر بھاگا۔

خنساء کی پیدائش کے وقت کچھ پیچیدگیاں ہوئی تھیں۔ اور ڈاکٹر نے خوشخبری کے ساتھ یہ بری خبر سنائی تھی کہ وہ دوبارہ ماں بننے کی صلاحیت سے محروم ہوچکی ہے۔ دودن ہاسپٹل میں رہنے کے بعد وہ ڈسچارج ہوکر اپنے تایا کے گھر آئی تھی کیونکہ نمیر تو دوستوں کے ساتھ کشمیر گھومنے گیا تھا ۔ اگر اسکی جگہ کوئی اور عورت ہوتی تو اسے تکلیف ہوتی کہ اس وقت اسکا شوہر اسکے پاس نہیں پر اقراء بہت پرسکون تھی۔ اور خوش بھی کہ نمیر کاسایہ بھی اسکی بیٹی پر نہیں پڑا۔ اپنے اندر ہوئی بہت بڑی کمی کا اسے بہت دکھ بھی تھا پر جو اللہ نے کیا یقیناً وہی بہتر تھا۔

" بہت زیادہ پیاری ہے یہ ماشاءاللہ سے "

مروا نے خنساء کو گود میں اٹھاتے کہا۔ اقراء مسکرانے لگی۔ اسکا خنساء نام اسکی دادی نے رکھا تھا ورنہ اقراء کو رائمہ نام بہت پسند تھا۔

" اسکو مجھے دے دو"

مروا نے خوشی سے کہا۔

"آپ ہی کی ہے بھابھی"

اقراء پھر مسکرائی۔

" نہیں تم سمجھی نہیں -- اسے میرے عرش کے لیے دے دو"

مروا نے جتنی خوشی سے کہا تھا خنساء کا چہرہ اتنا ہی سنجیدہ ہوا ۔

"کیا ہوا ؟"

اقراء کی بدلتی رنگت دیکھ مروا کو احساس ہوا جیسے وہ کچھ غلط بول گئی ہے ۔

" ایسا نہیں ہوگا بھابھی۔ میں نے اسے اس لیے پیدا نہیں کیا کہ بھینٹ چڑھا دوں۔ "

اقراء نے سنجیدگی سے کہا۔

اسکا ایسا بولنا مروا کو ناگوار گزرا تھا۔

" تم ایسے کیوں کہہ رہی ہو اقراء ؟ میرے عرش میں ایسی کیا برائی ہے۔ ؟"

" عرش میں برائی ہے اور بہت بڑی برائی ہے اور وہ یہ برائی ہے کہ وہ عمیر دیوان کا بیٹا ہے۔ وہ نمیر دیوان کا بھتیجا ہے اس میں یہ برائی ہے کہ اسکی رگوں میں قدوس حسین کا خون دوڑتا ہے-- فطرت نہیں بدلتی بھابھی اور خون بہت معنی رکھتا ہے۔"

اقراء نے تکلیف سے کہا۔ اسکی یہ باتیں مروا بھی نہیں جھٹلا سکی۔

" میرا عرش ایسا نہیں ہوگا۔ "

مروا نے کہا تو پر اسے خود اپنی آواز اجنبی لگی۔

" میں یقین کرلیتی اگر اسکی تربیت عمیر دیوان ناکررہے ہوتے تو "

سپاٹ لہجے میں کہا۔ ابھی اسکا لہجہ مروا کے ساتھ بھی بدل گیا تھا۔

"برا مت مانیے ۔ پر میں وہ غلطی کبھی نہیں کرونگی جو میری ماں نے کی تھی۔ میری بیٹی کے آگے میں رشتے تو کیا اپنی جان کی قربانی بھی دے سکتی ہوں ۔"

اقراء نے بہت جتا کر کہا کہ مروا لب بھینچ گئی ۔ ایک طرح سے اقراء بلکل ٹھیک کہہ رہی تھی۔

" اور اگر میرا عرش الگ ہوا تو ؟"

امید سے پوچھا۔

" عرش اب بھی بہت اچھا ہے بھابھی ۔ اس میں کوئی برائی نہیں ۔ اور اسکی زندگی میں آنے والی بھی بہت اچھی لڑکی ہوگی لیکن میں خنساء کی شادی خاندان میں نہیں کرونگی۔ میں خنساء کو بہت مضبوط بناؤنگی اتنا مضبوط کے وہ اپنے لیے لڑسکے اور خود کے لیے فیصلہ لے سکے۔ بچپن کی تربیت انسان کی شخصیت کا ستر فیصد خاصہ ہوتی ہے۔ اگر میں نے اپنی خنساء کی شادی عرش سے کی تو وہ کبھی مضبوط نہیں ہوپائیگی عرش اسے توڑ دیگا کیونکہ اسکی رگوں میں قدوس حسین کا خون ہے ۔ "

اقراء کے حتمی بولنے پر مروا خاموش ہوگئی۔

یہی بہتر تھا کیونکہ اقراء کی باتیں اسے درست لگی تھی دوسرا یہ بھی کہ ابھی تو خنساء صرف دو دن کی تھی۔

****

وقت کے ساتھ خنساء بڑی ہونے لگی لیکن اقراء کی تربیت کے برعکس۔۔ وہ حد درجہ ڈرپوک تھی۔ وہ اقراء اور مروا کے علاوی کسی کے پاس آتے ہی رونا شروع کردیتی تھی۔

دس سالہ عرش اسے اپنے پاس لینے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا۔ اپنی ساری ڈولز بھی اسنے خنساء کو دے دی تھیں تاکہ انہیں کی لالچ میں وہ اس سے دوستی کرلے پر ایسا نہیں ہوا۔

وہ نا پہلے عرش کے پاس جاتی تھی نا اب , نا ہی عرش اور مروا کے سوا کسی کو اس سے کوئی لگاؤ تھا۔ صدیق حسین وقت کے ساتھ مختلف مرض میں مبتلا ہوگئے تھے۔ جتنا یہ مرض انہیں نہیں کھا رہے تھے اتنا تنہائی کھا رہی تھی۔ اقراء کی وجہ سے اپنے رشتہ داروں سے ملنا وہ چھوڑ چکے تھے۔ اور ہر وقت ساتھ رہنے والی ہمسفر تو سالوں پہلے ساتھ چھوڑ چکی تھی۔

خنساء ڈھائی سال کی تھی جب مروا کی طرف سے خوشخبری آئی۔ گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ دس سال بعد عمیر دیوان کو دوبارہ وہ خوشی نصیب ہوئی تھی۔ یہ خوشی سن کر انکی پہلے والی تھوڑی محبت مروا کے لیے جاگی تھی۔ دوسری طرف مروا بھی بہت خوش تھی۔

وقت کیسے گزرا پتا ہی نہیں چلا اور مروا کے گود میں ایک نہیں دو دو رحمتیں آئیں۔

مروا کی توقع کے برعکس عمیر بیٹیوں پر بھی بہت خوش تھا۔

عرش کا نام تو دادا نے رکھا تھا پر بیٹیوں کے وقت عمیر نے مروا سے نام پوچھا تو اسکے زہن میں اقراء کی پسند کا نام آیا اور اس طرح ایک کا نام رائمہ اور دوسری کا اس سے ملتا جھلتا آئمہ۔۔۔ عرش تو خوشی سے چہک رہا تھا۔ اب اسنے سوچ لیا تھا کہ اسے خنساء کے پیچھے بھاگنے کی ضرورت نہیں پڑھیگی اللہ نے اسے اپنی دودو ڈولز دے دی ہیں جو اسکے ساتھ رہینگی ۔ پر یہاں بھی الٹا ہوا۔

پورا پورا دن رائمہ آئمہ کے ساتھ کھیلتے گزارنے کے باوجود جب وہ نمیر کے گھر جاتا تو پہلے کی طرح ہی خنساء کے آگے پیچھے گھومتا اور کوشش کرتا کہ کسی طرح وہ اسکے پاس آجائے۔ کبھی چیز کی لالچ تو کبھی گڑیا کی لیکن سب بے کار تھا وہ تو عرش کو دیکھتے ہی رونے لگتی تھی۔

****

" وہ میری بچی نہیں ہے بھائی۔۔۔
آپ نے کبھی غور نہیں کیا کہ اسکا کوئی نقش کوئی حرکت مجھ سے نہیں ملتی۔۔ وہ میری اولاد نہیں ہے میں جانتا ہوں۔ وہ ہوبہو اپنی ماں ہے۔ اسکا چہرہ اسکے نقش اسکی حرکتیں وہ پوری اپنی ماں ہے۔ "

وہ اسٹڈی میں اپنے باپ سے پیسے مانگنے آیا تھا۔چچا کی بات پر حیرت سے اسکے قدم رکے ۔وہ چودہ سال کا تھا باہر نکلتے اپنی عمر سے زیادہ ہوشیار لیکن چاچا کی یہ بات اسے سمجھ نہیں آئی تھی ۔ کیا وہ خنساء کے متعلق بات کررہے تھے۔ اگر وہ کسی اور کے بارے میں بات کررہے ہوتے تو اسکو اتنی تشویش نا ہوتی اور وہ کبھی اس طرح انکی باتیں نا سنتا ۔

" نمیر تم بہت بڑی بات کررہے ہو۔ "

عمیر دیوان نے بہت سنجیدگی سے کہا۔

" میں صحیح بات کررہا ہوں ۔۔ اسکی ماں ایک بدکردار عورت ہے بھائی وہ میری اولاد نہیں ہے ۔۔اور خنساء نے بھی اسی کا دودھ پیا ہے وہ اسی کا خون ہے اور بلکل اپنی ماں ہے۔ میں کچھ نہیں کرپارہا یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں ایک سانپ کا سپولیہ پال رہا ہوں ۔۔میں ایک بے غیرت مرد ہوں اس عورت نے مجھے بے غیرت بنا دیا ہے۔ "

"تو پھر وہ کسکی اولاد ہے "

عمیر دیوان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

اب کے نمیر دیوان کو جواب دینے میں تھوڑی مشکل ہوئی۔

" فراز "

لیکن پھر اپنے بچے کچے زمین کو دفناتے اسنے فراز کا نام لیا ۔ جبکہ عمیر دیوان حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔

" تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو ؟"

عمیر دیوان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

" میں سچ کہہ رہا ہوں۔ "

روتے ہوئے کہا۔

" تو پھر اسے رکھا کیوں ہے۔ ؟ طلاق دو اسے ۔۔ اسے اور اسکی ناپاک اولاد کو گھر سے باہر کرو"

عمیر دیوان غصے سے بولے۔

عرش اتنا بچہ نہیں تھا کہ وہ اتنی کلیئر باتیں نا سمجھ پاتا۔ اس سے کھڑا ہونا محال ہوگیا تو وہ وہاں سے ہٹ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ جو انکشاف نمیر دیوان نے آج کیا تھا وہ اسکے معصوم زہن کے لیے برداشت سے باہر تھا۔ اسے آج پہلی بار اپنی چچی سے نفرت محسوس ہوئی تھی۔ اسنے اپنے دل میں خنساء کے لیے بھی نفرت تلاشنا چاہا پر وہ اس بار ناکام رہا۔ ویسے بھی اسکی کیا غلطی تھی جو کیا وہ چچی نے کیا وہ تو معصوم تھی ۔۔

" نہیں۔ میں اسے نہیں چھوڑ سکتا ۔۔ وہ میری ہے میری ہی رہے گی۔ "

نمیر دیوان فورا بولا۔

" دماغ خراب ہے تمہارا ۔ ؟ اتنا سب ہونے کے باوجود تم یہی بول رہے ہو۔ ؟"

عمیر دیوان چیخے۔

" میں اسے کسی صورت نہیں چھوڑونگا وہ مجھ سے رہائی حاصل نہیں کرسکتی۔ "

نمیر دیوان حتمی بولتا وہاں سے اٹھ گیا۔

عمیر دیوان نے زور سے ٹیبل پر ہاتھ مارا۔۔

****

" ہم کہاں جارہے ہیں ؟"

عرش ابھی اسکول سے آیا تھا۔

چار سالہ رائمہ آمنہ تیار ہاتھ میں اپنی اپنی پونیاں لیے کھڑی تھیں۔

" نمیر کے گھر جارہے ہیں۔ تم بھی تیار ہوجاؤ جلدی سے "

مروا نے مصروف انداز میں کہا۔

" کیوں جارہے ہیں ؟"

نمیر نے حیران ہوتے پوچھا۔

" بس ایسے ہی تم جلدی سے تیار ہو جاؤ"

مروا نے رائمہ آئمہ کی پونیاں بناتے کہا۔ عرش منہ بناتے کمرے میں چلا گیا۔ اسے خنساء سے بہت لگاؤ تھا لیکن جب سے اسے اقراء کی حقیقت معلوم ہوئی تھی وہ وہاں جانے سے گریز کرنے لگا تھا۔ لیکن حقیقت یہی تھی کہ اسے خنساء کی بھی بہت یاد آرہی تھی۔ اب تو وہ اسے ڈری ہوئی بھی کیوٹ لگنے لگی تھی۔

****

ڈرائیونگ عمیر عرش کو سیکھا چکا تھا۔ ایک گاڑی میں عمیر مروا رائمہ آئمہ تھیں اور دوسری میں عرش قدوس حسین اور دادی۔

گاڑی نمیر کے گھر کے باہر روکے۔۔ گھر زیادہ بڑا نہیں تھا دو کمروں ڈرائنگروم اور لاؤنج پر مشتمل تھا۔ وہ لوگ اندر داخل ہوئے۔ ملازمہ لاؤنج میں ہی بری طرح روتی چکر کاٹ رہی تھی۔

مروا پریشانی سے وجہ پوچھنے لگی جبکہ عمیر دیوان فوراً نمیر کے کمرے کی طرف بڑھا۔

عرش بھی اپنے باپ کے پیچھے گیا۔ دروازہ کھولتے ہی انکے سروں پر جیسے آسمان آگرا۔

کھڑکی سے قریب نمیر زمین پر گرا تھا ۔ سر سے خون بہتا فرش کو رنگ چکا تھا۔کمرے کا حشر بگڑا ہوا تھا۔ بیڈ کے ایک طرف خنساء اقراء سے لپٹی تھی اقراء نے دونوں ہاتھوں سے اسے خود میں جوڑا ہوا تھا پر اسکا جسم ڈھیلا تھا شاید وہ بے ہوش ہوچکی تھی۔ اور اقراء ساکت نظروں سے نمیر کے وجود کو دیکھ رہی تھی۔

" نمیر"

عمیر دیوان چیختے ہوئے نمیر کی طرف بھاگے۔ اسے اٹھایا ہلایا جھنجھوڑا لیکن نمیر کا وجود ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ عرش ساکت نظروں سے کمرے کو اور اپنے چچا کی لاش کو دیکھ رہا تھا۔ مروا منہ پر ہاتھ رکھے رورہی تھی۔

کمرے کے دروازے پر عرش کے پیچھے ہی قدوس حسین اور انکی بیوی کھڑے تھے۔

" تونے مارا ہے ناآوارہ عورت میرے بھائی کو۔ "

خنساء کو اس سے الگ کرتے زمین پر دھکہ دیا اسکا بے ہوش وجود لہرا کر زمین پر گرا۔

خنساء کے گرنے پر عرش ہوش میں آیا پر اسنے خنساء کی طرف قدم نہیں بڑھائے۔ اب وہ اقراء کو دیکھ رہا تھا جسکے منہ پر پے درپے عمیر دیوان تھپڑ مار رہا تھا۔ عرش کونفرت ہوئی تھی اقراء کے چہرے سے اسکے وجود سے ۔ شدید نفرت۔

" مار دیا تونے اسے۔ اسنے تجھے محبوب کے پاس نہیں جانے دیا تو مار دیا اسے قاتل عورت۔"

اقراء کو بے تحاشہ مارتے وہ چیخ رہا تھا۔ جبکہ اقراء ابھی تک خاموش سکتے میں تھی۔

عمیر دیوان کے ہاتھ قدوس حسین کو زمین پر گرتے دیکھ رکے۔۔ عرش فورا پلٹا ساتھ عمیر دیوان بھی بھاگ کر انکے پاس آیا۔وہ دل کے مقام پر ہاتھ رکھے بری طرح تڑپ رہے تھے۔

قدوس حسین کو ہاسپٹل لے کر گئے۔ لیکن یہاں بھی مایوسی ہوئی ہاسپٹل پہنچنے سے پہلے وہ دم توڑ چکے تھے۔

****

گھر میں موت سا سناٹا تھا۔

نمیر اور قدوس حسین کی تدفین ہوچکی تھی۔ اقراء کو ہراست میں لے لیا گیا تھا۔ خنساء مروا کے پاس تھی۔

" امی جان۔ آپ فکر نہیں کریں۔ اقراء نہیں بچ سکے گی۔ اسے میں پھانسی کے پھندے تک پہنچاؤنگا"

عمیر دیوان ماں کے کمرے میں آیا لائٹ آن کی تو وہ آنکھیں موندے لیٹی تھیں۔

آنسو بوڑھی پلکوں پر ٹہرا تھا۔

عمیر دیوان نے وہ آنسو نم آنکھوں سے دیکھا اور اپنی انگلی کی پور پر لیا۔

" امی میرا نمیر اتنی جلدی چھوڑ کر چلا گیا"

عمیر دیوان نے انکے ہاتھوں پر اپنا سر ٹکا دیا۔

آنسو بہاتے وہ ماں کے پاس حوصلہ لینے آئے تھے۔

کچھ غیر معمولی محسوس کرکے سیدھے ہوئے۔

" امی "

کسی خدشے کہ تحت ڈوبتے دل سے پکارا۔۔

" امی "

اب وہ چیخ اور چیخنے کے ساتھ رونے لگے مروا اور عرش عمیر دیوان کی شیخیں سنتے بھاگتے ہوئے کمرے میں آئے اور اندر کا منظر دیکھ انکا دل بھی تڑپ اٹھا۔

ابھی دو جنازے دفنائے ہی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ تیسرا دکھ ان کے دلوں پر ٹوٹا تھا۔

****

پہلی پیشی میں ہی اقراء نے اقرار کیا تھا کہ غلطی سے وہ قتل اسکے ہاتھوں ہوا ۔ باقی نمیر دیوان کے حق میں لڑتے وکیل نے اسکو مجرم ثابت کرنے کے لیے اسکے اور فراز کے نا ہونے والے ناجائز رشتے کے بارے میں بھی بڑھ چڑھ کر بتایا تھا۔ جس سے وہی گنہگار ثابت ہوئی تھی اور پہلی پیشی میں ہی اسے سزائے موت کی خبر سنائی گئی تھی۔ اس قتل کو سوچی سمجھی سازش قرار دی گئی تھی۔ عمیر دیوان نے نمیر کے قتل میں فراز کو بھی گھسیٹا تھا پر اقراء کے بیان کے بعد اس پر کوئی کاروائی نہیں کی گئی۔

"صرف پانچ منٹ ہیں جو بات کرنی ہے جلدی کرو۔ "

اقراء کو پھانسی تک بڑی جیل میں بھیجا جارہا تھا اس سے پہلے بڑی منت سماجت کے بعد عمیر دیوان کے حکم کے بعد ہی صدیق حسین کو اقراء سے ملوایا گیا تھا۔ یہ سب محض ایک ہفتے میں ہوا تھا۔

عمیر دیوان بہت خوش تھا۔ لیکن یہ خوشی ادھوری تھی وہ اقراء کے ساتھ فراز سے بھی انتقام لینا چاہتا تھا۔

" اق---اقراء"

نم آواز پر اقراء نے نظر اٹھا کر دیکھا ۔ اقراء کے چہرے پر جابجا نیل کے نشان تھے ۔ ان نشانوں میں کچھ نشان نمیر دیوان کے داغے ہوئے تھے اور کچھ لیڈیز پولیس والیوں کے۔

اپنے باپ کو جیل کی سلاخوں کے اس پار دیکھتے وہ کھڑی ہوئی۔ آج اسکی اس حالت کا زمہ دار صدیق حسین کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

" مجھے معاف کردو میری بیٹی مجھے معاف کردو"

وہ سلاخیں پکڑے نیچے بیٹھے تھے کھڑا ہونا مشکل ہو چکا تھا۔

" میرے حاکم تھے آپ--- آپ کہاں سے کہاں لے آئے مجھے۔

آپکی ضد اور انا نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا آج میری بیٹی بھی ظالموں کے ہاتھ میں ہے۔ نجانے وہ کیسے یہ ظلم برداشت کریگی"

اقراء سسک پڑی اور پہلی بار صدیق حسین سے شکوہ کیا۔

" مجھے معاف کردو"

کانپتے ہاتھوں سے وہ بار بار بس یہی بول رہے تھے۔

" کس کس چیز کے لے معاف کروں ؟ میرے جسم پر لگے زخموں کے لیے یا روح پر لگے زخموں کے لیے ؟ میرے کردار کے قتل کے لیے یا خوشیوں کے۔ ؟ میرا سب چھین لیاآپکی ضد نے میری خوشی , میری ماں , میرا مان اور میری محبت بھی"

محبت بولتے ایک بار پھر فراز کے جملے اسکے کان میں گونجے تھے۔

" م-- مم-مجھے---مجھے معاف کردو"

بے تحاشہ روتے آج صدیق حسین کے پاس بولنے کو کچھ نہیں تھا۔

" جانتے ہیں مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا۔ مجھے اللہ پر یقین ہے کہ وہ مجھے موت اتنے خوبصورت چہرے میں دے گا کہ میں دنیا کہ زخم بھول جاؤنگی۔

لیکن دنیا میں جو میرے ہی وجود کا حصہ ہے وہ مجھے مرنے نہیں دے رہا۔ میں آج اس سزائے موت پر خوش ہوتی اگر میری خنساء اس دنیا میں نا ہوتی تو-- مجھے نکال لیں یہاں سے-- یا میری خنساء کو بھی میرے ساتھ مار دیں۔ وہ نہیں برداشت کرپائے گی میری بچی معصوم ہے۔ وہ---وہ بہت معصوم ہے-- وہ لوگ اسکی---زندگی جہنم کردینگے"

روتے ہوئے اسنے سلاخوں پر رکھے صدیق حسین کے ہاتھوں کو پکڑ لیا۔

" اسے میرے پاس لادیں-- اسے میرے ساتھ ہی مار دیں-- میری-- میری بچی-- میری بچی معصوم ہے ابو--- وہ بہت معصوم ہے-- وہ لوگ ظالم ہیں۔"

اقراء ہچکیوں سے روتے لرزنے لگی تھی۔

اسکا رونا جاری ہی تھا جب کانسٹیبل نے صدیق حسین کو ساتھ چلنے کا کہا۔

" مجھے معاف کردو اقراء-- تم میری اولاد تھی ۔ واحد اولاد--

میں نے جتایا نہیں پر میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ مجھے اندازہ نہیں تھا عبدالباری انسان نہیں درندہ ہے"

صدیق حسین نے اسکے ہاتھ مضبوطی سے تھامتے کہا۔ اقراء نے انکو دیکھا اور ہاتھوں پر ماتھا ٹکا دیا ۔

" میں نے آپکو معاف کیا۔ آپ پر سے اپنا حساب آج میں ختم کرتی ہوں۔ اللہ کو گواہ رکھ کر کہتی ہوں میں نے آپکو معاف کیا۔ "

صدیق حسین اقراء سے کئی بار معاف مانگ چکے تھے۔ اور اقراء کئی بار زبانی اقرار بھی کرچکی تھی کہ معاف کردیا۔ پر وہ معافی کبھی صدیق حسین کو سکون نہیں دے پائی تھی اور حقیقت یہی تھی کہ اقراء نے صرف زبانی اقرار کیا تھا۔ کبھی دل سے معاف کیا ہی نہیں تھا۔

پر آج اسنے صدیق حسین کو دل سے معاف کیا تھا۔

کانسٹیبل صدیق حسین کو باہر لے گیا۔

****

گھر میں کوئی تھا نہیں سب اجڑ چکا تھا۔ بیٹی جیل میں تھی اور کچھ دنوں میں ہی پھانسی چڑھنے والی تھی۔
مسجد میں صلاتہ توبہ پڑھتے وہ سجدے میں گئے ۔ اور سجدہ طویل سے طویل تر ہوتا گیا۔
عشاء کی جماعت کے وقت لوگوں نے ہلایا تو معلوم ہوا وہ بھی اپنی اصل زندگی کی طرف چل پڑے ہیں۔

****

وقت خوشی کا ہو یا غم کا گزر جاتا ہے اب بھی وقت گزرتا گیا۔
اقراء کو پھانسی ہوئے مہینے گزر چکے تھے۔ پورا خاندان ختم اجڑ چکا تھا۔ خنساء کی زمہ داری عمیر دیوان پر آئی تھی پر انہیں خنساء کا وجود برداشت نہیں تھا اور خنساء خود بھی ان سے بےانتہا ڈرتی تھی اسلیے سامنے نہیں آتی تھی۔ عرش بھی اسے فراموش کرچکا تھا۔ اسکا ہونا نا ہونا برابر تھا۔ وہ خنساء کو دیکھتا تک نہیں تھا پر اگر خنساء کبھی اسکے سامنے آ بھی جاتی تو فورا مروا کے پہلو میں چھپ جاتی اسے بھی اب کوئی فرق نہیں پڑھتا تھا اسلیے نظر انداز کردیتا۔
عمیر دیوان کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ وہ سخت مزاج ہونے لگا تھا اور ہوتے ہوتے اتنا سخت مزاج ہوگیا کہ اسنے رائمہ آئمہ کو بھی نظر انداز کردیا۔
مروا کی باتیں اس پر اثر نہیں کرتی تھیں۔ نمیکی پھر دادا دادی کی موت نے زہن پر بہت برا اثر چھوڑا تھا پھر اس پر عمیر کی تربیت--
چند سال اور گزرے جب عرش اپنے یونی ٹیسٹ کی تیاری کررہا تھا تب عمیر اور مروا کا کار ایکسیڈینٹ میں انتقال ہوگیا۔
اسکے بعد سے عرش کے زہن پر زمہ داریاں اٹھاتے پختگی کی مہر لگ گئی۔

رائمہ آمنہ جب سے اسکول سے آئی تھیں لاؤنج میں ہی بیٹھی تھیں تاکہ جیسے ہی کوئی ملازم وہ وارننگ لیٹر لے کر آئے وہ لے لیں۔ اب تو بیٹھے بیٹھے کمر بھی دکھ رہی تھی۔ دونوں منہ بھر بھر کے اپنی دوست کو کوس رہی تھیں ۔ خنساء کو انہوں نے یہ بات نہیں بتائی تھی۔
شام کے چھ بجے جب وہ تھک گیئں اور عرش کے گھر آنے کا وقت بھی قریب تھا تو مجبوراً اٹھ کر اندر جانا پڑا۔
انکو اندر گئے دس منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ چوکیدار نے منشاء کو لیٹر لاکر دیا۔ وہ لیٹر رائمہ آمنہ کے اسکول کی طرف سے تھا۔
منشاء نے اس لیٹر کو دیکھا جب سمجھ نہیں آیا اور کھولنا مناسب نا سمجھا تو عرش کے روم میں رکھ دیا۔
عرش کے کمرے میں جانے کی اجازت ملازموں میں صرف منشاء کو تھی اور عرش کے کام بھی وہی کرتی تھی باقی وہ تینوں تو غلطی سے بھی اسکے کمرے میں نہیں بھٹکتی تھیں۔
کمرے کی صفائی پر ایک نظر ڈال کر وہ کمرے سے باہر نکل گئی لیٹر اسنے عرش کے سائیڈ ٹیبل کے دراز میں رکھ دیا۔
****

" اسلام و علیکم سر"
عرش کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی منشاء نے سلام کیا۔
" وعلیکم اسلام ۔ تنیوں کہاں ہیں ؟"
بیگ منشاء کو پکڑاتے پوچھا۔
" اپنے اپنے کمروں میں۔ "
مسکرا کر جواب دیا۔
" یہ بیگ سٹڈی میں رکھ دیں اور ساتھ ایک کپ سٹرونگ چائے بنا کے رکھ دیں میں چینج کرکے آتا ہوں۔ "
موبائل پر کسی کو فون ملاتے مصروف انداز میں کہا۔
" سر ۔ رائمہ آمنہ بے بی کے اسکول سے لیٹر آیا تھا میں نے آپکے سائیڈ ٹیبل کے دراز میں رکھ دیا۔ "
" ٹھیک ہے "
مختصر جواب دیتے وہ سیڑھیاں چڑھ گیا۔
****

" باہر چل کر منشاء سے پوچھ لیتے ہیں اگر آیا ہوگا تو وہ بتا دینگی"

آئمہ نے جھنجھلاتے کہا۔ تھکن کے باوجود وہ سو نہیں سکتی تھیں۔

" اور اگر وہ لیٹر بھائی کو مل چکاہوا تو وہ جنازہ نکال دینگے ہمارا۔"

رائمہ نے ناخن کاٹتے شیشے میں اپنی بھولی شکل دیکھی جس پر ڈر کے اثرات واضح تھے۔

" تمہیں کیا لگتا ہے وہ ہمارے کمرے میں نہیں آسکتے ؟ ہمارے باہر آنے کے محتاج ہیں ؟ "

آئمہ نے گھورا۔

" مجھے نہیں پتا پر میں خودکشی کرلونگی اگر بھائی کو پتا چلا تو۔ "

رائمہ نے روتی صورت بنائی۔

"گڈ جلدی کرلو پھر کیاپتا تمہاری موت کے چکر میں بھائی بھول جائیں ۔ ایک کا تو بھلا ہوگا"

" یا اللہ پلیز اس بار بچا لیں وعدہ آئندہ کبھی ایسی غلطی نہیں کرینگے"

آئمہ کی بات کو نظر انداز کرتے فورا دہائی دی۔

" یہ وعدہ ہم ہر بار کرتے ہیں اب تو جھوٹے کا اسٹیمپ لگ چکا ہوگا"

آئمہ نے طنز کیا۔

" زیادہ بڑھ بڑھ کر بولنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ مت بھولو اس میں آدھے پیسے تمہارے بھی شامل تھے"

رائمہ نے یاد دلانا ضروری سمجھا۔

"ہاں پر ضد تمہاری تھی۔ "

جواب فورا آیا ۔

" استعمال تم نے مجھ سے زیادہ کیا ہے۔ "

رائمہ کہاں چپ رہ سکتی تھی۔

" بکواس بند کرو۔ بھائی یہ سب نہیں پوچھینگے کہ کس نے کتنا استعمال کیا"

جل کر کہا۔

" اب کیا کریں ؟"

رائمہ نے بے لبسی سے کہا۔

" باہر چل کے دیکھتے ہیں کیا پتا بھائی کو ملا ہی نا ہو۔ "

آئمہ نے پھر سمجھداری کا مظاہرہ کیا۔

رائمہ اثبات میں سرہلاتے دعا کرتے اٹھی ۔ کمرے سے نکل کر کچن میں آئیں منشاء برتن دھو رہی تھی۔

" سنیں منشاء ؟"

آئمہ نے گلا صاف کرتے پکارا۔

" جی کہو گڑیا"

منشاء نے محبت سے جواب دیا۔

" وہ منشاء ہمارے اسکول سے ہمارے لیے کوئی لیٹر آیا تھا کیا ؟ ہم صبح سے انتظار کررہے ہیں "

آئمہ نے سمجھداری سے کہا۔

" جی آیا تھا۔ "

"کہاں ہے وہ ؟"

رائمہ نے جھٹ پوچھا۔

" سر کا نام لکھا تھا اس پر اسلیے ان کے روم میں رکھ دیا۔ "

منشاء کا کہنا تھا کہ دونوں کے پسینے چھوٹ گئے۔ انکا دل کیا اپنا سر پھاڑ لیں۔ اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا۔۔

" بھ۔۔بھائی نے پڑھ لیا؟"

رائمہ نے ڈرتے پوچھا۔

" پتا نہیں"

منشاء نے کندھے اچکائے۔

" نہیں پڑھا ہوگا ورنہ اب تک سزا 362 گانے سننے کے جرم کے تحت سزائے موت سنا چکے ہوتے۔ "

آئمہ نے رائمہ کے کان میں سرگوشی کی۔

"کہاں رکھا ہے لیٹر ؟"

" سر کے روم میں "

" روم میں کہاں ؟"

" سائیڈ ٹیبل کے دراز میں لیکن آپ---"

منشاء کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ کچن سے نکل چکی تھیں۔ منشاء کندھے اچکاتے واپس اپنے کام میں لگ گئی۔

****

خاموشی سے سیڑھیاں چڑھتے وہ عرش کے کمرے کی طرف بڑھنے لگیں۔ اسٹڈی کی لائٹ جل رہی تھی مطلب عرش اسٹڈی میں تھا۔ کمرے کے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھے آمنہ دعائیں پڑھ رہی تھی اور اسکے پیچھے رائمہ دل تھامے کھڑی تھی۔ اس سے پہلے وہ کمرے کا دروازہ کھولتی اندر سے دروازہ کھلا اور آمنہ ہینڈل پکڑے ہی دروازے کے ساتھ جھول گئی۔ اس سے پہلے وہ گرتی عرش نے اسے پکڑ لیا۔ پکڑ کر سیدھا کرتے دونوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا جبکہ وہ دونوں اپنی پیشانی صاف کرتی اپنی بڑھتی دھڑکنوں کا شمار کررہی تھیں ۔

" کیا میں جان سکتا ہوں تم دونوں یہاں کیوں ہو ؟"

سادے لہجے میں پوچھا۔

" وہ ہم وہ لینے آئے ہیں۔ "

رائمہ نے تھوک نگلتے کہا۔

" وہ کیا ؟"

عرش نے آئبرو اچکائی۔

" ووو---وہ جو آپ کے سائیڈ ٹیبل کے دراز----"

رائمہ کے بات مکمل کرنے سے پہلے آمنہ نے بات کاٹ دی۔

" اسکا مطلب ہے پرس--آپکا پرس لینے آئے تھے۔ "

اسکے علاوہ آمنہ کو کوئی بات سمجھ ہی نہیں آئی کہ کیا کہے۔

" میرا پرس ؟ کیوں ؟"

سینے پر ہاتھ باندھتے پوچھا۔

"پپ--پیسے چاہیے تھے۔ "

رائمہ نے اپنے قدم جماتے کہا۔

" تو مجھ سے مانگ لیتی چوری کرنے کا کیوں سوچا؟"

انکے انداز سے وہ اندازہ لگا چکا تھا کہ معاملہ کچھ اور ہے۔

" نن نہیں چوری تو نہیں کررہے تھے۔ ہم سمجھے تھے آپ اسٹڈی میں ہیں اور آپکا پرس یقیناً کمرے میں ہوتا اسلیے سوچا پرس لے کر آپکے پاس آجائیں۔ "

ہتھیلیاں آپس میں مسلتے آئمہ نے اپنی گھبراہٹ چھپاتے ہوشیاری سے کہا۔

" پرس میرے پاس ہوتا ہے۔ خیر کتنے پیسے چاہیے ؟"

سرسری سا پوچھتے عرش جیب سے پرس نکالتے نکالتے رکا۔

" لیکن پیسے چاہیے کیوں ؟"

وہ جو پہلے ہی گھبرائی کھڑی تھیں دانت پیس کے رہ گئیں۔ بھئی انسان اپنے کام سے کام رکھے اتنے سوالات پوچھنا کہاں کا اخلاق ہے۔

یہ رائمہ کا خیال تھا جو خیال بن کے ہی رہ گیا۔

" کیک منگانا تھا۔ دل کررہا تھا خنساء آپی کا کھانے کا "

آئمہ نے سنجیدگی سے۔

" میں منگوا دیتا ہوں۔ تم دونوں کو بھی کچھ منگوانا ہے۔؟ "

موبائل پر چوکیدار کا نمبر ملاتے پوچھا۔

" سلینٹی , ڈیری ملک , کٹ کیٹ , کوکومو , لیس , کرکرے, کریز , چاکلیٹ کپ کیکز , بس "

رائمہ نے بنا رکے ساری لسٹ بتائی آئمہ نے آنکھیں میچی آخر کیوں تھی وہ اتنی بے عقل۔

عرش بھی موبائل سے نظریں ہٹا کر رائمہ کو دیکھنے لگا جسکے منہ کو عرش کی نظروں سے بریک لگا تھا۔

" ایک پیپر پر لکھ کر منشاء کو دے دو وہ منگوا دے گی"

رائمہ آئمہ ایسے ہی کھڑی اسکو دیکھتی رہیں۔ عرش نے آئبرو اچکاتے دونوں کو دیکھا ۔ جیسے پوچھا ہو اب کیا ہے ؟

ایک نظر عرش کے پیچھے سائیڈ ٹیبل پر ڈالتے وہ ڈوبتے دل سے واپس مڑ گئیں۔

" اتنی پریشانی میں بھی تمہیں کھانے کی لگی ہے۔ سوچا ہے اگر بھائی کو پتا چلا تو کیا کرینگے ؟"

آئمہ نے غصے سے پوچھا۔

"پتا ہے جبھی اتنی ساری چیزیں منگوا رہی ہوں۔ باقی سزائیں تو بعد میں وہ لیٹر پڑھنے کے بعد تو بھائی سب سے پہلے ایک مہینے تک انسانی کھانے سے دور کر کے بکریوں کی طرح گھاس کھلائینگے اور اس بار منشاء بھی ساتھ نہیں دینگی اسلیے پہلے سے تیاری کر رہی ہوں۔ کیونکہ میرا دل کہتا ہے وہ لیٹر بھائی پڑھلنگے۔ "

رائمہ نے آئمہ کی عقل پر ماتم کیا۔ کمرے میں آکر سب سے پہلے اپنے کھانے پینے کی اشیاء کی لمبی لسٹ بنائی اور منشاء کو دے دی۔

اب انتظار تھا کہ وہ چیزیں پہلے آتی ہیں یا بھائی کی سزا۔

****

حیرت انگیز طور پر ان دونوں کی چیزیں بھی آگئی تھیں رات کا کھانا بھی ہوچکا تھا پر اب تک عرش نے انہیں کچھ نہیں کہا تھا یعنی وہ لیٹر اب تک عرش نے نہیں پڑھا تھا۔ اب وہ دونوں دعا کر رہی تھیں کہ عرش وہ لیٹر پڑھنا بھول جائے اور جلدی جلدی رات ہو۔ لیکن اب وہ دونوں خود جانے کا ارادہ نہیں رکھتی تھیں اب وہ خنساء کو بھیجنے کا ارادہ رکھتی تھیں۔

****

" یعنی آپ نہیں جائینگی ؟"

آئمہ نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

" نہیں ۔ "

دوٹوک جواب آیا ۔

" یعنی آپ ہم سے محبت نہیں کرتیں؟"

اب کے رائمہ نے ایموشنل بلیک میل کیا۔

"کرتی ہوں پر اپنی جان کا نظرانہ نہیں دے سکتی۔ "

خنساء نے غصے سے جواب دیا۔

وہ دونوں آدھے گھنٹے سے خنساء کو منا رہی تھیں پہلے تو خنساء نے بہت غصہ کیا پھر ناراضگی کا اظہار ۔

" جان کہاں سے بیچ میں آگئی ؟ آپکو بس جانا ہے لیٹر لینا ہے اور آنا ہے "

" تو تم لوگ خود جاکر لے آؤ"

اب کے خنساء نے اور غصے سے کہا۔

" ہم نہیں جاسکتے ۔ ویسے بھی آپکو بھائی کے سونے کے بعد جانا ہے۔ "

رائمہ نے التجائی کہا۔

" میں پھر بھی نہیں جاؤنگی۔ "

حتمی کہا۔

"آپ کو جانا پڑیگا"

دونوں نے ضدی لہجے میں کہا۔

" میں نہیں جاؤنگی۔ "

مضبوط بنتے کہا۔

" اگر آپ نہیں گئیں تو ہم عرش بھائی کو بتا دینگے کہ آپ نے خود موبائل توڑا ہے۔ "

آئمہ نے دھمکی دی۔

" تم لوگ مجھے بلیک میل کررہے ہو۔ "

خنساء کی آنکھیں فورا نم ہوئیں۔

"آپ نے مجبور کیا ہے۔ "

رائمہ نے بے بسی سے کہا۔

" میں نہیں جاؤنگی۔"

خنساء نے روتے ہوئے کہا۔

" اگر آپ نہیں گئیں تو ہم واقعی بھائی کو بتادینگے"

آئمہ نے لب بھینچتے بے بسی سے کہا۔

" جاؤ بتادو میں نہیں جاؤنگی۔"

خنساء روتے ہوئے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

" اگر آپ نہیں گئیں تو ہم دونوں چھت سے کود کے مر جائینگی۔ "

رائمہ نے روتے ہوئے کہا۔

اسکے اس طرح بولنے پر خنساء اپنا رونا چھوڑ کر اسے دیکھنے لگی جو آنکھوں میں آنسو لیے انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔

" تم لوگ میرے ساتھ ایسا نہیں کرسکتے ۔"

خنساء نے ایک بار پھر روتے ہوئے کہا۔

" اگر آپ گیارہ بجے آپ نہیں گئیں تو گیارہ بج کے پانچ منٹ پر ہم چھت سے کود جائینگے ۔ "

آئمہ روتے ہوئے بولتے خنساء کے کمرے سے نکل گئی۔

خنساء بیڈ پر گرے پھر سے رونے لگی۔

****

انکی دھمکیوں سے ڈرتے وہ گیارہ بجے سے پہلے ہی رائمہ آئمہ کے کمرے میں موجود تھی۔

وہ دونوں کچھ لمحوں کے لیے شرمندہ ہوئی تھیں پھر یہ سوچ کر کہ خنساء کو بھائی زیادہ سزائیں نہیں دیتے اپنے جذباتوں پر قابو کیا۔ تینوں خاموشی سے چڑھ کر اوپر گئے۔ تینوں سے مراد صرف رائمہ آئمہ تھیں کیونکہ خنساء کو تو وہ لوگ زبردستی اوپر گھسیٹ رہے تھے۔ عرش کے کمرے کا دروازہ کھول کر انھوں نے اندر جھانکا ایک گہری سانس لی عرش سو چکا تھا۔

خنساء کو آگے کرتے انہوں نے اندر ڈھکیلا۔

وہ ڈرتے ڈرتے عرش کے کمرے میں داخل ہوئی ۔

وہ جانتی تھی عرش نیند کی گولی کھا کر سوتا ہے اسلیے نہیں اٹھے گا لیکن اپنے اندرونی خوف کا اسکے پاس کوئی علاج نہیں تھا۔ اسنے بے بس اور رونی صورت بنا کے دروازے کی طرف دیکھا جہاں رائمہ آئمہ اسے آگے بڑھنے کے لیے آنکھیں دکھا رہی تھیں اور ساتھ ہی کوئی دھمکی بھرا اشارہ کررہی تھیں۔

وہ تھوک نگلتی آگے بڑھی۔

" ابے یار کتنا ڈرتی ہیں یہ ۔۔ پتا بھی ہے بھائی نیند کی گولیاں لے کر سوتے ہیں نہیں اٹھینگے پھر بھی ۔۔اگر اسی طرح چلتی رہی تو صبح ہوجائیگی ۔"

رائمہ نے غصے سے دھیمی آواز میں کہا۔

" تو خود چلی جاتیں"

آئمہ نے گھورا۔

" ہاں پر اگر انکی آنکھ کھل جاتی پھر ؟ حادثے اچانک ہی ہوتے ہیں۔ "
رائمہ نے خودغرضی سے مسئلہ بتایا۔پھر اندر دیکھنے لگی۔ جہاں وہ دوقدم چل کر عرش کی شکل دیکھتے ہی جم گئی تھی اور بری طرح کانپنے لگی تھی۔
" یہ گئیں۔۔ ہم نے غلط کیا یہ تو فوت ہوجائینگی۔۔ "
آئمہ نے اسکی حالت دیکھتے ہاتھ ہلا ہلا کے کہا۔
جو جو تصبیح اسے آتی تھی وہ پڑھ کر ایک قدم اور آگے بڑھایا دل کو یقین دلایا کے وہ نہیں اٹھیگا۔ اپنی منزل پر پہنچ کر وہ نیچے جھکی اور بہت آرام سے سائیڈ ٹیبل کا نیچے والا دراز کھولا اور اس دراز کھولنے کے عمل میں اسے دس منٹ لگے تھے۔
اندر سے لفافہ نکال کر گود میں رکھا اور دراز بند کیے بغیر اٹھی اب اگر دو منٹ بھی اور رکتی تو واپس اپنے پاؤں پر نہیں جاپاتی اسلیے فورا بھاگی ۔ رائمہ اور آئمہ فاتحانہ مسکرائے لیکن پھر ایک آواز نے اسکے قدم بری طرح جکڑے اور وہ جو دونوں باہر کھڑی تھیں وہ ایسے بھاگیں جیسے ریس میں ہوں۔
" دراز بند کرنا بھول گئی تم۔ "
آواز سے ہی محسوس ہورہا تھا کہ وہ اپنے کمرے میں ہوئی چوری پر کس قدر غصہ ہے۔
وہ کانپتی ٹانگوں سے وہیں کھڑی رہی مڑنے کی ہمت نہیں تھی۔ اپنے اوپر سے چادر ہٹاتا وہ جھٹکے سے کھڑا ہوا اس تک پہنچ کر جھٹکے سے اسے اپنی جانب موڑا آنکھیں لبالب پانی سے بھری تھیں اور وہ ہمیشہ کی طرح کانپ رہی تھی۔
دو لمحے کے لیے تو وہ اسے دیکھتا رہا پر اسکو اس طرح کانپتا دیکھ اسکا غصہ ہمیشہ کی طرح اور بڑھ گیا۔
کچھ پوچھنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ وہ لہرا کر اسی پر گرگئی۔۔ اسکا سر اب عرش کے سینے پر تھا اور وہ جبڑے بھینچے اسے بازو سے پکڑے کھڑا تھا۔
رائمہ آئمہ تو فورا نیچے بھاگیں۔
عرش نے بازو سے تھام اسے خود سے الگ کیا تو خنساء کی گردن ایک طرف لڑھک گئی۔
ایک جھٹکے سے خنساء کو بازو میں اٹھایا ۔اسکی نظر نیچے پڑی تو رائمہ آئمہ کے اسکول کا لیٹر تھا۔ اسے سمجھنے میں دیر نہ لگی یہ کارگزاری بھی رائمہ آئمہ کی ہے۔ اسنے لیٹر پاؤں سے بیڈ کے نیچے کیا اور خنساء کو اٹھائے روم سے نکلا۔

سیڑھیوں سے اترتے اسکی نظر رائمہ آئمہ کے کمرے پر پڑی تو لائٹ بند تھی۔ اسے رائمہ آئمہ پر سخت غصہ آیا ساتھ ہی دوپہر میں انکے آنے کی وجہ سمجھ آئی۔

پاؤں سے خنساء کے کمرے کا دروازہ کھولا اندر آکر اسے بیڈ پر لٹایا۔ اسکا ڈوپٹہ اسکے وجود پر درست کرتے اسکا تکیہ درست کیا پلٹنے لگا پھر ایک گہری سانس لے کر وہیں بیٹھ گیا۔

روشن کمرے میں اسکا چہرہ بھی بہت روشن تھا۔ شفاف پیشانی پر بے ہوشی میں بھی پسینے کے قطرے موجود تھے۔

انگلیوں کی پوروں سے اسکی پیشانی صاف کرتے اسے غصے کہ ساتھ دکھ بھی ہوا ساتھ ہی عجیب سے احساسات دل میں پیدا ہوئے۔

"یہ چچی کی شکل کی ہے اس میں اسکا کیا قصور ؟"

خنساء کا چہرہ دیکھتے اچانک اسکے زہن میں یہ بات آئی۔ یہ بات اسکے زہن میں پہلے بھی بہت بار آئی تھی جسے اسنے دبا دیا تھا پر آج وہ ان سوالوں کو سوچنا چاہ رہا تھا۔ یہ سب کے لیے اسے ماہم نے مجبور کیا تھا۔

کہتے ہیں مرد کو کسی عورت کے متعلق بتایا جائے تو وہ اپنے تصور میں اس عورت کو تخلیق کرلیتا ہے۔ پھر عرش تو خنساء کے لیے بہت پہلے سے جزبات رکھتا تھا جو اسکے اندر پوشیدہ تھے جسے ابھارنے میں اہم کردار ماہم نے ادا کیا تھا۔ اسے بار بار خنساء کے رشتے کا اس سے محبت احساس دلانا۔ اس سے سوال کرنا پھر خود سے جواب اخز کرنا۔ ماہم کی وجہ سے خنساء اسکی سوچوں میں شامل ہوچکی تھی اور پھر آہستہ آہستہ حاوی بھی ہوتی جارہی تھی۔

"لیکن یہ چچی کا ہی خون ہے۔"

ایک تلخ حقیقت زہن میں آئی۔

خنساء کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے وہ اسکی ہتھیلی کو دیکھنے لگا جو اسکے ہاتھ میں رکھی بہت چھوٹی لگ رہی تھی۔ نازک سی گڑیا جیسی۔

"اس میں بھی اسکا کیاقصور کہ یہ چچی کا خون ہے۔"

جواب خود ہی دیا۔

"خون کا بہت اثر ہوتا ہے ابو کہتے تھے"

ایک اور بات زہن میں آئی۔

"لیکن تربیت امی نے کی ہے۔ اور یہ بھی ابو ہی کہتے تھے کہ تربیت بہت اثر رکھتی ہے۔"

خنساء کے چہرے کودیکھا۔

" ان سب میں خنساء کا کیا قصور۔ وہ تو ہر بات سے انجان ہے۔ چچی جیسی صورت پائی اس میں بھی کیا قصور ۔ ہے تو معصوم اللہ کے بعد مجھ سے بڑا گواہ کون ہوگا تمہاری پاکیزگی کا۔ "

نرم مسکراہٹ سے کہا۔

اسکے گالوں کو چھونے ہاتھ آگے بڑھایا پر پھر فوراً پیچھے کیا۔

مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی۔ ایک جھٹکے سے کھڑا ہوتا وہ کمرے سے نکل گیا۔

خنساء کے کمرے سے نکل کر وہ سیدھا اپنے کمرے میں آیا۔

اسکا دل آج معمول سے تیز دھڑک رہا تھا۔ ایسا پہلی بار تھا۔

اپنے دل میں ابھرتے اچانک جذبات اسے ڈرا رہے تھے ۔ اسے خوف آرہا تھا اپنی بے ساختگی پر۔ ان سب میں وہ رائمہ آئمہ کا اسکول کا لیٹر بھول گیا تھا۔

کمرے میں چکر کاٹتے گہرے سانس لیتے وہ اپنے دل کی دھڑکن نارمل کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد کھڑکی پر ہتھیلیاں ٹکائے اسنے آنکھیں موندیں اور گہری سانس لی ۔

" اگر میرے دل میں خنساء کے لیے جذبات ہیں تو اس میں کچھ غلط نہیں۔ وہ بہت پاک اور معصوم ہے اسکو پانا کسی بھی مرد کی خوش نصیبی ہوگی۔ اسکی شکل چچی جیسی ہے پر وہ چچی جیسی نہیں ہے۔

اسکی تربیت میری ماں نے کی ہے اور میں نے بھی ۔ "

آنکھیں موندیں ہی وہ خود سے لڑ رہا تھا۔ دل آج ضد پر بیٹھا تھا کہ اپنی منوائے لیکن اسنے دل کی بات کبھی اسکے زہن تک پہنچنے ہی نہیں دی تھی۔

" نہیں میں ایسا نہیں کرسکتا "

خود کو روکا ۔

" کیوں ؟"

خود ہی سوال کیا۔

" کیونکہ میں نے کبھی اسے اس نظر سے نہیں دیکھا۔ "

بہت بے معنی دلیل دی۔

" نہیں ایسا نہیں ہے اگر میں اسے اس نظر سے نہیں دیکھتا تو آج دل میں جذبات نہیں ہوتے ؟"

" تو پھر میں اسے کس نظریے سے دیکھتا تھا ؟"

ایک اور سوال۔

"پتا نہیں میں نے کبھی سوچا ہی نہیں ۔ پر میں چاہنے کے باوجود اس سے نفرت نہیں کرسکا۔"

ایک گہری سانس لی۔

" کیا ناچاہنے کے باوجود بھی میں اس سے محبت کرتے آیا ہوں ؟"

ایک اور سوال۔

" محبت تو میں رائمہ آئمہ سے بھی کرتا ہوں۔ بلکہ خود سے زیادہ کرتا ہوں۔ "

خنساء سے محبت سے اقرار سے وہ ڈرا۔

" یہاں بات رائمہ آئمہ کی تو ہے ہی نہیں ۔ اگر میرے دل میں ایسا کچھ ناہوتا تو میں خنساء سے محبت کے اقرار پر کبھی نہیں ڈرتا۔"

" ہاں محبت تو مجھے خنساء سے بچپن سے ہے۔ اور بہت ہے پر اسکے لیے میرا نظریہ کب بدلا ؟"

سوال درست تھا۔

" کیاماہم کے پوچھنے پر ؟

نہیں ماہم نے جو سوال پوچھے وہ تو میں پہلے سے جانتا ہوں۔

" یہ سب سوال بے کار ہیں بات صاف ہے کہ میں خنساء سے محبت کرتا ہوں۔ اور میری محبت اسکے لیے رائمہ آئمہ والی نہیں ہے۔ میں اسکے لیے اور جذبات رکھتا ہوں۔ "

خود سے لڑتے لڑتے آخر میں اسنے اقرار کیا کہ وہ خنساء سے محبت کرتا ہے۔

آہستگی سے آنکھیں کھولتے اسنے لان میں دیکھا۔ سیاہ رات تھی چاند بھی باریک تھا لان میں لائٹ لگی ہونے کی وجہ سے ہلکی ہلکی روشنی تھی۔ کمرے میں گھٹن کا احساس ہوا تو وہ کمرے سے نکل گیا۔ کمرے سے نکل کر نیچے لان میں آیا اور جھولے پر بیٹھ گیا۔ جھولے پر بیٹھ کر اس پر ہاتھ ٹکایا تو وہاں کوئی کاغذ تھا۔

"سیاہ رات اور یہ ٹھنڈی ہواء,

کھلتے گلاب اور روشن صبح,

برستی بارش , مہکتی خوشبو اور رنگِ سماء,

محبت کی نمازوں کی ادا ہوگی قضاء ,

اظہار انکا , اقرار ہمارا بھی ,

لاعلاج مرض میں ہو جیسے بااثر دوا----

از۔ عمیمہ۔مکرم

اس کاغذ پر لکھا شعر عرش کو اپنے دل کی ترجمانی لگا۔

لیکن یہ لکھا کس نے تھا ؟

رائمہ آئمہ ؟ پر یہ رائٹنگ اسکی نہیں تھی۔ یہ رائٹنگ خنساء کی تھی۔ تو کیا یہ خنساء نے لکھا تھا ؟ خنساء اور رومانوی شاعری اسے شدید حیرت ہوئی۔

" کیا میرے جذبات خنساء کے لیے غلط ہیں ؟"

ایک بار پھر سوال اٹھا۔

" نہیں غلط نہیں ہیں۔ لیکن میں ایسا نہیں کرسکتا۔ میں خودغرض نہیں ہوسکتا۔ وہ معصوم ہے۔ وہ تو مجھ سے بات بھی نہیں کرسکتی مجھ سے اتنا قریبی رشتہ کیسے برداشت کریگی۔ نہیں میں ایسا نہیں کرسکتا میں اتنا خودغرض نہیں بن سکتا۔ یہ جذبات تو میری طرف سے ہیں وہ تو مجھ سے خوفزدہ رہتی ہے اور خوف تو نفرت کی پہلی سیڑھی ہوتا ہے "

وہ آخر میں تلخی سے مسکرایا۔

" ماہم کے ساتھ بھی میں زیادتی نہیں کرسکتا وہ میرے انتظار میں ہے۔ اپنی دلی تسکین کے لیے دو دو کی زندگی خراب نہیں کرسکتا میں۔ "

تھکن سے سوچتے پیچھے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

پہلی بار اپنی تھکا دینے والی زندگی میں اسنے کوئی خواہش کی تھی اور وہ خواہش اسنے حاصل کرنے سے پہلے ختم کردی تھی۔آنکھیں کھول کر اس لیٹر پر لکھا شعر دوبارہ پڑھا اور پیپر اپنے ٹراؤزر کی جیب میں رکھا۔

وہاں سے اٹھتے وہ اپنے جذبات کو بری طرح مجروع کرکے بہت بڑا فیصلہ لے چکا تھا۔ جس سے پیچھے ہٹنے کی اب گنجائش نہیں تھی۔آج اسکا دل اقرار کرچکا تھا ممکن تھاکہ بہت جلد ضد پر آجائے پھر محبت میں تو خودغرضی بھی ٹھیک لگتی ہے اور وہ اسی خودغرضی سے ڈر رہا تھا اسکی محبت اسی کی محبت (غنساء) کے لیے جان لیوا ہوسکتی تھی ۔

خود کو اپنے خول میں سمیٹتے وہ اٹھ کر اندر چلا گیا۔

****

" یا اللہ پلیز اس بار بچا لیں وعدہ آئندہ ایسا کچھ نہیں کرینگے"

آئمہ ہاتھ اٹھاتے دعا میں مصروف تھی اور رائمہ ناخن کترتے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔

" ہمیں جاکر دیکھنا چاہیے "

رائمہ نے رکتے ہوئے کہا۔

" ہاں چلو۔ ویسے بھی وہ ہماری وجہ سے پھنسی ہیں۔ "

آئمہ نے بیڈ سے کھڑے ہوتے کہا۔

گھرمیں خاموشی تھی۔ دونوں بہت آہستگی سے غنساء کے کمرے میں داخل ہوئے اندر کوئی نہیں تھا اور کمرے کی لائٹ کھلی تھی۔

" سوری آپی۔ "

رائمہ نے بیڈ کے قریب بیٹھتے غنساء کو دیکھتے نم آنکھوں سے کہا۔

" سوری ٹو"

آئمہ نے بھی کہا۔ اور کہتے ہوئے غنساء کی ایک طرف اس سے قریب لیٹتے اپنا ایک ہاتھ غنساء کے پیٹ پر رکھ دیا۔ رائمہ بھی اسی کی طرح غنساء کی دوسری طرف لیٹ گئی۔ ان دونوں نے بھی لائٹ بند نہیں کی۔ اس وقت ان دونوں کو یہ فکر بھی نہیں تھی کہ عرش انکا وہ لیٹر پڑھے گا تو کیا کریگا۔

اسی طرح لیٹے لیٹے وہ سوگئیں انہیں پتا ہی نہیں چلا غنساء جتنی بھی ڈرپوک ہو پر ان سے بڑی تھی انکی بڑی بہن اس کے رہتے وہ دونوں تحفظ محسوس کرتے تھے۔

عرش اپنے کمرے میں جانے لگا تو خنساء کے کمرے کی لائٹ کھلی دیکھ کر رکا ۔ خنساء کے کمرے میں آیا تو ان تینوں کو اس طرح دیکھ کر مسکرایا۔ اور نائٹ بلب جلا کے لائٹ بند کی اور کمرے سے نکل گیا۔

****

" ہیلو۔ "

روٹھی ہوئی آواز آئی۔

" سلام کرتے ہیں ۔ "

آگے سے آداب سکھائے گئے۔

" مسٹر عرش عمیر دیوان آپ نے رات کے ایک بجے مجھے یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے؟"

تیکھے لہجے میں پوچھا۔

" نہیں بات کرنے کے لیے فون کیا ہے۔ پر لگتا ہے تم نہیں کرنا چاہتی ۔۔"

" ایسی بات نہیں ہے۔۔ لیکن اب نہیں کرونگی مطلب حد ہے اگر میں تم سے ناراضگی کا اظہار کرونگی تو تم مجھ سے الٹا ناراضگی دکھاؤگے۔ ؟ یہ نہیں کہ تھوڑا منا لو۔ میری کوئی اہمیت ہی نہیں ہے ۔ "

ماہم نے ایک ہی سانس میں باتیں سنائی۔

عرش نے گہری سانس لی۔

" منا میں جب سکتا ہوں جب تم مجھے بولنے کا موقع دو۔ "

طنزکیا جواباً ماہم خاموش رہی۔

" جواب کیوں نہیں دے رہی ؟"

ماہم کو خاموش دیکھ پوچھا۔

" تمہیں بولنے کا موقع دے رہی ہوں۔"

جواباًطنز ملا۔

" افففف۔۔ ماہم مجھے معاف کردو مجھے پتا نہیں تھا کہ تم مجھ سے ناراض ہو ورنہ میں پہلے ہی منالیتا۔ "

ٹھہر ٹھہر کے بات مکمل کی۔

" یہ معافی سے زیادہ مجھے طنز لگ رہا ہے۔ برا نا ماننا پر تمہارے اندر عورتوں کی طعنے مارنے کی خصوصی عادت آرہی ہے۔"

" پھر کیسے معافی مانگوں ؟ جب قصور بھی نہیں پتا تو ؟"

ماہم سے بات کرتے وہ خود سے شرمندہ ہوا۔ وہ کیسے اسکو دھوکہ دے کر آگے بڑھنے کا سوچ سکتا تھا۔

" چھوڑو یہ منانا ونانا تمہارے بس کی بات نہیں۔ یہ بتاؤ اس وقت تو تم سو جاتے ہو کال کیسے کی؟۔"

احسان جتاتے پوچھا۔

" بس آج تمہاری طرح اُلّو بننے کا شوق چڑھا ہے۔ "

سنجیگی سے کہا پر بات میں شرارت شامل تھی۔

"میں فون رکھ دونگی۔"

غصے سے کہا۔

" مزاق کررہا ہوں --- اچھا سنو مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ "

عرش سنجیدہ ہوا۔

" کیا بات بتاؤ؟"

" امم ہمم ابھی نہیں ۔ ضروری بات ہے۔ مل کے بتاؤنگا۔۔ "

" یار یہ کیا بات ہوئی عرش ابھی نیند نہیں آئے گی پھر۔ "

ماہم نے منہ بناتے کہا۔

" تمہارا پتا نہیں پر مجھے آرہی ہے۔۔ کل آفس آنا بات کرینگے

۔ ضروری بات ہے۔۔ ابھی اپنا خیال رکھو ۔۔ اللہ حافظ۔"

" اوکے اللہ حافظ"

منہ بناتے کہتے ماہم فون کاٹ گئی۔

****

" اسلام و علیکم۔۔"

آفس کا دروازہ کھولتے وہ اندر آئی۔ عرش تو اسی کے انتظار میں کرسی پر بیٹھا جھول رہا تھا۔

" وعلیکم اسلام۔"

سیدھے ہوتے جواب دیا۔

"تمہاری نصیحت پر عمل کیا ہے۔ "

ماہم نے بیٹھتے جتایا۔

"کونسی نصیحت ؟"

ناسمجھی سے پوچھا۔

" وہی نصیحت جو کل رات ایک بجے تم نے کی تھی۔ سلام کیا کرو۔"

منہ بناتے کہتے وہ ہنس دی۔ اسکے ساتھ عرش بھی مسکرایا۔

" اب یہ مسکرانا بند کرو اور بتاؤ کیا ضروری بات تھی ؟"

ماہم نے آگے ہوتے پوچھا۔

" پہلے کافی منگوالیتے ہیں۔ "

عرش نے انٹرکام اٹھاتے کہا۔

" نہیں سب بعد میں پہلے بات بتاؤ۔"

ضدی لہجے میں کہا۔

" اوکے۔۔۔ "

عرش نے پیچھے ہوتے گہری سانس لی۔

" میں خنساء کی شادی کرنا چاہتا ہوں۔ "

ایک سانس میں کہا۔ یہ کہنا اسکو کتنا مشکل لگ رہا تھا یہ وہی جانتا تھا۔

"کیا ؟ پھر سے کہنا۔ "

حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے عرش کی بات پر یقین نہیں آیا۔

" میں خنساء کی شادی کرنا چاہتا ہوں"

گہری سانس لیتے کہا۔

" مجھے یقین نہیں آرہا۔۔۔ آر یو سیریس ۔۔ مطلب کل تک تو تم اسے کہہ رہے تھے کہ وہ چھوٹی ہے نا سمجھ ہے۔۔ کم عقل ہے اور اب آج اچانک سے ؟"

ماہم کو اب بھی یقین نہیں آرہا تھا۔ خنساء کی شادی مطلب اسکی اور عرش کی شادی۔

اسکے سوالوں پر عرش نے نظریں پھیری۔ وہ جتنی مشکل سے خنساء کی طرف سے زہن ہٹاتا خود کا فیصلہ پختہ کررہا تھا ماہم اسے اتنا ہی مجبور کررہی تھی۔ اب وہ کیا بتاتا کہ یہ سب تو وہ اب بھی سوچتا ہے اور انہیں سوچوں کی وجہ سے خنساء کی شادی کررہا تھا۔

" اچھا چھوڑو۔۔ یہ بتاؤ اچانک یہ بات تمہارے دماغ میں کیسے آئی۔ "

ماہم کا تجسس کسی صورت کم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔

" ماہم کیسے آئی کیوں آئی کا کیا مطلب ہے ؟ لڑکی ہے۔۔ تم نے صحیح کہا تھا اب وہ بڑی ہوگئی ہے۔ "

عرش نے خود کو نارمل رکھتے کہا۔

" اچھا ٹھیک ہے۔۔ موڈ مت خراب کرو یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔۔ یہ بتاؤ لڑکا دیکھا ؟"

یہ پوچھتے اسکے منہ تک آیا کہ پھر تنزیل کی پیشکش کرے لیکن خاموش رہی وہ کوئی بھی بات کرکے عرش کا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"تنزیل ۔۔"

عرش کے منہ سے تنزیل کا نام سن کے وہ ایک بار پھر حیران ہوئی۔

"کون تنزیل ؟"

"تنزیل ابتسام۔۔ "

ماہم لب دبا کے اسے دیکھنے لگی۔

" لیکن تنزیل کے لیے تو تم نے منع کیا تھا نا کہ اسکی عمر بڑی ہے۔ "

نا چاہتے ہوئے بھی پوچھا۔

" سمجھدار ہے وہ۔ اور عمر سے فرق نہیں پڑھتا بس وہ خنساء کا خیال رکھے اسے ایسے رکھے جیسے کوئی اپنی اولاد کو رکھتا ہے محبت سے۔ اسکی غلطیاں نظرانداز کرتے۔ وہ اسے کوئی تکلیف نا دے۔ "

گہری سانس لیتے کہا۔

"تنزیل بہت اچھا ہے۔۔ وہ اسے بہت محبت سے رکھے گا۔ اور بہت خوش رکھے گا دیکھنا خنساء کا رویہ بھی ٹھیک ہوجائیگا اسکا ڈر بھی نکل جائیگا۔ "

ماہم نے خوشی سے بتایا۔

عرش نے صرف اثبات میں سر ہلایا۔ جبکہ ماہم تو نجانے کیا کیا پلین کررہی تھی ۔ وہ تو یہی سوچ کر خوش تھی کہ یہ خوشخبری تنزیل کو کیسے بتائے۔

" کل تنزیل کو گھر پر دعوت ہے میری طرف سے۔۔ تم کل پانچ بجے بلانا اسے بلکہ تم بھی ساتھ آنا۔ "

"تنزیل اکیلا ؟ میرا مطلب پھپھو نہیں ؟"

ماہم نے سوچتے پوچھا۔

" نہیں پہلے صرف تنزیل ۔۔ مل کر بات کرکے اسکے بات آفیشلی۔ "

ماہم نے بات سمجھتے اثبات میں سر ہلایا۔

ماہم اسکے ساتھ لنچ کرکے جاچکی تھی۔ وہ اپنے ہی خیالوں میں گم تھا آج کی ساری میٹنگز وہ کینسل کرچکا تھا۔

گھٹن کا احساس ہونے لگا تو اپنی ٹائی ڈھیلی کرکے وہ آفس سے باہر نکل گیا۔ وہ رات کو جاگنے کا عادی نہیں تھا۔ نا ہی سگریٹ یا نشے جیسی مضر چیزوں کا عادی اسکے باوجود اسکی آنکھوں کے نیچے سیاہی معلوم ہورہی تھی رنگت بھی پھیکی پڑ چکی تھی۔

سوکھے ہونٹوں پر زبان پھیرتے وہ آفس کی چھت پر آیا جہاں کنسٹرکشن کا کام جاری تھا۔

ایک نظر جاری کام پر ڈال کر وہ ایک کونے میں شیڈ کے نیچے رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

ماحول ٹھنڈا تھا ہلکی ہلکی ہواء چل رہی تھی یہاں آکر اسے قدرِ بہتر محسوس ہوا۔

مزدور اپنے کام میں لگے تھے۔ اسنے جیب سے فون نکالا اور سورتہ یٰس کھول کر پڑھنے لگا۔ یہ اسکی ماں کا واحد طریقہ تھا جس پر وہ عمل کرتا تھا۔ مروا جب اداس ہوتی تھی تو سب سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت اور نماز پڑھتی تھی کہ بے شک اس میں سکون ہے اور وہ بھی اپنی ماں کا یہی طریقہ فالو کرتا تھا اسے پریشانی میں باقی لڑکوں کی طرح سگریٹ پھونکنے کی عادت نہیں تھی جبکہ اسکے باپ کو یہ عادت تھی۔ پڑھتے پڑھتے کب وہ ساری باتیں بھول گیا اسے علم ہی نا ہوا۔

مستقل تین بار اسنے ایک ہی سورتہ پڑھی پھر آنکھیں موند کر سکون کو محسوس کرنے لگا۔ اور ہمیشہ کی طرح اسے وہ سکون حاصل ہوا جو وہ چاہتا تھا۔ کامیابی ملتی ہے پر انسان راستے کا چناؤ خود کرتا ہے اور جیسا راستہ ہو کامیابی ویسی ہی ہوتی ہے۔ حرام اور خراب شے کو منہ لگانے سے سکون کبھی میسر نہیں آتا صرف وقتی نفس کی تسکین ہوتی ہے۔

" میں نہیں جانتا اللہ میں صحیح فیصلہ کررہا ہوں یا نہیں پر تو جانتا ہے میرا خود پر سے اختیار کھو رہا ہے ۔ میں نہیں چاہتا میں سفاکی پر اتروں اور اسے اپنی محبت میں مسل دوں ۔ وہ میرے ساتھ اگر زندہ رہ بھی گئی تو یہ زندگی اسکے لیے عذاب بن جائیگی۔ اور میرا کہاں بھروسہ اگر پھر دل میں چچی کی نفرت اس کی محبت سے زیادہ غالب ہوگئی تو وہ عذاب مستقل اس پر نازل ہوجائیگا۔

مجھے اپنے فیصلے پر ثابت قدم رکھنا اللہ اور میرا فیصلہ اسکے حق میں بہترین کرنا باقی تو سب سے بہتر معملات کو جاننے والا ہے "

****

"اسلام و علیکم پھپھو تنزیل کہاں ہے ؟"

ماہم بھاگتی ہوئی لاؤنج میں آئی جہاں پھپھو ملازمہ کے ساتھ مل کر سبزیاں کاٹ رہی تھیں ساتھ ہی کوئی ٹاک شو دیکھ رہی تھیں۔

" کمرے میں ہے شاید سورہا ہے۔"

" بہت نیستی ہے یہ پتا نہیں آگے جاکر کیا ہوگا۔ "

ماہم کو ایسے افراتفری میں دیکھتے وہ پوچھنے ہی لگی تھیں کہ کیا ہوا لیکن اس سے پہلے وہ جلدی جلدی بولی اور نکل گئی۔

" کتنی پیاری ہیں نا باجی یہ"

ملازمہ نے ماہم کو دیکھتے مسکرا کر کہا۔

" ہمم ماشاءاللہ-- "

پھپھو مسکرائیں۔

" باجی برا نا مانیں تو ایک بات کہوں۔"

ملازمہ تھوڑی آگے ہوئی۔

" بولو۔ "

" باجی ماہم باجی کا جوڑا تنزیل بھائی کے ساتھ اچھا لگے گا۔ مطلب چاند سورج کی جوڑی لگے گی۔ "

ملازمہ کی بات پر پھپھو ہنسی۔

" ہاں معلوم ہے اور ماہم میری ہی بیٹی بنے گی میرا بہت پہلے سے ارادہ ہے۔۔ پہلے میں سوچتی تھی دونوں خود آکر بتائینگے پر شاید شرم سے نہیں بتا رہے لیکن میں سوچ رہی ہوں بھابھی سے بات کروں ورنہ یہ لوگ ایسے نہیں بتائینگے اور بوڑھے ہوجائینگے "

ہنستے ہوئے وہ اپنے ارادے بتانے لگی جس پر ملازمہ نے پھر کوئی لقمہ دیا جس سے وہ اور باتیں کرنے لگیں۔ ٹی وی پر چلتا ٹاک شو ختم ہوچکا تھا پر یہاں مالکن اور ملازمہ کا نا ختم ہونے والا ٹاک شو شروع ہوچکا تھا۔

****

پھپھو کے کہے کہ مطابق وہ سو ہی رہا تھا۔ ماہم نے اپنا پرس صوفے پر اچھالا اور شرٹ کے آستین اوپر کرتے واشروم میں گھس گئی۔ اندر سے ڈونگا بھر کے پانی لائی اور بنا تنزیل کے بستر کی فکر کیے اسکے منہ پر ڈونگا الٹ دیا۔ تیڑھا لیٹنے کی وجہ سے پانی تنزیل کے ناک اور کان میں بھی گیا اور وہ بری طرح کھانستے ہوئے اٹھا۔

" وا۔۔۔واٹ دا ۔۔۔ ہیل ۔۔"

بری طرح کھانسنے کے درمیان کہا۔

" تم ٹھیک ہو ؟"

ماہم نے تھوڑا نیچے جھکتے بولا۔

وہ اپنی ناک رگڑ رہا تھا اور آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔

" تم پاگل ہو ؟ تمہارے دماغ کی کچھ نسیں اضافی ہیں ؟"

سخت چڑتے ہوئے پوچھا۔

" مزاق تھا اب زیادہ منہ بگاڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ "

اس سے تھوڑا فاصلے پر بیٹھتے وہ اسی کے انداز میں بولی۔

" یہ مزاق تھا۔ ایسے مزاق حادثات میں بدل جاتے ہیں ماہم۔

وہ پانی اگر میری سانس کی نالی میں چلا جاتا تو ؟

تنزیل نے احساس دلانا چاہا۔

" اچھا ہوتا دنیا سے ایک بوجھ کم ہوجاتا "

ماہم نے آنکھ مارتے بات مزاق میں اڑائی۔ وہ کچھ کہہ تو سکتا نہیں تھا ورنہ بدلے میں وہ ناراض ہوجاتی اسلیے نفی میں سر ہلا کر کان صاف کرنے لگا۔

" تم ٹھیک ہو ؟"

ماہم نے پھر پوچھا۔

تنزیل نے اسے گھورا۔

" ہاں میں ٹھیک ہوں"

ایک ایک لفظ پر ٹھہر ٹھہر کر زور دیتے کہا۔

" ہمم لیکن اب نہیں رہوگے"

ماہم نے فخریہ آئبرو اچکائی۔

" کیوں ایسے نہیں مرا تو سیدھا قتل کرنے کا ارادہ ہے ؟"

تنزیل نے مشکوک نظروں سے گھورا۔

" ہاہاہا نہیں یار حد ہے ---

میں تمہیں ایک ایسی خبر سنانے والی ہوں جس کے بعد تم ایسے ہوگے ۔"

ماہم نے آخر میں اسکے سامنے منہ کھولتے حیران شکل بنا کے دکھائی۔

" تمہاری شادی ہورہی ہے کیا عرش سے ؟"

طنزیہ مسکراتے چبھتا ہوا طنز کیا جس پر ماہم نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔

" کیا مطلب ؟"

تنزیل نے آنکھیں چھوٹی کیے گھورا۔

" مطلب ہاں۔ تم نے صحیح پہچانا اب میری اور عرش کی شادی ہوگی ۔ "

ماہم نے دونوں ہاتھ ملا کر مسکرا کر کہا جبکہ تنزیل کا منہ تو نہیں کھلا تھا پر آنکھیں ضرور کھلی تھیں۔ اسے واقعی یقین نہیں آیا تھا ۔ عرش سے تو اسکا کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا پر جتنا ماہم اسکے بارے میں بتاتی تھی اس سے اسنے یہی اندازہ لگایا تھا کہ عرش ماہم سے محبت نہیں کرتا۔

" اسنے تمہیں شادی کی پیشکش کی ہے؟"

خود کو نارمل کرتے سنجیدگی سے پوچھا۔

" نہیں۔ "

نفی میں سرہلاتے کہا۔

"پھر ؟"

" اسنے مجھ سے شادی کی کیا شرط رکھی تھی ؟"

ماہم نے دونوں آبرو اچکائی۔

" خنساء کی شادی کے بعد وہ شادی کرے گا۔ اور وہ خنساء کی شادی کرنے کے لیے راضی نہیں ہے۔ "

شرط بتائی ساتھ ساتھ وہ جتانا نہیں بھولا۔

" لیکن اب وہ خنساء کی شادی کے لیے مان گیا ہے ۔"

اب کے وہ اور خوشی سے بولی خوشی سے اسکا چہرہ دمک رہا تھا جسے دیکھ نجانے کیوں تنزیل کا دل دکھا تھا۔

" ریئلی ؟-- "

تنزیل واقعی حیران بھی ہوا۔

" ہاں مان گیا ہے اور شادی کے لیے لڑکا بھی پسند کرلیا ہے ۔ "

" اوہ اچھا "

وہ بس اتنا ہی بولا۔

" اصل جھٹکا تو تمہیں لڑکے کا نام سن کے لگے گا ۔ پوچھوگے نہیں کون ہے وہ خوش نصیب ؟"

ماہم کے اکسانے پر وہ مسکرایا۔

"کون ہے وہ خوش نصیب ؟"

اسی کے انداز میں پوچھا۔

" وہ --- خوش نصیب--- انسان---ہے--- دی گریٹ تنزیل ابتسام"

ماہم نے اسکی طرف اشارہ کرتے جوش سے بتایا۔

اس بار وہ حیرت سے ہنس پڑا۔

" مزاق کررہی ہو ؟"

" نہیں سچ کہہ رہی ہوں۔ "

" پر اسنے تو میرے رشتے کو ریجیکٹ کردیا تھا نا ؟"

" ہاں اب خود ہی پیشکش کی ہے آخر تم بھی کسی سے کم تھوڑی ہو اسے تم سے بہتر لڑکا مل ہی نہیں سکتا"

ماہم نے محبت سے کہا۔

" کل بلایا ہے اسنے شام پانچ بجے۔ لیکن صرف تمہیں اور مجھے پہلے وہ تم سے ملے گا مطمئن ہوگا اسکے بعد پھپھو سے بات کرکے بات آگے بڑھائیگا۔ "

ماہم نے ساری بات بتائی۔

" ہم میں بھی پہلے ایسے ہی ملنا چاہونگا۔ "

تنزیل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

" ویسے اچانک خنساء کی شادی کا خیال آیا خیریت ؟"

تنزیل نے کُہنی بیڈ پر ٹکاتے نارملی پوچھا۔

" ہاں عقل آگئی اسے-- اسلیے خیال بھی آگیا۔ "

اطمینان سے جواب آیا۔

" کاش تمہیں بھی عقل آجائے"

افسردگی سے کہا۔

" مطلب اس بات کا ؟"

ماہم نے آئبرو اچکائی۔

"مطلب صاف ہے تمہیں نہیں لگتا یہ سب عجیب ہے ؟ کومن سینس کی بات ہے کل تک وہ خنساء کی شادی کے نام سے چڑھ رہا تھا اور اب اچانک اسے خنساء کی شادی کرنی ہے کیا یہ سب تمہیں نارمل لگ رہا ہے۔ "

" کیا مطلب ہے اس بات کا۔ اس میں کونسی سائنس ہے۔ اسکو احساس ہوا ہوگا کہ خنساء کی عمر ہوگئی ہے شادی کی اور تم اسکے لیے پرفیکٹ لڑکے ہو اسلیے۔۔"

ماہم نے سنجیدگی سے کہا۔

" کیا تمہیں واقعی ایسا لگتا ہے ؟"

اسنے سوال کیا تھا یا طنز ماہم کے لیے سمجھنا مشکل نہیں تھا وہ بس اسے خاموشی سے دیکھنے لگی۔

" تمہیں اگر خنساء سے شادی نہیں کرنی تو تمہاری مرضی میں منع کردونگی اسے لیکن اس طرح کی باتیں کرتے میرا دل خراب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ "

سنجیدگی اور سختی سے کہتے وہ اٹھی اور صوفے سے اپنا پرس اٹھایا۔

" تم منع نہیں کرنا۔۔مجھے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن اتنا ضرور کہونگا تم بہت بھولی ہو۔ "

ماہم کمرے سے نکلتی رکی اور اسکی طرف آئی۔

" کہنا کیا چاہتے ہو۔ ؟ عرش دھوکہ دے رہا ہے مجھے ؟"

ماتھے پر بل ڈالے پوچھا۔

" میں نے ایسا نہیں کہا۔ ممکن ہے خود کو دے رہا ہو۔"

ماہم نے نا سمجھی سے دیکھا۔

" مجھے تمہاری باتیں سمجھ نہیں آتی نا ہی مجھے سمجھنا ہے۔۔ بس اتنا بتاؤ اسے ہاں کہوں یا انکار کردوں ؟"

سنجیدگ سے پوچھا۔

" میں نے منع نہیں کیا۔ تم ہاں کہہ دو باقی کل ملنے کے بعد باقی باتیں طے ہوجائینگی۔ "

سکون سے کہا۔

" بہتر۔"

منہ بناتے کہتے وہ کمرے سے نکلنے لگی۔

"اب نیند سے جگا ہی دیا ہے تو بیٹھ جاؤ۔ ڈنر کرنے چلینگے"

تنزیل نے اسے پھر روکا۔

"نہیں تم میرا موڈ خراب کرچکے ہو۔"

منہ بناتے کہا لیکن کمرے نہیں نکلی۔

"اسی کا ازالہ کررہا ہوں۔"

ہنستے ہوئے کہتے وہ الماری کی طرف بڑھ گیا جبکہ ماہم یہی چاہتی تھی ابھی تو اسنے اپنی خوشی بھی نہیں منائی تھی۔

"رائمہ آئمہ نے بہت مشکل سے خنساء کو منایا تھا اور توبہ کی تھی کہ دوبارہ کوئی ایسا کام نہیں کرینگی اب انکا یہ ارادہ کتنے دن میں ٹوٹتا اسکا اندازہ انہیں خود بھی نہیں تھا لیکن اب عرش کی خاموشی سے بھی پریشانی ہورہی تھی کہ عرش نے اب تک کچھ کہا کیوں نہیں ؟ یا پھر سزا کیوں نہیں دی کیونکہ غلطی بڑی تھی۔ خیر جو بھی تھا وہ دعا کررہی تھیں عرش کچھ بولے بھی نا۔

ابھی منشاء نے آکر بتایا تھا کہ عرش نے انہیں ڈرائنگ روم میں آنے سے منع کیا تھا کیونکہ عرش کے دوست آرہے تھے منشاء کی بات پر وہ ہاں میں سرہلاتی بات مان گئی تھیں پر اپنے دل کا کیا کرتی جو کسی صورت چین نہیں لینے دیتا تھا۔

"تمہیں کچھ عجیب نہیں لگ رہا ؟"

آئمہ جو کب سے کمرے میں چکر کاٹ رہی تھی رک کر کہا۔

"ہاں عجیب تو ہے۔ دوست وہ بھی بھائی کے ؟ آج پہلی بار سن رہی ہوں ورنہ نا تو وہ باہر جاتے ہیں کسی کے ساتھ نا آج تک کوئی دوست انکا گھر آیا ہے۔"

رائمہ بھی انگھوٹے کا ناخن دانتوں میں دبائے پرسوچ لہجے میں بولی۔

"ویسے کون ہوگا ؟ لڑکا یا لڑکی۔"

آئمہ اسکے برابر بیٹھی۔

" لڑکوں کو تو بھائی کبھی گھر پر نا لائیں کیا پتا لڑکی ہو ۔ "

رائمہ نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

" کیا وہ لڑکی صرف دوست ہوگی بھائی کی۔ "

ایک اور سوال۔

" نہیں اگر خالی دوست ہوتی تو ہم سے ملوانے میں کیا حرج تھی ؟ میرے خیال سے بھائی کی گرلفرینڈ ہوگی "

رائمہ نے سمجھداری سے جواب دیا۔

" گرلفرینڈ وہ بھی بھائی کی ؟ مجھے نہیں لگتا بھائی ایسے ہیں۔ "

آئمہ کے لیے یقین کرنا مشکل تھا۔

" تمہاری سوچ ہے بیٹا کہ بھائی شریف ہیں۔ ہمارے سامنے شریف بن کے رہتے ہیں اور ویسے بھی جو لڑکے جتنے شریف بنتے ہیں نا اتنے ہی فلرٹی ہوتے ہیں۔۔ بھائی بھی صرف ہمارے سامنے شریف بنتے ہیں ورنہ ہونگے وہ بھی کسی چار پانچ لڑکیوں کے پیچھے مجنو۔ "

رائمہ نے سمجھایا۔

" ہاں ہوسکتا ہے۔۔ لیکن بھائی سے کون پاگل لڑکی محبت کریگی دم نہیں گھٹے گا اسکا۔ "

آئمہ نے ناک چڑھاتے کہا۔

" رہنے دو یار یہ ساری سختیاں صرف بہنوں پر ہوتی ہیں ورنہ تو لڑکیوں کے سامنے بھیگی بلی بنے رہتے ہونگے۔ اور ویسے بھی بھائی ہینڈسم ہیں اور پیسے والے بھی پھسل گئی ہوگی کوئی لڑکی۔"

منہ بناتے کہا۔

اس وقت وہ دونوں کوئی تجربہ کار عورتوں کی طرح عرش کی برائی میں لگی تھیں۔ اگر انکے خیالات عرش سنتا تو ضرور اسے خود بھی اپنے کردار پر شک ہوتا۔

" اچھا چھوڑو لیکن مجھے اس لڑکی کو دیکھنا ہے ۔"

رائمہ نے کھڑے ہوتے کہا۔

" پاگل ہو بھائی نے منع کیا ہے ڈرائنگ روم میں آنے سے ۔ "

آئمہ نے اسے کھینچ کر واپس بٹھایا۔

" تو میں کونسا ان کے سامنے جاکر کھڑی ہورہی ہوں کہ مجھے آپکی گرلفرینڈ دیکھنی ہے ۔ ہم تو چھپکے سے دیکھینگے "
رائمہ نے چالاکی سے مسکرا کر کہا تو آئمہ نے بھی مسکراہٹ اچھالی۔ مطلب مشن عرش کی گرلفرینڈ دیکھنا پورا کرنے سے اب انہیں کوئی نہیں روک سکتا تھا۔

****

" تم ریلیکس ہو ؟"
تنزیل نے عرش کے گھر کے باہر گاڑی روکی تو ماہم نے اسے دیکھتے پوچھا۔
" ہاں بلکل۔۔ میں کونسا جنگ میں جارہا ہوں جو نروس ہوؤنگا؟"
نارمل لہجے میں کہا۔
" ہاں لیکن ایک طرح سے یہ تمہارا انٹرویو ہوگا۔ زندگی کا سب سے بڑا انٹرویو نروس ہونا تو بنتا ہے۔"
ماہم نے اسکا کندھا تھپکتے کہا۔
" میں انیس بیس سال کا لڑکا نہیں ہوں ماہم میں میچور ہوں اور نا ہی میری شخصیت میں کوئی جھول ہے جو گھبراؤں اگر میں اسے پسند آیا تو ٹھیک ورنہ نہیں ہوگا۔۔اس میں گھبرانے والی کونسی بات۔ "
نارملی کہتے وہ گاڑی سے اتر گیا۔ ماہم بھی اسکے کانفیڈنس پر مسکراتی گاڑی سے اتر گئی۔ چوکیدار نے ماہم کو دیکھتے دروازہ کھولا۔ دونوں کو ڈرائنگ روم میں بٹھا کر وہ واپس گیٹ پر چلاگیا اور منشاء انہیں پانی سرو کرنے لگی۔ پانچ منٹ بعد عرش مسکرا کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔
ماہم اسے دیکھتے کھڑی ہوئی۔ تنزیل بھی آگے ہوکر گلے ملا۔
عرش نے اسے پہلی نظر میں ہی غور سے دیکھا تنزیل ڈارک براؤن کلر کا کرتا اور وائٹ پاجامہ پہنے ہوئے تھا۔ بالوں کو نفاست سے سیٹ کیے۔ اسکی سوکھی شفاف پیشانی اسکی خود اعتمادی کی نشانی تھی۔ دوسری طرف تنزیل نے بھی غور سے عرش کا جائزہ لیا عرش سفید ٹی شرٹ اور بلیک ٹراؤزر میں رف ہلیے میں تھا بال بکھرے ہوئے تھے ماہم کو تو وہ اس ہلیے میں عام دنوں سے زیادہ ہینڈسم لگا جبکہ تنزیل عرش کے چہرے کو دیکھ رہا تھا جسے پڑھنے میں وہ ناکام رہا۔۔ دو منٹ کے لیے تو اسے لگا کہ وہ غلط ہے پر پھر سر جھٹک کر بیٹھ گیا۔
"آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔"
تنزیل نے خود بات کا آغاز کیا۔

"امید کرتا ہوں مجھے بھی ہو۔"

عرش نے بھی مسکرا کر جواب دیا عرش کا جواب سنتے اسے خوشی ہوئی اسے عرش کا جواب سیدھا سیدھا طنز لگا۔

لیکن وہ کیوں طنز کررہا تھا ؟ جیلیسی میں ؟ ہاں یقیناً وہ خنساء کو لے کر تنزیل سے جیلیس ہورہا تھا۔

تنزیل کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

" بہت زیادہ خوشی ہوگی عرش دیکھ لینا۔ "

تنزیل کا کندھا تھپکتے ماہم نے عرش کو کہا۔ جواباً عرش مسکرایا۔

تنزیل نظریں نیچے کیے مسکرایا۔

ماہم نے اسے بتایا تھا وہ بہت زیادہ پوزیسو ہے۔ وہ اپنی دونوں بہنوں اور خنساء کو کسی کے سامنے بھی نہیں ملنے دیتا اور یہ اسکی زیادتی نہیں محبت ہے کہ وہ جن سے محبت کرتا ہے انہیں کسی اور کے ساتھ برداشت نہیں کرسکتا لیکن یہاں تو ماہم اسکے سامنے تنزیل کے ساتھ فری تھی تو پھر اسکو کیوں برا نہیں لگ رہا تھا۔

" کیا کرتے ہیں آپ ؟"

عرش کے سوال پر اسنے نظریں اٹھائیں۔

" ملٹی نیشنل کمپنی میں اسسٹنٹ مینجر کی پوسٹ پر ہوں۔"

" اِف یو ڈونٹ مائنڈ سیلیری پوچھ سکتا ہوں ؟"

عرش کو یہ پوچھتے تھوڑی جھجھک ہوئی۔

" جی بلکل جب آپ کوئی نارمل پروڈکٹ خریدتے ہیں تب ہر چیز پر غور کرتے ہیں تو پھر اپنی بہن کے رشتے کے لیے یہ سب پوچھنا مناسب ہے۔۔ میری سیلیری نوّے ہزار ہے۔۔۔ ان شاءاللہ آگے اور بڑھنے کے چانس ہیں۔"

تنزیل نے قابل اعتماد طریقے سے مناسب الفاظ میں جواب دیا۔ لیکن اسکے بہن کہنے پر عرش کی رنگت بدلی تھی۔

" وہ میری بہن نہیں کزن ہے۔ "

مسکرا کر غلطی درست کی لیکن اسکی مسکراہٹ کے پیچھے چھپی ناگواریت پڑھنے میں تنزیل کو زیادہ مشکل نہیں ہوئی تھی۔

" ایسا لگ رہا ہے جیسے کسی پروفیسر کے سامنے بیٹھے وائیوا سنا رہے ہیں کچھ کھلاؤگے پلاؤگے نہیں۔ "

ماہم نے مسکراہٹ چھپاتے عرش کو چھیڑا۔ اسکی بات پر مسکراتے وہ منشاء کو آواز لگانے ہی لگا تھا جب منشاء خود لوازمات کی ٹرالی لیے اندر آئی۔ سینٹرل ٹیبل پر چیزیں سرو کر کے وہ ٹرالی لیے باہر چلی گئی۔

" اور کیا کیا مصروفیات ہیں آپکی۔ ؟"

عرش نے پھر بات کا آغاز کیا۔

" صبح جاب پر وہاں سے شام چار بجے نکلتا ہوں پانچ بجے واپس گھر پھر باقی وقت اپنی فیملی کے ساتھ اسپینڈ کرتا ہوں پھر رات کا کچھ وقت کتابوں کا مطالعہ پھر سوجاتا ہوں۔ "

مکمل تفصیل بتاتے اسنے چائے کا کپ اٹھایا۔ ماہم فخریہ تنزیل کو دیکھ رہی تھی وہ جانتی تھی عرش اس رشتے سے منع کر ہی نہیں سکتا تھا۔

" نماز کے پابند ہیں ؟"

اہم سوال پوچھا۔

" جی الحمداللہ"

فورا جواب آیا۔

" کوئی دوست احباب نہیں۔ ؟ "

ایک اور سوال۔

"آج کل مخلص دوست بہت کم ہیں اور کتابوں سے بہترین کوئی دوست نہیں۔ اسلیے کوئی ایسا خاص دوست نہیں جسکے ساتھ وقت گزارا جائے۔ "

پراعتماد انداز میں جواب دیا۔

" اچھی بات ہے ویسے بھی آجکل دوستوں کی صحبت میں صرف بری عادتیں لگتی ہیں۔ "

اب عرش کچھ مطمئن نظر آرہا تھا۔

" جس مقصد کے لیے بلایا تھا وہ تو آپ جانتے ہی ہیں اور مجھے بظاہر آپ میں کوئی ایسی خرابی نظر نہیں آتی جسکی بنا پر انکار کروں رہی بات فیملی کی تو آپ ماہم کے کزن ہے تو آپکی فیملی بھی قابلِ اعتبار ہی ہوگی۔ "

عرش کی بات پر ماہم نے نچلہ لب دانتوں تلے دبا کے خوشی کنٹرول کی تنزیل نے بھی سر اثبات میں ہلایا۔

" مجھے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ایک بار آپ خنساء کو دیکھ لیں تو مناسب رہے گا۔"

عرش نے سنجیدگی سے کہا اور کھڑے ہونے لگا۔

" اسکی ضرورت نہیں میں خنساء سے پہلے ہی مل چکا ہوں"

اسکی بات پر عرش کی حرکت رکی اور چہرے کے تاثرات خطرناک حد تک سنجیدہ ہوئے۔

تنزیل کی بات پر ماہم کی سانس اٹک گئی اسے تنزیل سے اس احمقانہ بات کی توقع نہیں تھی۔

"کدھر اور کب ملے آپ خنساء سے۔ "

بمشکل ضبط سے پوچھا۔

" کچھ دنوں پہلے خنساء کی یونیورسٹی میں۔ ماہم کو اس سے ملنے جانا تھا تو میں لے کر گیا تھا وہاں سلام دعا ہوئی تھی۔ "

تنزیل نے بات کلیئر کی ماہم نے سکھ کا سانس لیا۔ جبکہ عرش نے ماہم کو دیکھا جس نے اس بات سے اسے لاعلم رکھا تھا۔

" ہاں وہ تم نے بتایا تھا کہ تم نے ایڈمیشن کروایا ہے اسلیے ملنے گئی تھی کہ اسے کوئی مسئلہ تو نہیں تو تنزیل ساتھ تھا میرے۔۔ سوری تمہیں بتانا بھول گئی تھی۔ "

ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔عرش لب بھینچ گیا۔

تنزیل نے کوفت سے سانس لی ماہم نے بلکل صحیح بتایا تھا وہ ضرورت سے زیادہ حساس ہے۔ اسنے ماہم کو افسوس سے دیکھا ابھی تو وہ محبت میں تھی پر وہ اچھی طرح جانتا تھا وہ بہت جلد اس ماحول سے بری طرح اکتا جائیگی۔

" اور اس میں ایسی کوئی بات نہیں عرش ویسے بھی ابھی دیکھنا ہی تھا نا اور وہ پہلے سے دیکھ چکا ہے۔ "

اسے ابھی بھی خاموش دیکھ کہا۔

" ہمم۔۔ صحیح ہے تو پھر یہ رشتہ پکا سمجھیں "

مسکرا کر اپنا فیصلہ سنایا۔

" جی بہت شکریہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا پر رشتے میں مرضی دونوں طرف سے ہونی چاہیے۔ "

سیدھے ہوتے تنزیل سنجیدہ ہوا جبکہ اسکی بات پر ماہم اور عرش دونوں کی مسکراہٹ سمٹی۔

" مطلب ؟"

عرش نے بھی سنجیدگی سے پوچھا۔

" جتنی لڑکی کی زندگی معنیٰ رکھتی ہے اتنی ہی لڑکے کی بھی لگتی ہے تو آپ نے خود کو مطمئن کرنے کے بعد رشتے کے لیے ہامی بھری تو کیا میرا حق نہیں بنتا کہ میں اپنی زندگی کے لیے اتنا بڑا فیصلہ لینے سے پہلے مطمئن ہوجاؤں۔ "

ماہم لب بھینچے تنزیل کو گھورنے لگی اسکی نظر میں ان سب باتوں کا کوئی مقصد ہی نہیں تھا وہ اسے خنساء سے جڑی ہر بات بتا چکی تھی حدتک کے اسکی ماں کا پاسٹ بھی۔

" بلکل ہے -- پوچھیے کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ "

عرش نے کہا تو صحیح پر دعا کی کہ وہ اسکے چچاچچی کے متعلق نا پوچھے۔

" میں خنساء کو دیکھ چکا ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں وہ مکمل حسن رکھتی ہے۔

وہ ٹھہرا۔ اسکی یہ بات اور خنساء کی یوں تعریف کرنا اسے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔

" لیکن خالی خوبصورتی کے ساتھ زندگی نہیں گزاری جاسکتی زندگی گزارنے کے لیے شریک حیات کا نارمل ہونا ضروری ہے تاکہ زندگی بھی نارمل گزرے۔ "

اطمینان سے بولتے ہوئے تنزیل اسکے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا جو ہر گزرتے لمحے کے ساتھ سخت ہورہے تھے۔

" اس کا مطلب ؟"

بمشکل ضبط سے پوچھا۔

" مطلب صاف ہے میں اسکو دیکھتے ہی پہچان گیا تھا کہ وہ مینٹلی ان اسٹیبل ہے تو آپ تو بچپن سے اسکے ساتھ ہیں۔ رشتہ کرنے سے پہلے میں خنساء کا میڈیکل---"

" کیا بکواس ہے یہ۔"

سارا صبر چھوڑ کر وہ چیختے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ ماہم بھی اسکے ساتھ اٹھی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ ہو کیا رہا ہے۔

" مطلب کیا ہے تمہاری بات کا۔؟ تم اسے ابنارمل بول رہے ہو۔ ؟"

تنزیل کے سامنے جاتے وہ پھر بلند آواز میں بولا تنزیل بھی اپنی جگہ سے کھڑا ہوا پر اطمینان اب بھی برقرار تھا۔

" میں نے ابنارمل نہیں بولا بس ا---!"

" مینٹلی ان اسٹیبل کا مطلب ابنارمل ہی ہوتا ہے۔ "

وہ پھر چیخا اب کے اسکے چیخنے پر منشاء بھی ڈرائنگ روم میں آئی۔

" وہ مینٹلی ان اسٹیبل نہیں ہے سمجھ آئی۔ "

غصے سے مٹھیاں بھینچتے کہا۔

" جو لڑکی کسی لڑکے تو کیا لڑکی کے سامنے کھڑی نہیں ہوسکتی جسکی کوئی شخصیت ہی نا ہو اسے آپ نارمل بولینگے۔؟ "

اب کے تنزیل بھی سخت ہوا۔

" وہ پاگل نہیں بلکہ بہت معصوم ہے جو دنیا کے بارے میں عقل نہیں رکھتی وہ ایک پھول ہے جس پر باہر کی شبنم تک نہیں گری۔ تم جیسے گھٹیا لوگوں کو کہاں انمول چیزیں پسند آتی ہیں۔ "

وہ لمحے میں آپ سے تم پر آیا ساتھ ہی گھٹیا بھی کہہ دیا۔ تنزیل مسکرایا وہ اسکے چہرے پر خنساء کے لیے محبت بخوبی دیکھ سکتا تھا وہ غلط نہیں تھا عرش دیوان ماہم سے نہیں خنساء سے محبت کرتا تھا اور اسی وجہ سے خنساء کی شادی اچانک کروارہا تھا۔ جبکہ ماہم پریشانی سے سر پکڑے بہت پریشان تھی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔

" عرش ریلیکس ۔۔ اسکا وہ مطلب نہیں تھا۔۔ یہ بس اتنا کہنا چاہ رہا تھا کہ وہ بہت لو کانفیڈینٹ ہے ہوسکتا ہے کچھ زیادہ سوچتی ہو ایک بار سائیکالوجسٹ۔۔۔! "

ماہم نے بولنا چاہا پر عرش غصے سے بات کاٹ گیا۔

" یعنی تم اسکی بات سے اتفاق رکھتی ہو ؟

غصے سے پوچھا۔

تمہاری نظر میں بھی خنساء پاگل ہے اور اسے علاج کی ضرورت ہے ؟ "

اسکی بات پر ماہم گڑبڑائی۔

" نن۔۔ نہیں عرش میرا مطلب ہے خنساء نارمل ہے پر ایک بار اگر۔۔! "

" واؤ گریٹ ۔۔ مجھے تم سے ایسی امید نہیں تھی ماہم کے تم اس بات پر اسے سپورٹ کروگی۔ "

عرش نے افسوس سے اسے دیکھتے آخر میں حقارت سے تنزیل کو دیکھا جو سنجیدگی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

دروازے پر کھڑی منشاء بھی لب بھینچے کھڑی تھی یہ جان کر کہ انکے درمیان لڑائی کا موضوع خنساء ہے اسے یہ بات سخت ناگوار گزری تھی۔

جبکہ ماہم کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے ۔

" تو اس میں کچھ غلط نہیں ہے ہر انسان کا رائٹ ہے کہ وہ اپنے لیے خوبصورت کے ساتھ ویل اسٹیبل لڑکی ڈھونڈے۔ "

تنزیل نے سرد لہجے میں کہا جبکہ اسکی یہ بات جلتے پر پیٹرول کا کام کرتی عرش کو مزید سلگا گئی۔

" تو ڈھونڈو نا کرلو اس جیسی کسی لڑکی سے شادی۔"

غصے سے اسنے ماہم کی طرف اشارہ کرتے کہا اسکے اس طرح اشارہ کرنے سے ماہم اپنی جگہ ساکت اسے دیکھنے لگی۔ اسے عرش کے انداز اور اسکے جملے سے اپنا آپ حقیر لگا تھا۔ جبکہ تنزیل نے بری طرح اپنے لب بھینچے اسکا یہ جملہ ضبط کیا تھا کیونکہ اسے بھی عرش کا جملہ ماہم کے لیے حقارت بھرا لگا تھا۔

" مطلب کیا ہے اس بات کا عرش ؟ مجھ جیسی لڑکی سے مراد ؟ کس طرح کی لڑکی ہوں میں۔ ؟"

سخت غصے میں نم آنکھوں سے اسنے عرش سے پوچھا۔

اسکی آنکھوں میں نمی دیکھتے عرش کو احساس ہوا وہ اپنی بات غلط طریقے سے بول گیا ہے۔

خود پر قابو پاتے اسنے گہری سانس لی اور رخ ماہم کی طرف کیا۔

" میرا وہ مطلب نہیں تھا ماہم نا ہی میں نے اس وے میں بولا ہے جس وے میں تم سمجھ رہی ہو۔"

" کس وے میں بولا ہے تم نے اورکس وے میں میں سمجھ رہی ہوں ؟"

آنسو آنکھوں سے باہر نکل آئے ۔

" میرا مطلب کانفیڈینٹ لڑکی ہونے کی طرف تھا بس ۔"

صفائی دی۔

" تمہارا مطلب کیا تھا اور کس وے میں تھا یہ تمہارے جملے اور انداز بتاچکے ہیں عرش۔۔

پر پھر تو تم پر بھی افسوس ہے کہ تم مجھ جیسی لڑکی سے شادی کرنے والے تھے۔۔"

وہ طنزیہ ہنسی عرش کے جملے اسکا دل بری طرح دکھا چکے تھے ۔

" میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ "

اسنے پھر صفائی دی۔ تنزیل خاموشی سے کھڑا دیکھ رہا تھا۔

" خنساء کے لیے نارمل سی بات بولی کہ صرف ایک چیک اپ کروانے میں کیا مسئلہ ہے تو تمہیں اتنا برا لگ گیا کہ میری ذات کو تم نے اتنا حقیر کردیا۔"

"تمہاری بات غلط تھی۔ "

عرش نے ٹہرتے ہوئے کہا۔

" تو تمہاری بات ٹھیک تھی ۔؟ کیا میری کوئی اہمیت نہیں؟ خنساء کی اہمیت مجھ سے اتنی زیادہ ہے کہ تم اسکی تائید میں مجھے اتنا گرا سکتے ہو۔ ؟"

روتے ہوئے اب وہ اپنا اور خنساء کا موازنہ کرنے پر اتری تھی۔

" ماہم بچوں جیسی بات مت کرو سب کی اپنی الگ اہمیت ہے۔ "

عرش نے سمجھانا چاہا۔

" اچھا پھر بتاؤ میری اہمیت زیادہ ہے تمہاری نظر میں یا خنساء کی۔ "

" کیسی بچوں جیسی باتیں کررہی ہو ماہم۔۔ "

وہ غصے سے جھنجھلایا۔

" مجھے بتاؤ"

وہ اپنی بات پر بضد تھی۔

" تمہاری اپنی جگہ ہے اور اسکی اپنی ۔ تم سے میرا ابھی کوئی ایسا رشتہ نہیں ہے ل۔۔۔۔"

" یعنی اسکی اہمیت زیادہ ہے ؟

عرش کی بات بیچ میں کاٹتے تکلیف سے پوچھا۔

یعنی مجھ سے ایساکوئی رشتہ نہیں تو پھر اس سے کونسا رشتہ ہے کیونکہ تمہارے مطابق وہ تمہاری بہن تو ہے نہیں۔ "

" وہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ "

" میں بھی تو تمہاری خالہ کی بیٹی ہوں وہ کزن ہے تو میں بھی کزن ہوں اس طرح تو دونوں کی اہمیت برابر ہونی چاہیے لیکن اسکے علاوہ وہ صرف تمہاری کزن ہے پر میرا تم سے ایک اور رشتہ بھی ہے۔ میری تم سے کمیٹمنٹ ہے اس طرح تو میری اہمیت زیادہ ہونی چاہیے نا عرش۔ "

عرش کے قریب ہوتے پوچھا۔

" تم غلط موازنہ کررہی ہو ماہم ہر ایک کی الگ اور اپ۔۔۔!"

" میں موازنہ کرچکی ہوں عرش اور اس بات پر بہت تکلیف میں بھی ہوں کہ میری جگہ بہت نیچے ہے۔ اٹس اوور ---میری طرف سے ہر کمیٹمنٹ ختم مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم سے محبت کرلی اور تمہیں خنساء کے لیے رشتہ ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں کیونکہ تم تو اس سے بہت محبت کرتے ہو اور بہن والی بھی نہیں۔ "

آخر میں غصے اور حقارت سے کہتے وہ روتی ہوئی ڈرائنگ روم سے نکل گئی ۔اسکے نکلتے ہی تنزیل بھی اسکے پیچھے نکل گیا۔عرش نے زور دار لات صوفے پر ماری اور سر پڑ کر بیٹھ گیا۔

"آئمہ اگر پکڑے گئے تو بہت برا ہوگا۔"

رائمہ نے آہستگی سے کہا۔ وہ لوگ ڈرائینگ روم کی کھڑکی کے پاس کھڑی تھیں ۔

" ہم بس ہلکا سا دیکھینگے پتا تو چلے کون ہے وہ محترمہ --"

آئمہ نے کہتے کھڑکی کا پردا ہلکا سا ہٹایا اور فوراً صحیح بھی کردیا۔

"ہٹو تم مجھے دیکھنے دو۔ "

آئمہ کو پیچھے ہٹاتے اسنے ہلکا سا پردا اٹھایا تو منہ کھل گیا۔

"کیا ہوا۔"

رائمہ کو پیچھے کھینچتے پوچھا ۔

" ماہم آپی ۔ "

" کیا ؟ ماہم آپی ہیں تو ہمیں آنے سے کیوں منع کیا ؟"

آئمہ نے ماتھے پر بل ڈالے پوچھا۔

" ماہم آپی اکیلے نہیں انکے ساتھ شاہ رخ خان جیسا ہینڈسم لڑکا بھی ہے۔ "

رائمہ نے مظلوم شکل بناتے کہا۔

" چھیی شاہ رخ خان جیسا ہے تو ایسی شکل کیوں بنارہی ہو جیسے پرنس چارم دیکھ لیا ہے۔ "

آئمہ نے ناک سے مکھی اڑائی۔ اسے شاہ رخ خان نہیں پسند تھا۔

" اوہو ابھی والے شاہ رخ خان جیسا نہیں پاگل ڈی ڈی ایل جے والے شاہ رخ خان جیسا۔ "

رائمہ نے واری صدقے جانے والے انداز میں کہا۔

" سچی ؟ "

آئمہ نے بھی حسرت بھرے انداز میں پوچھا۔

رائمہ کو سائیڈ میں ہٹا کر اسنے کھڑکی کا پردہ ہٹایا عرش کی انکی طرف پیٹ تھی جبکہ ماہم تنزیل سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھی تھی۔

" یار یہ اس سے زیادہ ہینڈسم ہے۔ "

آئمہ نے کھڑکی پر ہاتھ رکھتے کہا۔

" ہٹو مجھے تو دیکھنے دو۔ "

آئمہ کو دھکہ دیتے وہ خود سامنے آئی اور مسکراتے ہوئے تنزیل کو دیکھنے لگی۔

" ہائے کاش بھائی اس سے میری شادی کردیں۔ "

رائمہ نے معصوم شکل بناتے معصوم سی خواہش کی۔

" تم مجھ سے چھوٹی ہو پہلے میری ہوگی دعا کرو بھائی میری شادی کردیں اس سے "

اب کے آئمہ نے کہا۔

" صرف کچھ منٹ چھوٹی ہوں۔ "

رائمہ نے تنزیل کو دیکھتے کہا۔

" پر مجھے ایسا لگتا ہے یہ میرے نصیب میں ہے۔ "

رائمہ نے منہ چڑھاتے کہا۔

" مجھے بھی ابھی کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔"

آئمہ نے بھی برابر سے کہا۔

" اممم اوکے رکھ لو میری طرف سے -- ویسے بھی مجھے رشی جیسا چاہیے۔"

رائمہ نے دل بڑا کرتے تنزیل آئمہ کو دیا۔

" نہیں مجھے بھی نہیں چاہیے مجھے بلال عباس پسند ہے"

آئمہ نے بھی انکار کیا۔

" پھر اسکا کیا کریں ؟"

رائمہ نے پردہ درست کرتے پوچھا۔

" اسکو خنساء آپی کو دے دیتے ہیں ۔ "

رائمہ نے مسئلہ حل کیا۔

" لیکن مجھے ایسا لگتا ہے اسکا اور ماہم آپی کا کوئی چکر ہے۔"

آئمہ نے اپنا خیال ظاہر کیا ۔

رائمہ :" کیسے ؟"

" تم نے دیکھا نہیں ماہم آپی اسکے ساتھ بیٹھی ہیں اور خاص کر بھائی سے ملوانے لائی ہیں--"

آئمہ نے عقلمندی کا مظاہرہ کیا۔

" اوہ اچھا"

کہتے ساتھ رائمہ نے جھٹکے سے پردہ اٹھایا اورآنکھیں چھوٹی کیے تنزیل اور ماہم کو دیکھا۔

وہ دونوں مسکرا رہے تھے ۔

دو منٹ بعد پردہ چھوڑتے آئمہ کی طرف مڑی ۔

" تم صحیح کہہ رہی ہو -- ان دونوں کا سین چل رہا ہے-- ویسے ہم نے بلاوجہ بھائی پر شک کیا۔ "

آئمہ نے بھی اسکی بات پر ہاں میں سر ہلایا۔

"آپ دونوں یہاں کیا کررہی ہو؟"

منشاء کی آواز پر وہ سیدھی ہوئی۔

"کک --کچھ نہیں بس دیکھ رہے تھے کھڑکی کی صفائی صحیح سے ہوئی ہے یا نہیں۔ "

انکے جواب پر منشاء نے انہیں خاموشی سے دیکھا۔

" منشاء پلیز بھائی کو مت بتائیے گا۔ "

رائمہ فورا عاجزی پر آئی۔

" ٹھیک ہے پر یہ بہت بری بات ہے۔ "

" سوری --"

آئمہ نے فورا مسکرا کر معافی مانگی۔

" ٹھیک ہے آپ لوگ جاؤ۔"

" ہم چھت پر جارہے ہیں-- اگر بلانا ہوتو روزینہ سے بلوا لیجیے گا"

منشاء کو کہتے وہ وہاں سے نکل گئیں۔

****

وہ غصے سے سر تھامے بیٹھا تھا۔ غصے سے اسکے ہاتھوں میں لرزش طاری ہورہی تھی۔

" سر آپ ٹھیک ہیں؟"

منشاء نے پریشانی سے پوچھا۔

" خنساء کہاں ہے ؟"

منشاء کی بات کو نظر انداز کرتے سخت لہجے میں پوچھا۔

"آنے والی ہیں"

" کہاں گئی ہے وہ ؟"

فورا پوچھا۔ اسکے دیہان میں تو خنساء گھر پر تھی۔

" یونی گئی ہیں۔"

" میں یہیں ہوں اسکے آتے ہی مجھے بتائیں۔ "

صوفے سے پشت لگاتے کہا۔

" جی سر ۔"

منشاء کو اور کچھ کہنا مناسب نہیں لگا ۔ وہ کتنی بھی پرانی تھی یا عرش اسکی جتنی بھی عزت کرتا تھا پر وہ تھی ملازمہ ہی۔

****

" ماہم --- ماہم رکو۔"

ماہم کے گھر کے باہر نکلتے ہی تنزیل نے اسکا بازو پکڑا۔

" چھوڑو میرا ہاتھ-- یہی چاہتے تھے نا تم -- مل گیا تمہیں سکون۔

وہ روتے ہوئے چیخی۔

جان بوجھ کے کیا نا تم نے سب کچھ۔"

تنزیل کے سینے پر دونوں ہاتھ مارتے اسے پیچھے کیا۔

" ہاں جان بوجھ کے ہی کیا۔ "

تنزیل نے قبول کیا۔

" کیوں کیا تم نے ایسا ؟ اگر تمہیں خنساء نہیں پسند تھی تو مجھے بول دیتے۔"

وہ روتی ہوئی تنزیل کو تکلیف دے رہی تھی۔

" ایسا نہیں ہے ماہم -- تم نے خود ثبوت مانگا تھا۔ میں نے صرف تمہاری غلط فہمی دور کرنے کے لیے یہ کیا۔ "

ماہم نے اسے شکایتی نظروں سے دیکھا۔

" بعد کے رونے سے پہلے کا رونا بہتر ہے ابھی تم زیادہ سے زیادہ چند دن روگی پر بعد کا رونا ساری زندگی کا ہوتا۔ "

" تم نے خود کا کہاتھانکاح کے بعد محبت ہوتی ہے اس سے پہلے صرف ایٹریکشن ہوتی ہے اسے بھی ہوجاتی مجھ سے محبت۔ تم نے اچھا نہیں کیا --"

کہتے ساتھ ماہم اسے گاڑی کے پاس چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔

تنزیل لب بھینچے اسے جاتا دیکھنے لگا۔ وہ جتنی ضدی تھی وہ جانتا تھا اور اب تو غصے میں بھی تھی اسلیے روکنا بیکار تھا۔

****

عرش وہیں بیٹھا اپنا غصہ کنٹرول کرنے کی کوشش کررہا تھا ۔

" سر خنساء بی بی آگئی ہیں ۔ "

منشاء نے آکر بتایا۔

"کہاں ہے ؟"

پوچھتے ہوئے وہ کھڑا ہوا۔ اسکے غصے میں رتی برابر فرق نہیں آیا تھا۔

" اپنے کمرے میں گئی ہیں ۔ "

" فورا بلاؤ اسے ۔"

اسکے حکم پر منشاء خنساء کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

عرش بھی ڈرائنگ روم سے باہر نکلا۔۔۔

****

" میری طرف دیکھو۔"

سختی سے کہا۔

منشاء کے بلانے پر وہ باہر آئی لیکن سامنے ہی عرش کوکھڑا دیکھ نظریں جھکا گئی۔ عرش اس سے دو قدم کے فاصلے پر رکا اور اسے غور سے دیکھا وہ اسکے قریب آنے پر بری طرح ڈر رہی تھی اور یہی دیکھتے اسکا غصہ مزید بڑھا تھا۔

" میں آخری بار بول رہا ہوں خنساء میری طرف دیکھو۔ "

اب کے اور سختی سے کہا۔ لیکن نا خنساء کی نظریں اوپر اُٹھنی تھیں نا اٹھیں۔

" تم واقعی پاگل ہوگیا ؟ ایک بار کہی بات تمہاری عقل میں نہیں آتی۔ ؟"

وہ غصے سے چیخا اسکی چیخ پر چھت سے نیچے آتی رائمہ آمنہ بھاگتی ہوئی نیچے آئیں اور روزینہ بھی کچن کے دروازے پر آئی۔

" سیریسلی صحیح کہہ رہے تھے وہ لوگ تم پاگل ہو۔۔ لیکن اس پاگل پنے کی وجہ کیا ہے آج تم مجھے بتاؤگی ورنہ آئی پرامس جو سزا میں اب دونگا وہ تم ساری زندگی یاد رکھو گی۔ "

اسکے آنسوؤں کی پرواہ کیے بغیر وہ سختی سے انگلی دکھاتے بولا۔

" کیوں ڈرتی ہو مجھ سے اتنا۔۔ چلو مجھے چھوڑو ہر انسان سے ڈرتی ہو پھر چاہے وہ لڑکی ہو یا لڑکا کیوں ڈرتی ہو اس ڈر کی وجہ ؟"

غصے سے سینے پر ہاتھ باندھے وہ خنساء کو مزید خوفزدہ کررہا تھا۔ وہ بری طرح کپکپاتے آنسو بہاتے بمشکل اپنے پیروں پر کھڑی تھی۔

بتاؤ کیوں ڈرتی ہو مجھ سے اتنا ؟"

وہ چیخا۔

" لوگ پاگل تو پہلے ہی سمجھتے تھے اب منہ سے پاگل کہنے لگے ہیں تمہیں۔۔ بتاؤ مجھے ایسا کیوں کرتی ہو یا تو پھر تم واقعی پاگل ہو مجھے میرے سوال کا جواب دو ورنہ پاگل خانے بھیج دونگا۔ "

غصے کی آخری حدوں کو چھوتے وہ خنساء کی جان نکالنے کے درپے تھا۔

" کیا کیا ہے میں نے تمہارے ساتھ ایسا۔ ؟ کبھی ہاتھ اٹھایا ہے مارا ہے یا ٹورچر کیا ہے جو مجھ سے اتنا ڈرتی ہو۔ ؟ "

خنساء کو بازو سے پکڑے وہ دھاڑا۔۔ خنساء سکتے میں نظریں جھکائے کھڑی تھی چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

منشاء منہ پر ہاتھ رکھے ایک کونے میں کھڑی تھی۔ ہمیشہ خوش ہونے والی روزینہ بھی آج اسکے غصے سے ڈری ہوئی تھی۔

آئمہ اور رائمہ سختی سے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے سہمے کھڑی تھیں اسنے آج تک سزائیں دی تھیں پر اس طرح غصے میں چلانا کبھی نہیں۔۔

" تم سے پوچھ رہا ہوں میں خنساء آخر اتنا ڈر کیوں ہے۔ کیوں ایبنارمل کی طرح بیہیو کرتی ہو ؟ کیا میں کوئی بھوت ہوں یا درندہ ؟"

خنساء کو ایسے ہی سر جھکائے روتے کانپتے دیکھ اسکا دماغ مکمل گھوم گیا۔

" میں تم سے پوچھ رہا ہوں ڈیم اٹ۔۔۔ لوگ پاگل سمجھنے لگے ہیں تمہیں کیوں ایسا بیہیو کررہی ہو؟ "

اب کے وہ اور زور سے چیخا اسکی چیخ میں آئمہ رائمہ کی بھی ہلکی سی چیخ شامل تھی اور وہ بھی رونے لگی تھیں۔

خنساء کے بازو چھوڑ کر اسنے غصے سے رخ موڑا ۔ اسکے چھوڑتے ہی خنساء نیچے گری لیکن اسکے گرنے سے پہلے منشاء نے اسے تھام لیا۔

"سس۔۔سر۔۔"

منشاء کے پریشانی سے پکارنے پر پلٹا تو خنساء کو بے ہوش

دیکھ غصہ پریشانی میں بدلا۔

" خنساء ؟ "

خنساء قریب ہوتے پکارا۔ رائمہ آئمہ اب سسکیوں سے رونے لگی تھیں۔

" خنساء"

پھر پکارا ۔ اتنے میں منشاء پانی لے کر آئی اور خنساء کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے تو خنساء کی پلکوں میں جنبش ہوئی۔

" منشاء اسے کمرے میں لے کر جائیں "

بالوں میں ہاتھ پھیرتے خود پر ضبط کرتے کہا اور لمحہ بھر رکے بغیر سیڑھیاں چڑھتا اوپر چلا گیا۔

رائمہ آئمہ بھاگ کر خنساء کے پاس آئیں اور منشاء کی مدد سے اسے اندر لے جانے لگیں۔

****

" اللہ۔ میں تھک گیا ہوں ۔۔ امی ابو کو کیوں اتنی جلدی بلا لیا "

کمرے میں آئے جب سے وہ بیڈ پر بیٹھا عمیر اور مروا کو یاد کررہا تھا۔

" نہیں سنبھال پارہا ان تینوں کو میں کیا کروں ۔ "

اگر رائمہ آئمہ اسے یوں روتا دیکھ لیتیں تو اپنے کہے الفاظ پر افسوس کرتیں۔

" سر "

منشاء نے دروازہ نوک کرتے پکارا۔ عرش سختی سے آنکھیں میچے سیدھا ہوا اور چہرہ صاف کیا۔

"آجائیں۔ "

کھڑے ہوتے اجازت دی۔

" خنساء بی بی ٹھیک ہیں۔"

منشاء نے اطلاع دی۔

" ہوش آگیا۔ ؟"

" جی آگیا۔ بہت زیادہ رورہی تھیں میں نے چپ کروا کر نیند کی گولی دی ہے۔ اب سو رہی ہیں"

تفصیل بتائی۔

" ہمم "

وہ بس اتنا ہی بولا۔

"آپ ٹھیک ہیں ؟"

فکر سے پوچھا۔

" نہیں ہوں ٹھیک۔ بہت تکلیف میں ہوں منشاء میں اتنی تکلیف کہ آپ اندازہ نہیں لگاسکتیں۔"

بولتے ہوئے اسکی آواز نم تھی جو منشاء واضح محسوس کرسکتی تھی۔

" سب ٹھیک ہوجائیگا سر اللہ بہتر کریگا۔ "

منشاء نے تسلی دی۔

" کچھ ٹھیک نہیں ہوگا منشاء اسکا ڈر کبھی ختم نہیں ہوگا۔ لوگ مجھے اسے سائیکالوجسٹ کو دکھانے کا کہہ رہے ہیں۔"

" دکھانے میں کوئی برائی نہیں ہے سر۔"

منشاء نے سنجیدگی سے کہاجبکہ اسکی بات پر عرش اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"آپ کو بھی یہی لگتا ہے کہ خنساء پاگل ہے"

افسوس سے پوچھا۔

" مجھے ایسا نہیں لگتا کہ وہ پاگل ہیں۔ اور لازمی نہیں سائیکالوجسٹ کے پاس صرف پاگل جائیں۔ آپکو جو بیماری ہوتی ہے آپ اسکے اسپیشلسٹ کے پاس جاتے ہو تو سائیکالوجسٹ کے پاس جانے میں کیا برائی ہے۔۔ "

منشاء کی بات پر عرش اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔

"کوئی بھی چیز بے وجہ نہیں ہوتی ۔ خنساء بی بی کا ڈر بھی مجھے بے وجہ نہیں لگتا انکے پاس بچپن سے کوئی ایسا ہے بھی نہیں جسے وہ اپنے ڈر کی وجہ بتاتیں اسلیے انکا ڈر بڑھتے بڑھتے اتنا بڑھ گیا ہے کہ وہ کسی سے بھی بات نہیں کرپاتیں یہ کہیں ناکہیں نفسیاتی مسئلے سے جڑتا ہے ابھی تو وہ صرف ڈرتی ہیں پر ممکن ہے آگے جاکر وہ واقعی کوئی زہنی بیماری میں ملوث ہوجائیں۔۔ ایک بار ڈاکٹر کو دکھانے میں کوئی عار نہیں ہے"

عرش کوخاموش دیکھ کر اسنے اپنی بات سکون سے مکمل کی۔

غصے کو ایک طرف رکھے وہ بھی منشاء کی باتوں پر غور کررہا تھا۔ کہیں ناکہیں منشاء کی باتیں درست تھیں۔

" مجھے اسے سائیکالوجسٹ کودکھانا چاہیے ؟"

لب بھینچے پوچھا۔

" جی"

یک حرفی جواب۔

" اسکو برا لگے گا کہ میں اسے سائیکالوجسٹ کے پاس لے کر جارہا ہوں"
خنساء کو سائیکالوجسٹ کے پاس لے جانے کے نام پر اسکا دل بری طرح دکھ رہا تھا۔
"آپ اپنا دل مت دکھائیں سر اللہ سے یہ امید رکھ کر لے کر جائیں کے اس بہانے اللہ انکا ڈر ختم کردے گا۔"
منشاء نے شاید اسکے چہرے سے اسکا دکھ پڑھا تھا جبھی خنساء کی جگہ اسکا دکھ کہا۔
وہ خاموشی سے اثبات میں سر ہلاگیا۔

منہ تکیے میں دیے وہ سائیڈ ٹیبل پر رکھی گھڑی دیکھ رہی تھی گھڑی کی ٹک ٹک اسے پورے کمرے میں گونجتی محسوس ہورہی تھی پوری رات روتے اسنے اپنے دکھوں کا شمار کیا تھا صبح نو بجے بھی جب وہ اپنے کمرے سے باہر نا نکلی تو اسکی امی نے کمرے میں آکر اسکی طبیعت دیکھی آنکھیں لال ہوئی سوجھی ہوئی تھیں ۔
انکے پریشانی سے پوچھنے پر ماہم نے انھیں کل ہوئی ساری بات بتادی جسے سن کے وہ فکر مند ہوئی اور غصہ بھی اپنی بیٹی کی پسند سے وہ پہلے ہی واقف تھیں اور کافی بار وارن بھی کرچکی تھیں کہ عرش اسکے لیے مناسب نہیں ہے پر اسے باز نا آتے دیکھ صبر کا گھونٹ پی لیا تھا اور اب اسکو اس طرح روتے دیکھ انہیں شدید غصہ آیا۔ وہ تو عرش سے محبت بھی صرف اسلیے کرتی تھیں کیونکہ وہ انکی بڑی بہن مروا کا بیٹا تھا لیکن اس بات سے انجان نہیں تھیں کہ باپ کی فطرت کا ہے۔
ماہم کی طبیعت کو نظر انداز کیے انھوں نے ماہم کو بہت باتیں سنائیں اور ساتھ اپنا فیصلہ بھی سنایا کہ اب اسکی عمر نکل رہی ہے اور اب وہ کوئی فضول بات نہیں سنینگی اور جیسے ہی کوئی اچھا رشتہ ملے گا ہاتھ پیلے کردینگی جو ماہم کو فیصلہ کم سزا زیادہ لگی لیکن انکار کی ہمت نہیں تھی جس وجہ سے وہ اب تک انکار کرتی آئی تھی اب وہ وجہ ختم ہوچکی تھی۔

اپنا فیصلہ سناکے وہ کمرے سے نکل گئی ملازمہ کے ہاتھ ناشتہ کمرے میں ہی بھیج دیا ۔

اور اب دوپہر کے دو بج رہے تھے اور وہ ایسے ہی تکیے میں منہ دیے لیٹی تھی۔

دروازہ نوک ہوا پر وہ ایسے ہی بنا جواب دیے لیٹی رہی جواب نا پاکر بھی شاید باہر کوئی ڈھیٹ تھا جو بار بار دروازہ نوک کررہا تھا۔ وہ جھنجھلا کر اٹھی۔

"آجاؤ"

جواباً دروازہ کھول کر تنزیل اندر آیا۔

" تم کیوں آئے ہو ۔"

ڈوپٹہ اوڑھتے سادا لہجے میں پوچھا۔

" اپنی پیاری کزن کو دیکھنے کل بہت غصے میں تھی اسلیے سوچاآج بات کرلوں۔"

بیڈ کے سامنے صوفے پر بیٹھتے کہا۔

" کل کے لیے سوری میں زیادہ ہی روڈ ہوگئی تھی ۔ "

تنزیل کو دیکھتے اسنے سنجیدگی سے کہا۔

" تم ٹھیک ہو ؟"

اسکی آنکھوں کو بغور دیکھتے پوچھا جو سوجھ کے چھوٹی چھوٹی ہوگئی تھیں۔

" تمہیں کیسی لگ رہی ہوں ؟"

الٹا سوال کیا۔

" بیوقوف لگ رہی ہو"

ماہم کو لگا اسنے مزاق کیا پر اسکے تاثرات سنجیدہ تھے ۔

" اس بات کا مطلب کیا سمجھوں میں؟"

جواباً سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہی کے تم بیوقوف ہو جو رو رو کر آنکھیں خراب کرلی ہیں ۔ "

" تو جو میرے ساتھ ہوا اسکے بعد مجھے ہنسنا چاہیے ؟"

تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"کیا ہوا ہے تمہارے ساتھ ؟"

انجان بنتے وہ ماہم کو غصہ دلا گیا۔

"تمہیں نہیں پتامیرے ساتھ کیا ہوا ہے ؟ زیادہ معصوم مت بنو دھوکہ ہوا ہے میرے ساتھ"

بولتے ہوئے وہ رودی۔

"کس نے کیا ہے دھوکہ تمہارے ساتھ ؟"

اب کے سوال پر ماہم کا دل کیا وہ تنزیل کا منہ توڑ دے پر ضبط کرگئی۔

"عرش نے"

چبھا کر کہا۔

"دھوکہ اسنے تمہارے ساتھ نہیں بلکہ تم نے خود اپنے ساتھ کیا ہے ماہم"

"کیا مطلب ہے تمہاری اس بکواس کا ؟"

غصے سے پوچھا۔

"اچھا چھوڑو ایک بات بتاؤ تمہیں عرش سے محبت کیوں تھی ؟"

"اب اس سوال کا مقصد ؟"

نظریں پھیرتے کہا۔

"کیونکہ وہ بہت پوزیسو ہے اپنے سے جڑے رشتوں کے لیے بہت حساس ہے اسے آمنہ رائمہ اور خنساء کی طرف کسی کا دیکھنا بھی برداشت نہیں نا انکا کسی دوسرے کی طرف دیکھنا برداشت ہے۔ یہی وجہ تھی نا؟"

تنزیل نے خود ہی وجہ بتائی جو اکثر وہ ماہم کے منہ سے سنتا آیا تھا۔

"ہمم"

ماہم نے بس اتنا ہی کہا۔

"کیا تمہیں یہ پہلے نہیں پتا تھا کہ وہ خنساء کے لیے بھی اتنا ہی حساس ہے اس سے بھی محبت کرتا ہے ؟"

تنزیل کے سوال پر اسنے اثبات میں سرہلایا۔

"کیا اسنے تم سے ایسا کبھی کہا کہ وہ خنساء کو بہن کی نیت سے دیکھتا ہے یا اسے بہن سمجھتا ہے ؟"

اب کے اسنے نفی میں سر ہلایا۔

"پھر تم کیوں نہیں سمجھی ؟"

"اسنے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ خنساء سے محبت کرتا ہے"

غصے سے کہا۔

"بتایا تو اسنے ابھی بھی نہیں ۔

اسنے تو اب بھی نہیں کہا کے وہ خنساء سے محبت کرتا ہے۔ ابھی بھی تم نے خود محسوس کیا اسکی باتوں سے تم شاید پہلے بھی محسوس کرتی تھی لیکن اگنور کرتی تھی اس میں غلطی تمہاری تھی۔ "

ماہم خاموش رہی۔

"اچھا ایک اور بات بتاؤ وہ تمہارے لیے کبھی اتنا حساس ہوا جتنا ان تینوں کے لیے ہے کبھی اسنے تم پر کوئی پابندی لگائی؟"

ماہم : " نہیں "

" تو پھر تمیں کیوں محسوس ہوا کے وہ تم سے محبت کرتا ہے جبکہ تم نے خود کہا تھا وہ جن سے محبت کرتا ہے انکے لیے بہت حساس ہے۔ "

جواباً وہ پھر خاموش رہی۔

" اچھا سب چھوڑو یہ بتاؤ اگر تمہاری اس سے شادی ہوجاتی اور وہ تم سے کہتا کہ تم مجھ سے نہیں ملوگی تو تم کیا کرتی ؟"

تنزیل نے سکون سے صوفے سے ٹیک لگاتے پوچھا۔

" کیوں منع کرتا وہ ؟کزن ہو تم میرے"

تنک کے کہا۔

" شوہر ہوتا ۔۔اگر کہہ دیتا مجھے تمہارا تنزیل سے ملنا پسند نہیں اسکے سامنے مت جایا کرو اس سے بات مت کیا کرو پھر ؟"

" وہ کیوں ایسی بے تکی بات کرتا کزن ہو تم میرے بچپن سے ساتھ رہے ہیں ہم۔ "

" بات یہ نہیں ہے وہ کیا کرتا اگر وہ منع کرتا تو تم کیا کرتی ؟"

" میں اسکی بات نہیں مانتی"

ماہم نے سچائی سے کام لیا۔
تنزیل مسکرایا۔
" جو چیز دیکھنے میں آپکو اچھی لگے لازمی نہیں آپکے لیے اچھی ہو ۔ اسکا دوسروں کے لیے پوزیسو ہونا تمہیں اچھا لگتا ہے پر جب وہی تمہارے ساتھ ہوتا تم براداشت نہیں کرتی۔
اس دن اسنے صرف یہ سنا تھا کہ میں غنساء سے ملا ہوں تو اسکا رنگ بدل گیا تھا جبکہ یہ معمولی بات تھی۔
جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے بس انسان سمجھتا نہیں ہے ۔ اسلیے رونا بند کرو اور شکر کرو ورنہ جیسے ابھی رورہی ہو بعد میں ساری زندگی روتی۔ "
تنزیل کی باتوں پر وہ خاموشی سے تنزیل کو دیکھنے لگی اور پھر چہرہ ہاتھوں میں چھپا کے رودی۔
" یہ اتنا آسان نہیں ہے"
روتے ہوئے کہا۔
" مشکل بھی نہیں ہے۔ "
سنجیدگی سے کہا۔
" مما میری شادی کہیں اور کررہی ہیں"
روتے ہوئے کہا۔
" تو یہ تو اچھی بات ہے کیا ساری عمر ایسے ہی بیٹھی رہوگی شادی نہیں کروگی ؟ یہ تو اچھی بات ہے گھر سے ایک بلا جائیگی"
تنزیل نے ہنستے ہوئے کہا ماہم نے چہرے سے ہاتھ ہٹاتے اسے گھورا۔
****
اگلے دن عرش نے مینجر سے بول کر بہترین ماہر نفسیات کا معلوم کیا ان سے اپاؤنٹمنٹ لیا ۔ اپاؤنٹمنٹ اگلے دن دوپہر بارہ بجے کا ملا۔
منشاء غنساء کو سمجھا چکی تھی پہلے تو وہ یہ سن کے روئی اور منشاء کے ساتھ رائمہ آئمہ کو بھی یقین دلایا کہ وہ پاگل نہیں ہے اور ماہر نفسیات کے پاس نہیں جائیگی۔
لیکن منشاء کے پیار سے سمجھانے سے مان گئی۔
****

اگلے دن منشاء کے ساتھ وہ عرش کے بتائے ہاسپٹل پر آئی عرش انکے ساتھ نہیں تھا کیونکہ کل کے بعد اگر وہ خنساء کے سامنے آتا تو وہ دیکھتے ہی روتی یا ممکن تھا کہ واپس بے ہوش ہوجاتی۔

" میں سمجھ گئی مسٹر دیوان آپ بے فکر رہیے میں انکو بہت نرمی سے ٹریٹ کرونگی اور ہمارے پاس مریض کو نرمی سے ہی ٹریٹ کیا جاتا ہے۔"

ڈاکٹر سدرہ نے نرمی سے کہا۔

" وہ مریض نہیں ہے ڈاکٹر "

عرش نے بے چینی سے کہا۔

" مسٹر دیوان جب تک ہم مریض کو مریض نہیں سمجھینگے انکا علاج نہیں کرسکتے اور اگر وہ مریض نہیں ہیں تو آپ انہیں یہاں کیوں لائے ہیں ؟"

انکی بات پر عرش نے پہلو بدلا۔

"بخار ہوتا ہے یا کوئی دوسری بیماری تو آپ ڈاکٹرز کے پاس جاتے ہیں تو ٹھیک۔۔ لیکن ماہرنفسیات کے پاس آنا یا کسی کو لانا آپ لوگ گناہ کیوں سمجھتے ہیں یہ بھی مرض ہے ہر ہاسپٹل کی طرح یہاں بھی علاج ہی ہوتا ہے۔ "

انکو عرش کا ایسا رویہ برا لگا تھا۔

"آئی ایم سوری میں بس اتنا کہنا چاہ رہا تھا وہ بہت حساس ہے بہت زیادہ وہ نئے لوگوں کو دیکھتے ہی سہم جاتی ہے۔ "

" ڈونٹ وری اللہ نے چاہا تو جب انکے سیشنز کمپلیٹ ہونگے تو نئے ہو یا پرانے وہ سب سے خوداعتمادی سے ملینگی۔ "

ڈاکٹر سدرہ نے مسکرا کر کہا۔

جواباً عرش بھی مسکرایا۔

" میری ایک اور ریکویسٹ تھی۔"

"آپ بلا جھجھک ہوکر کہیں "

" میں چاہتا ہوں اسکے تمام سیشنز میرے سامنے ہوں ۔"

" سوری مسٹر دیوان ایسا ممکن نہیں ۔ آپ نے خود بتایا وہ آپ سے بھی بہت ڈرتی ہیں اور میں ٹریٹمنٹ میں کوئی سمجھوتہ نہیں کرسکتی۔"

دو ٹوک انداز میں قطعیت سے کہا۔

"آپ چاہیں تو انکے سیشنز سن سکتے ہیں "

عرش کو خاموش دیکھ کچھ سوچتے کہا۔

"کیسے کیا یہ ممکن ہے ؟"

" جی ممکن ہے آپ مجھ سے کال پر کنیکٹ رہتے سن سکتے ہیں میں اپنا سیل درمیان میں رکھ دونگی۔"

انکی بات پر عرش نے اثبات میں سرہلایا۔ کچھ اور باتیں ہوئیں پھر نرس نے آکر بتایا کہ خنساء آچکی ہیں۔ عرش روم سے باہر نکلا تو خنساء اور منشاء سامنے ہی کھڑی تھیں وہ جو پہلے سے ہی بری طرح نروس تھی عرش کو دیکھتے مزید سہم گئی۔ عرش بنا کچھ بولے اسکے سامنے سے گزر کر پیچھے بینچ پر بیٹھ گیا۔

منشاء نے اسے کمرے میں بھیجا لیکن اسنے اکیلے جانے سے انکار کردیا لیکن منشاء کے بار بار سمجھانے پر وہ مان گئی ۔مان جانے کی ایک وجہ عرش بھی تھا جو وہیں پیچھے بیٹھا تھا ۔

****

"اسلام و علیکم آجاؤ "

ڈاکٹر سدرہ نے اسے نم آنکھوں سے دروازے کے پاس کھڑا دیکھ کر مسکرا کر اسے اشارے سے اندر آنے کا کہا۔ مگر وہ بنا جواب دیے ویسے ہی کھڑی رہی۔

ڈاکٹر سدرہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی اور خنساء کے پاس آئی انکے پاس آنے پر وہ نروس ہوتی اور پیچھے ہوئی پر باہر نا جاسکی کیونکہ باہر عرش تھا۔

"آجاؤ یار میں بھی پہلے ایسے ہی ڈرتی تھی کسی نئے انسان کو دیکھ کر جسٹ ریلیکس۔"

ڈاکٹر سدرہ بازو سے تھام کر اسے ٹیبل کے قریب لائیں اور کرسی پر بٹھایا اور خود اپنی کرسی پر بیٹھنے کی جگہ خنساء کے برابر رکھی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

" بہت پیاری ہو ماشاءاللہ سے نام کیا ہے تمہارا؟"

بلکل دوستانہ انداز میں پوچھا۔

" خ۔۔خنساء "

" ماشاءاللہ سے نام بھی بہت پیارا ہے۔ "

مسکرا کر کہتے وہ خنساء کے ہاتھوں کو دیکھنے لگیں جو ہلکے ہلکے کانپ رہے تھے۔

"آپ کو مجھ سے ڈر لگ رہا ہے ؟"

پیار سے پوچھا۔

" نن۔۔نہیں ۔"

ادھر ادھر دیکھتے وہ بس اتنا ہی بولی۔

" لگنا بھی نہیں چاہیے میں اتنی خوفناک بھی نہیں دکھتی۔ "

کہہ کر وہ خود ہی ہنسی۔

ایسے ہی بیٹھے وہ خنساء سے نارمل گفتگو کرنے لگیں ۔ اس سے پڑھائی کے متعلق پوچھا دوستوں کا پوچھا پسندیدہ کھانا پوچھا پسندیدہ رنگ اسکو جو جو پسند تھا پوچھا پہلی ملاقات میں جو کوئی بھی شخص کسی دوسرے سے پوچھتا ہے ڈاکٹر نے وہی پوچھا ۔

ایک گھنٹے کی گفتگو میں وہ ریلیکس ہوچکی تھی۔ انہوں نے کہیں سے بھی یہ محسوس نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ ڈاکٹر ہے یا پھر خنساء کوئی مریض ۔

" اب تو ہم دوست ہیں نا ؟"

ڈاکٹر سدرہ نے اسکے آگے کافی کا کپ بڑھاتے پوچھا۔

" جی "

خنساء مسکرائی۔

" ہمم یہ ہوئی نا بات۔ ویسے مسکراتی ہوئی اورپیاری لگتی ہو تو پھر ایسی رونی شکل کیوں بنا کے رکھتی ہو مسکراتی کیوں نہیں ہو ؟"

ڈاکٹر سدرہ نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔ جواباً وہ نظریں جھکا گئی۔

کمرے کے باہر بیٹھا کان میں بلوٹوتھ لگائے عرش کا شدت سے دل چاہا کہ وہ اسے مسکراتا ہوا دیکھے ۔۔ دیکھے کہ وہ مسکراتی ہوئی کتنی پیاری لگتی ہے۔

" اچھا چھوڑو اب آپ میری دوست ہو میں مسکرانا ہنسنا بولنا سب سیکھا دونگی۔ "

ڈاکٹر سدرہ کی بات پر وہ پھر مسکرائی۔

" اچھا بتاؤ مجھ سے دوستی کرکے خوشی ہوئی ؟"

"جی۔"

"مجھے بھی بہت ہوئی اس لیے آئندہ آپکو دوست کی بات بھی ماننی ہے"

خنساء : "جی"

"میری اتنی لمبی لمبی باتوں کا اتنا سا جواب -- "

ڈاکٹر سدرہ نے منہ بنایا۔

"میں میڈیسنز لکھ کر دونگی آپ کو وہ پابندی سے لینی ہے وہ کسی دوسری چیز کی نہیں صرف وٹامن کی ہیں"

ڈاکٹر کی بات پر اسنے خاموشی سے اثبات میں سر ہلایا۔

"گڈ-- موبائل ہے آپ کے پاس ؟"

خنساء نے نفی میں سر ہلایا۔

"اوکے میں مسٹر دیوان سے کہونگی وہ آپکو موبائل دلادیں اب دوست سے کبھی بھی بات کرنے کا دل چاہ سکتا ہے نا"

وہ کہتے ہوئے پرچے پر کچھ لکھنے لگیں۔ تھوڑی اور بات کرکے انہوں نے اسے جانے کی اجازت دی - ان سے اجازت ملنے پر خنساء باہر چلی گئی اور اسکے باہر نکلنے کے بعد عرش اندر آیا۔

"اسلام و علیکم۔"

اندر آکر سلام کیا۔

"وعلیکم اسلام مسٹر دیوان بیٹھیے"

پروفیشنل انداز میں کہا۔ تھوڑی دیر پہلے جو خنساء سے بات کرتے وقت لہجے میں شہد سی مٹھاس گھلی تھی وہ خنساء کے جاتے ہی ختم ہوچکی تھی۔

عرش خاموشی سے انہیں منتظر نظروں سے دیکھنے لگا۔

"وہ نارمل نہیں ہیں مسٹر دیوان -

عرش نے لب بھینچے۔

اور آپ نے بہت اچھا کیا کہ انہیں صحیح وقت پر لے آئے انکی جو کنڈیشن ہے اس لحاظ سے ممکن تھا کہ وہ نس پھٹ کے مرجاتیں یا پاگل ہوجاتیں۔"

انکی بات پر عرش کا دل حلق میں آیا۔۔

" مسٹر دیوان مجھے نہیں پتا گھر میں آپکا رویہ کیسا ہے لیکن جیسا بھی ہے آپکو اپنا رویہ بہت دوستانہ کرنا پڑیگا لہجے میں مٹھاس اور محبت گھولنی پڑیگی۔ انکو پیار کیئر اور دوست کی ضرورت ہے اس طرح کہ مسائل انہیں لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں جو اپنی سوچ اپنے احساسات کو اپنے اندر قید رکھتے ہیں ۔ ہر چیز کی ایک اہلیت ہوتی ہے جب وہ حدود ختم ہوجائے تو یہی ہوتا ہے۔۔ "

" ایسا رویہ اختیار کرنے کے لیے تو مجھے بھی سیشنز لینے پڑینگے "

وہ زیر لب بڑبڑایا۔

"آپ نے کچھ کہا۔ ؟"

" جی میں پوری کوشش کرونگا۔"

سنجیدگی سے کہا۔

" یہ سیشنز صرف ہاسپٹل تک نہیں ہوگے مسٹر دیوان رات میں بھی ہوسکتے ہیں اور دن میں کسی بھی وقت آپ انکو موبائل دلا دیں "

" ابھی نقصان برداشت کیے مہینہ بھی نہیں ہوا"

وہ پھر بڑبڑایا۔

"آپ نے کچھ کہا۔ "

ڈاکٹر سدرہ نے کاغذ پر کچھ لکھتے نظریں اٹھاکر عرش کو دیکھا۔

" جی میں کہہ رہا تھا واٹس ایپ کی ضرورت تو نہیں پڑھیگی نا ؟ کیونکہ اسے ٹچ موبائل پسند نہیں "

مصلحت سے کہا۔

" اٹس اوکے مسٹر دیوان انکو جیسے سہولت ہو ۔"

ڈاکٹر سدرہ مسکرا کر کہتیں واپس کاغذ پر کچھ لکھنے لگیں۔

لکھنے کے بعد کاغذ عرش کی جانب بڑھایا۔

" یہ میڈیسنز انہیں پابندی سے دینی ہیں۔۔ ٹائمنگ ساتھ لکھ دی ہے "

عرش نے اثبات میں سرہلاتے پرچا اٹھایا اور اگلے سیشن کا پوچھ کہ سلام کرکے باہر نکل گیا۔ منشاء اور خنساء پہلے ہی جاچکی تھیں

" خنساء"

وہ تینوں گھر کے پچھلے حصے میں بنے اسٹور میں گھسی رائمہ آئمہ کے بچپن کے کھلونے تلاش کررہی تھیں انکا کمرہ جو بڑے ہونے کے ساتھ سادہ ہوگیا تھا اسے اب واپس فیری ٹیلز کی طرح سجانا چاہتی تھیں اسلیے سب سے پہلے اپنی تمام گڑیا تلاش کررہی تھی جن میں سے اب تک صرف چار ملی تھیں۔

عرش کے پوچھنے پر منشاء نے انہیں بتایا تھا کہ وہ تینوں اسٹور میں ہیں پہلے تو اسے غصہ آیا کہ وہ تینوں اسٹور میں کیوں ہیں پر پھر ڈاکٹر سدرہ کی بات یاد آتے خود پر ضبط کیا جبکہ مسکرانا بہت زیادہ مشکل لگ رہا تھا جان کر کے مسکرانا۔

اسٹور میں آیا تو وہ تینوں ہی اسے وہاں نظر نہیں آئیں پر سامان کے پیچھے سے آواز آرہی تھی تو دوقدم اسٹور کے اندرآکر پکارا۔ اندر آتے ہی اسے گھٹن کا احساس ہوا۔

عرش کی آواز پر وہ تینوں ہی اچھلی تھیں اور بد قسمتی سے خنساء اور رائمہ جو ساتھ تھیں انکا سر ڈریسنگ ٹیبل کے اوپر گری راڈ سے ٹکرایا اور سر مسلتے انکے منہ سے عجیب آوازیں نکلیں جسے دیکھ کر عرش کو ہنسی تونہیں آئی پر پھر بھی آواز کے ساتھ ہنسا رائمہ اور خنساء نے بے ساختہ اپنے سر کو چھوڑ کر عرش کو دیکھا کچھ ایسی ہی حالت آئمہ کی بھی تھی۔

" میں کیوں ہنسا ؟"

دل میں سوچتے اسکی مسکراہٹ سمٹی اور وہ ان تینوں کو دیکھنے لگا آج سے پہلے اتنی عجیب سچویشن اس پر نہیں آئی تھی دو سیکنڈ کے لیے تو دل کیا باہر بھاگ جائے۔

اسے دیکھنے پر خنساء فورا نظریں جھکا گئی جبکہ رائمہ آئمہ اب بھی عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

" پی--یہاں کیا کررہی ہو۔ "

اسکا لہجا لڑکھڑایا رائمہ آئمہ کی نظریں اسے کنفیوز کررہی تھیں ۔

" ہم اپنی ڈولز لینے آئے تھے۔ اپنا کمرہ سجانے کے لیے ۔"

رائمہ نے ہاتھ میں پکڑی گڑیا دکھاتے کہا۔

" ہائے دا وے یہ میری ڈولز تھیں۔"

رائمہ کے ہاتھ سے گڑیا لیتے مسکرا کر کہا۔ ایک بار پھر وہ دونوں اسے حیرت سے گھورنے لگیں آج وہ جھٹکے پر جھٹکا دینے پر تلا تھا۔

"گڑیا لڑکیوں کی ہوتی ہیں"

آئمہ نے کہا۔

" یہ کہاں لکھا ہے کہ گڑیا صرف لڑکیوں کی ہوتی ہیں ۔ لڑکوں کی بھی ہوتی ہیں جیسے تم تینوں میری ہو۔ "

اب کے دونوں کا منہ کھل گیا ۔ وہ بنا پلکیں جھپکے عرش کو گھور رہی تھیں خنساء کی کیفیت بھی عجیب ہورہی تھی۔

" یہاں بہت ڈسٹ اور گرمی ہے باہر چلو۔"

ان کے گھورنے پر گڑیا واپس رائمہ کے ہاتھ میں پکڑاتے وہ مڑ گیا۔ مڑتے ہی اسنے ایک گہری سانس چھوڑی جیسے بہت بڑی مشکل سے نکلا ہو۔

پورا دن آفس میں وہ ڈاکٹر سدرہ کی باتوں کو سوچتا رہے تھا۔ خنساء کے بارے میں جو انھوں نے بتایا وہ نظرانداز کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

اور دوسرے پہلو سے سوچا جاتا تو وہی کنڈیشن رائمہ آئمہ کی بھی ہوسکتی تھی کیونکہ وہ بھی اسی ماحول میں رہتی تھیں ان تینوں کے لیے اسے لازمی خود کو تھوڑا بدلنا تھا جو اسے بہت زیادہ مشکل لگ رہا تھا۔ وہ تو ان سے کام کے علاوہ کوئی بات بھی نہیں کرتا تھا پھر ہنسی مزاق اور دوستانہ رویہ تو بہت مشکل تھا اور اب پہلی کوشش پر ہی اسے بہت شرمندگی محسوس ہورہی تھی۔

"بھائی۔ "

رائمہ کے پکارنے پر وہ ہوش میں آیا۔

" ہمم۔"

نظر خنساء کے جھکے چہرے پر پڑی تو کوفت ہوئی دل میں سوال اٹھا (کیا اسکی گردن میں ہڈی نہیں ہے جو سیدھی نہیں رہتی)

"آپ یہاں کیوں آئے تھے اور خنساء آپی کو کیوں پکارا تھا"

رائمہ کے یاد دلانے پر وہ سوچنے لگا وہ یہاں آیا کیوں تھا۔۔

" افففف ڈاکٹر سدرہ ایسا رہا تو خنساء کے ٹھیک ہونے تک میں پاگل ہوجاؤنگا۔ "

منہ میں بڑبڑایا۔

" جی ؟"

دونوں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تیار ہوجاؤ ہم باہر چلینگے ؟"

بول کے وہ وہاں سے نکلنے لگا مزید انکی نظریں برداشت کرنا محال تھا۔

" ہم سے مراد کون کون؟"

آئمہ نے فورا پوچھا۔

" تم تینوں اور میں۔ "

لب بھینچے کہا ۔ اسے آئمہ رائمہ پر سخت غصہ آیا۔

"آپ بھی ؟"

اب کے رائمہ نے حیرت سے کہا۔

جواباً عرش نے غصے سے گھورا۔

رائمہ :" سوری"

نظریں جھکا کے کہا۔

"کہاں جارہے ہیں ویسے ؟"

آئمہ نے جاتے دیکھ پھر پوچھا۔ سختی سے آنکھیں میچ کے وہ گہری سانس لیتے مڑا۔

" جہنم میں"

سنجیدگی سے کہا اسکی بات پر وہ دونوں واپس اسے دیکھنے لگیں لیکن اس بار چہرے کے تاثرات بجھے ہوئے تھے۔

آج پہلی بار اسنے انکا بجھا چہرہ دل سے محسوس کیا تھا ابھی اپنی بات سے پہلے ان دونوں کے چہرے پر وہ شرارت محسوس کرسکتا تھا۔

" جہنم میں جانے سے تو رہے۔ آئسکریم کھانے جارہے ہیں واپسی پر خنساء کو موبائل بھی دلانا ہے۔ "

مسکرا کر کہتے ساتھ وہ فورا وہاں سے چل دیا ۔

" جیسے جیسے بڑھاپا آرہا ہے دماغ چل رہا ہے انکا"

آئمہ نے مزاق اڑاتے کہا۔

" ویسے بول کیسے رہے تھے جیسے تم تینوں میری گڑیا ہو۔ کیا انہوں نے واقعی یہ کہا تھا یا ہمارے کان بجے ؟"

رائمہ نے تشویش سے پوچھا۔

" کہا تو یہی تھا۔ بول تو رہی ہوں دماغ چل رہا ہے۔۔ بلکہ سب چھوڑو پاگل بھائی خنساء آپی کو موبائل دلارہے ہیں۔ "

اچانک یاد آتے خوشی سے اچھلتی وہ رائمہ کے گلے لگ گئ۔

پھر دونوں ایک دم چونک کے الگ ہوئی اور خنساء کی طرف مڑیں ۔ وہ جو انہیں ہی دیکھ رہی تھی جیسے وہ دونوں کوئی پاگل خانے سے فرار ہوئے پاگل ہوں۔

" خبردار آپی اگر اس بار موبائل کو غلط ارادے سے چھوا بھی تو"

آئمہ نے سنجیدگی سے خبردار کیا۔

" میں کیوں غلط ارادے سے چھوؤنگی ؟"

خنساء نے گھورا۔

" ہاں آپ چھوئینگی نہیں توڑ دینگی۔"

رائمہ نے بھی تائید کی۔

جواباً خنساء نے گھورا۔

" ایسے مت گھوریں جلدی سے تیار ہوجائیں۔ "

" میں نہیں جانا چاہتی۔ "

رونی صورت بناکے کہا۔

" اوکے مرضی ہے بھائی کو جاکر منع کردیں۔ "

کندھے اچکا کر وہ دونوں آگے کی طرف بڑھ گئیں۔

****

خنساء کو مجبوراً انکے ساتھ جانا پڑا تھا کیونکہ عرش کو منع کرنے کی ہمت نہیں تھی۔
رائمہ آگے عرش کے ساتھ بیٹھی تھی اور آئمہ پیچھے خنساء کے ساتھ۔آئسکریم وہ لوگ کھا چکے تھے اب دونوں موبائل کے لیے ایکسائٹڈ تھیں۔
موبائل مارکیٹ سے تھوڑا دور گاڑی روک کر عرش نے انہیں اندر رہنے کی ہدایت دی اور چلا گیا۔
" رائمہ مجھے لگتا ہے ہمارے دن پورے ہوگئے ہیں "
آئمہ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔
" کیوں ؟ "
آئمہ : " سب ہماری خواہشات کے مطابق ہورہا ہے۔ ناگن ڈرامے جیسی کامنی دیوی جیسے ہمارے بھائی رِشی کی بی جی جیسے پولائٹ ہورہے ہیں۔
بنا کچھ کہے موبائل واپس آرہا ہے۔ اسکول سے آیا لیٹر جن کی طرح غائب ہے "
" تمہیں کیسے پتا چلا وہ لیٹر غائب ہوگیا۔ "
رائمہ سیدھی ہوئی۔
" یار عقل کی بات ہے اگر وہ لیٹر بھائی پڑھ چکے ہوتے تو کیا ابھی ہمیں آئسکریم کھلاتے ؟ بلکہ اسی آئسکریم میں زہر ملا کر دے دیتے۔"
" ہاں یہ تو ہے ۔ ویسے بھائی کے ساتھ باہر آنے میں کتنا مزہ---!"
رائمہ کہتے کہتے رکی جب نظر سامنے روڈ پر پڑی جہاں گرے کلر کے سوٹ میں کوئی دوسرے روڈ پہ گرا ہوا تھا لوگوں کے جمع ہونے کی وجہ سے وہ وجود چھپ چکا تھا پر روڈ پر دور سے نظر آتا خون رائمہ کی بات منہ میں ہی دبا گیا۔ وہ سکتے کی حالت میں روڈ کو دیکھ رہی تھی۔
" کیا ہوا ؟"
اسکی نظروں کا زاویہ دیکھتے اسنے سامنے دیکھا جہاں لوگوں کی بھیڑ لگی تھی۔
" بھ--بھائی--- بھائی۔ "
سکتہ ٹوٹتے ہی وہ ہکلاتی ہوئی بولی آنکھیں لمحے میں آنسوؤں سے بھری تھیں۔
"کک کیا ہوا۔"
اب کے اسکو اس طرح روتے دیکھ خنساء کا دل بھی ڈرا۔

" بھائی۔۔ "

کہتے ہوئے وہ گاڑی سے نکل کر باہر بھاگی۔ اسکی بات اور لوگوں کو دیکھتے آئمہ رائمہ کی بات سمجھتے خود بھی گاڑی سے نکلتے اس سمت بھاگی۔

خنساء خالی گاڑی میں بیٹھے روڈ پار دیکھنے لگی جہاں رائمہ اور آئمہ جارہی تھی۔ دل تو پہلے ہی ڈرتا تھا پر اب خوف سے لرزنے لگا تھا رائمہ کی بات کا مطلب اسے بھی سمجھ آرہا تھا پر اسکے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اٹھ کر باہر جاسکے۔

وہیں روتے ہوئے بیٹھی وہ پاؤں اوپر کرکے گھٹنوں میں سر دے گئی۔ آنکھیں میچے وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ وقت اور حالات سے چھپ جائیگی۔

وہ دونوں بھاگتی ہوئی گئی تھیں اور روڈ پر لوگوں کا ہجوم چیرتی ہوئی اس وجود تک پہنچی۔ لوگ اس وجود کو اٹھائے گاڑی میں ڈال رہے تھے

۔

انکو وہ عرش لگا کیونکہ عرش نے بھی گرے کلر کا سوٹ پہنا تھا اور وہ شخص پیچھے سے عرش جیسا ہی لمبا چوڑا تھا

اس سے پہلے وہ مزید آگے بڑھتیں کسی نے رائمہ کو بازو سے پکڑ کر کھینچا ۔

وہ جھٹکے سے مڑی پیچھے دیکھنے لگی سامنے ہی عرش غصے سے جبڑے بھینچے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ آئمہ بھی مڑ کر حیرت سے اپنے سامنے کھڑے عرش کو دیکھ رہی تھی۔

اس سے پہلے عرش کچھ کہتا یا انہیں اپنے ساتھ گھسیٹتا رائمہ بنا جگہ کی پرواہ کیے اسکے سینے سے لگ گئی اسکے گرد بازو لپیٹے رودی ابھی وہ سمجھ بھی نا سکا تھا کہ آئمہ بھی اسکے بازو سے لپٹ گئی۔

غصہ حیرت میں بدلا اور وہ دونوں کے سروں کو دیکھنے لگا پھر نظر سامنے روڈ پر پڑی جہاں بہت لوگ کھڑے انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔ وہ مارکیٹ کے سامنے کا روڈ تھا جہاں رش زیادہ رہتا تھا۔

" رائمہ آئمہ۔۔"

نرمی سے الگ کرنا چاہا۔

" ہم سمجھے تھے ۔۔وہ۔۔وہ آپ تھے ۔ "

رائمہ نے الگ ہوتے ہتھیلی سے اپنی آنکھیں صاف کی۔

" کون"

نا سمجھی سے پوچھا۔

" جسکا ایکسیڈینٹ ہوا۔ "

آئمہ اب بھی اسکے بازو سے لگی تھی۔ اسکی بات سنتے عرش نے اسے خود سے الگ کیا۔

" اسکو جو انہیں مردوں کے درمیان دیکھ کر شدید غصہ آیا تھا اب دل میں اتنا ہی پیار آرہا تھا۔ محبت تو وہ انہیں سب سے زیادہ کرتا تھا اور بچپن سے کرتا تھا لیکن اسے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ وہ دونوں بھی اس سے محبت کرتی ہیں ۔ اس وقت اسے خنساء کی غیر موجودگی شدت سے چبھی تھی۔ کیا اسنے ایکسیڈینٹ نہیں دیکھا تھا یا عرش کے مرنے سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

" رونا بند کرو شاباش وہ میں نہیں تھا۔ میرے پاس اتنی پیاری گڑیا ہیں مجھ سے اتناپیار کرتی ہیں پھر مجھے کیسے کچھ ہوسکتا ہے ۔ "

دونوں کو اپنے ساتھ لیے وہ روڈ کراس کرنے لگا۔ اسکی بہنیں بھی اس سے محبت کرتی ہیں یہ بات اسے سرشار کرگئی تھی۔ ہوش سنبھالے جب سے آج انہوں نے پہلی بار ایسا رد عمل دکھایا تھا جس سے انکی محبت جھلکے ۔

انکو لیے وہ گاڑی تک آیا دونوں واپس گاڑی میں بیٹھیں اب رونا بند ہوچکا تھا ۔اس بار آئمہ آگے اور رائمہ پیچھے بیٹھی عرش ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور تھیلی میں سے موبائل کا ڈبہ نکالنے لگا۔ اب اسے رائمہ آئمہ کا ری ایکشن بھی دیکھنا تھا وہ بہت اچھے سے جانتا تھا اسکی بہنیں اتنا کیوں چھپارہی ہیں۔

اب جب انکو پتا چلتا کہ خنساء کو ٹچ نہیں بلکہ چھوٹا بٹن والا موبائل مل رہا ہے تو چہرہ دیکھنے لائق ہوتا۔

"آپی کیا ہوا؟"

خنساء کو دیکھتے رائمہ نے فکرمندی سے پکارا اور خنساء کے قریب ہوئی آئمہ اور عرش بھی اسکی طرف متوجہ ہوئے۔

"آپی کچھ نہیں ہوا بھائی کو وہ کوئی اور تھا۔ "

خنساء نے چہرہ اوپر اٹھایا تو پورا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا رائمہ اسکے آنسو پونچھتے اسے چپ کروانے لگی جبکہ عرش حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ اسکے لیے رورہی تھی ؟ ۔

کیا واقعی ؟ خنساء جو عرش سے اتنا ڈرتی ہے کہ مخاطب ہونا تو دور کی بات وہ جواب تک نہیں دے پاتی وہ اسکے لیے رورہی ہے۔ دل ایک دم خوشگوار حیرت سے دھڑکہ مسکرا کر وہ سیٹ سے پشت لگائے آنکھیں موند گیا۔ رائمہ اور آئمہ اسے چپ کروارہی تھی۔

کچھ دیر بعد سب نارمل ہوا گاڑی میں خاموشی ہوئی تو عرش نے آنکھیں کھول کر دیکھا وہ تینوں نارمل ہوچکی تھیں۔ عرش نے خاموشی سے گاڑی اسٹارٹ کی۔ تھوڑی دیر بعد تھیلی پیچھے کی طرف بڑھائی جسے رائمہ نے فورا سے تھام لیا وہ جانتی تھی اندر موبائل تھا۔

جلدی سے تھیلی کھول کر موبائل نکالا اور پھر جو موبائل کا ڈبہ سامنے آیا وہ ایک بار پھر صدمے میں چلی گئی۔ کچھ ایسی ہی حالت آئمہ کی بھی تھی لیکن پر دل پر پتھر رکھتے ڈبہ کھولا تو ایک اور صدمہ اندر موبائل ہی نہیں تھا۔

" اس میں تو موبائل ہی نہیں ہے "

حیرت سے پوچھا۔

" میں نے کب کہا اس میں موبائل ہے -- موبائل یہ رہا - "

جیب سے موبائل نکالتے پیچھے دیا۔ پانچ انچ کا چھوٹا سا بٹن والا موبائل دیکھ کر انکے لیے آنسو ضبط کرنا مشکل ہوگیا۔

موبائل رائمہ کے ہاتھ میں تھا جب بجنا شروع ہوا اسکرین پر ڈاکٹر سدرہ کا نام جگمگا رہا تھا۔ رائمہ جانتی تھی وہ خنساء کی ڈاکٹر کا فون ہے اسلیے خنساء کے آگے بڑھا دیا۔

" ہیلو۔"

فون اٹھاتے ہی آواز آئی۔

وہ کنفیوز سی سمجھ نہیں پارہی تھی کیا کرے کیونکہ گاڑی میں عرش بھی تھا بات کرنی مشکل ہوتی۔ لیکن بار بار ڈاکٹر سدرہ کے ہیلو کہنے پر اسے بھی کہنا پڑا ۔ پھر تمام راستہ وہ ہلکی آواز میں ہمم ہاں جی میں ڈاکٹر سدرہ کی باتوں کاجواب دینے لگی۔

" دیکھا تم نے میں بلاوجہ سوچ رہی تھی وہ بدل گئے۔ کیسے ہمارے زخم ادھیڑے ہیں انہوں نے"

جب سے گھر آئی تھیں ایک لمحے کو چین نصیب نہیں ہوا تھا۔

" انکو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

پہلے دلایا تو اتنا اونچا پھر اب اتنا گرا ہوا۔ "

موبائل کو لے کر دونوں دکھی تھے۔

" یہ موبائل خنساء آپی توڑیں نا توڑیں میں توڑ دونگی"

رائمہ نے غصے سے کہا۔

آئمہ : " ہمم "

"ویسے ایک بات ہے ہم کچھ زیادہ ہی ایموشنل نہیں ہوگئے تھے۔ ؟ "

آئمہ نے شرمندگی سے پوچھا۔

" ہاں مجھے بھی سوچ کر کافی عجیب لگ رہا ہے پتا نہیں اب بھائی کے سامنے کیسے جائینگے کیاسوچ رہے ہونگے وہ ہمارے بارے میں "

رائمہ نے بھی پریشانی سے کہا۔

اس وقت جذبات میں وہ روتے ہوئے عرش کے گلے تو لگ گئی تھیں پر اب سوچ سوچ کر برا حال ہورہا تھا۔

" ویسے پورا انڈین ڈرامے والا سین تھا نا۔"

آئمہ شوخ ہوئی۔

" ہاں تھا تو ویسے ہی۔۔ ہائے کاش کوئی ریکارڈ کرلیتا"

رائمہ نے بھی آہ بھری۔

" ویسے ہم روئے کیوں تھے ؟ اگر بھائی نا ہوں تو ساری پابندیاں ہٹ جائینگی۔ "

آئمہ جو کب سے یہی بات سوچ رہی تھی بول اٹھی۔

" دماغ خراب ہے چماٹ لگاؤنگی اللہ نہ کرے کچھ ہو انہیں "

رائمہ فورا غصہ ہوئی۔

" حد ہے میں کب بول رہی ہوں انہیں کچھ ہو میں تو بس یہی بول رہی ہوں کے ہمارے دل میں ایسا کیوں نہیں آیا ؟"

" کیونکہ ہم بہت سخی ہیں ۔

اپنی خواہشات کے لیے کسی کے مرنے پر خوش نہیں ہوسکتے۔"

رائمہ نے شانِ بے نیازی سے کہا۔

" اچھا سنو تمہیں پتا ہے مجھے پیار ہوگیا ہے۔ "

آئمہ جو بیڈ کی چادر درست کرتے لیٹنے کی تیاری کرہی تھی حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

" کس سے ؟"

بیڈ پر کودتے وہ لمحے میں اسکے پاس تھی۔

" لڑکے سے"

آئمہ نے اسے گھورا۔

" مزاق کررہی ہوں ۔۔ لیکن سچ کہوں تو مجھے تم پر ٹرسٹ نہیں ہے اسلیے میں تمہیں بلکل نہیں بتاؤنگی"

شانے اچکاتے آئمہ اسکے پاس سے اٹھی ۔

" مرضی ہے۔۔ اور میں بھی تمہیں بتادوں تمہاری فضول گوئی سننے کا مجھے بھی بلکل شوق نہیں ہے اور اب اگر تم بتانا بھی چاہو میں تب بھی نہیں سنونگی"

ڈوپٹہ درست کرتے وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی اب موڈ تبدیل ہوچکا تھا اور لیٹنے کا ارادہ بھی۔

" میں بتانا چاہتی بھی نہیں۔ "

دل جلانے والی مسکراہٹ اچھالتے وہ بیڈ پر لیٹ گئی جبکہ دوسری طرف آئمہ کلس کے رہ گئی۔

****

" اتنا بھی مشکل نہیں تھا۔"

کمرے کی کھڑکی پر کھڑا وہ خود پر حیران تھا۔

وہ یہ سوچ سوچ کر ہلکان تھا کہ وہ اپنا رویہ اتنا کیسے تبدیل کرے گا اسے یہ ناممکن لگ رہا تھا۔ لیکن اب پہلی کوشش میں ہی اسے احساس ہورہا تھا کہ یہ اتنا مشکل بھی نہیں ہے ۔ بس بہت عجیب لگ رہا تھا۔ اسے خود پر ہنسی آرہی تھی خود کو وہ کوئی عجوبہ محسوس ہوا تھا جب وہ ان تینوں کے سامنے ہنسا تھا۔

اور پھر اس سے زیادہ عجیب انکی نظریں پھر انکے سوال ۔

خیر جو بھی تھا پر ایک چیز نے اسے بہت زیادہ خوشی دی تھی وہ تھی ان تینوں کی آنکھ میں آنسو جو اسکو کھونے کے ڈر سے نکلے تھے ۔سرشاری سے مسکرا کر اسنے گہری سانس لی اور بیڈ پر بیٹھ گیا۔

پہلی کوشش میں ہی دل کی حالت بدل رہی تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے ایک چھوٹے سے گھٹن زدہ کمرے سے نکل کر وہ کھلی فذا میں جارہا ہو۔

اب وہ اپنے اندر اتنا اعتماد پارہا تھا کہ آگے بھی وہ اپنی یہ کوشش جاری رکھ سکے۔

البتہ رائمہ آمنہ کی موبائل کو لیتے روتی شکل اسے بار بار مسکرانے پر مجبور کررہی تھی۔

****

"" Stress of anxiety کے اور کچھ اور ضروری ٹیسٹ ہوئے ہفتے میں تین دن انھوں نے ملاقات رکھی باقی دن فون پر سیشنز ہوئے۔

ان تین دنوں میں سے ایک بھی دن اسکا سیشن کلینک میں نہیں ہوا تھا۔ ایک دن کافی شاپ دوسرے دن پارک اور تیسرے دن خنساء کے کمرے میں ۔

فون پر ڈاکٹر سدرہ دن میں تین سے چار بار اسے فون کرتی تھیں اور ان دو ہفتوں میں وہ ڈاکٹر سدرہ سے اتنا کلوز ہوگئی تھی کہ ان سے ہنس کے مسکرا کر بات کرتی تھی۔ اب بات ہم ہاں جی سے اتنی آگے بڑھ چکی تھی کہ وہ خود سے ان سے سوال پوچھنے لگی تھی بات کرنے لگی تھی۔ میڈیسن وہ پابندی سے لے رہی تھی اور ان دو ہفتوں میں اس میں اتنا بدلاؤ آیا تھا کہ وہ کسی کے سامنے کھڑے ہوتے کپکپانا چھوڑ چکی تھی۔ البتہ ڈر اب بھی ویسا ہی تھا ۔

اور عرش کے سامنے جاکر وہ بلکل پہلے جیسے ہوجاتی تھی۔ لیکن جو بھی تھا اسکی اتنی تبدیلی ہی عرش کے لیے باعثِ سکون تھی۔

اسکے اپنے رویے میں بھی فرق آیا تھا ان دوہفتوں میں گھر میں مسکرانا اسے عام بات لگنے لگی تھی جسکا فائدہ رائمہ آمنہ نے خوب اٹھایا تھا وہ عرش کو مسکراتا دیکھ لمحے میں فری ہوتی تھیں شرارتیں بھی پہلے سے بڑھ گئی تھیں جسے وہ نظرانداز کررہا تھا۔

صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے وہ پچھلے دنوں کو یاد کررہا تھا جب بند آنکھوں میں وہ منظر نظر آیا جب خوف سے خنساء بے ہوش ہوکر اس پر گری تھی۔ اچانک آنکھیں کھول کر وہ سیدھا ہوا وہ اتنا لاپرواہ کیسے ہوسکتا تھا وہ لیٹر تو وہ بھول ہی گیا تھا جو خنساء چرانے آئی تھی۔ نیچے جھک کر بیڈ کے نیچے دیکھا پر وہاں کچھ نہیں تھا۔ کھڑے ہوتے اسنے منشاء کو پکارا۔

"جی سر"

دو منٹ بعد منشاء اسکے کمرے کے دروازے پر کھڑی تھی۔

"بیڈ کے نیچے سے کوئی لیٹر ملا تھا ؟"

" جی سر ملا تھا رائمہ آئمہ کے اسکول کا۔ "

اثبات میں سر ہلاتے کہا۔

"کہاں ہے؟"

" سٹڈی روم میں رکھا ہے۔ میں ابھی لاتی ہوں۔"

عرش کے ہاں میں سرہلانے پر وہ سٹڈی میں گئی اور کچھ لمحوں بعد ہی وہ لیٹر عرش کے آگے کیا ۔

عرش سے اجازت لے کر وہ واپس نیچے چلی گئی اور عرش لیٹر پکڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔

لیٹر کھول کر وہ جیسے جیسے پڑھتے گیا غصے سے اسکے دانت بھینچ گئے۔

لیٹر کو مٹھی میں مروڑتے وہ اپنی کنپٹی مسلنے لگا۔

کتنی شرم کی بات تھی کہ اسکول میں اسکی بہنوں کے پاس سے وہ چیز پکڑی گئی۔

انکو ان سب سے اتنا دور رکھنے کے بعد وہ اتنا آگے بڑھ گئی کے انھوں نے وہ چیز لے لی۔ پر لی کیسے ؟ جو بھی تھا پر اس وقت اسے ان دونوں پر بے انتہا غصہ آرہا تھا پرضبط کیے بیٹھا رہا ورنہ دو ہفتوں کی محنت ضائع ہوجاتی۔

****

"رائمہ آئمہ آپ کو سر بلارہے ہیں ۔"

منشاء نے کہا تو دونوں نے کتاب سے نظریں اٹھا کے منشاء کو دیکھا۔

رائمہ : " کیوں ؟"

آئمہ : "کہاں ؟"

" کیوں بلا رہے ہیں یہ نہیں پتا اور اپنے کمرے میں ہیں وہ۔ "

منشاء کے کہنے پر دونوں کتاب بند کرکے اٹھیں اب جب سے عرش کا رویہ بدلا تھا انہیں عرش کے سامنے جانے میں کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا تھا۔

" ہم آجائیں؟"

دروازہ کھولتے آئمہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

وہ جو دروازے کو ہی دیکھ رہا تھاآنکھوں کے اشارے سے اجازت دی۔

بڑی مشکل سے ایک گھنٹا لگا کر خود کو نارمل کیا تھا اب اتنی جلدی تو عادتیں نہیں بدلتیں پر کافی حد تک وہ خود کو نارمل کر چکا تھا ورنہ دل کررہا تھا کہ دونوں کو پورے دن ننگے پاؤں دھوپ میں چھت پر کھڑا رکھے اور اگلے تین دن تک کھانے میں بھی ٹنڈے اور چکندر کا سالن دے۔ پر ایک تو زہنی بیمار ہو چکی تھی پر باقی دو کو نہیں کرسکتا تھا۔

دونوں بنا پوچھے اسکے سامنے بیڈ پر بیٹھ گئیں۔ اور بیڈ پر دونوں ہاتھ ٹیک کر ریلیکس انداز میں مسکراتے ہوئے عرش کو دیکھنے لگیں ۔

" کوئی کام تھا بھائی ؟"

رائمہ نے پوچھا۔

" ہاں ---مجھے مشورہ چاہیے تھا"

ہاں میں سرہلاتے کہا ۔

" کیسا مشورہ "

غیر معمولی سنجیدگی دیکھتے وہ دونوں بھی سنجیدہ ہوئیں۔

" مجھے مشورہ دو میں ایسا کیا کروں جو تم دونوں سدھر جاؤ۔

کچھ تو ایسا ہوگا جس سے تم دونوں ٹھیک ہوسکو؟"

دونوں ہاتھوں کو باہم ملاتے وہ سیدھا ہوتے آگے جھکا۔

"کک--کیوں ؟"

آئمہ نے لبوں پر زبان پھیرتے پوچھا۔

" میں بہت پریشان رہتا ہوں مجھ پر تھوڑا رحم کرو بڑی ہورہی ہو تھوڑی عقل استعمال کرو اگر تمہارے اتنے بڑے ہونے کے بعد بھی مجھے تمہاری طرف سے پریشان رہنا پڑے تو میں کہاں جاؤں پھر ؟ گھر دیکھوں آفس دیکھوں میں انسان ہوں ۔"

رائمہ آئمہ کو اسکا یوں بے بسی سے کہنا اسکے غصہ کرنے سے زیادہ برا لگا۔

" ہوا کیا ہے بھائی۔ ؟"

" ایم پی تھری کہاں سے خریدا تھا ؟"

اسکے سوال پر انکا حلق خشک ہوا۔ تو کیا وہ لیٹر عرش کے ہاتھ لگ چکا تھا۔

"کک۔۔کون سا ایم پی تھری بھائی ؟"

ڈوبتے دل سے پوچھا۔

" اسکول میں جو پکڑا گیا وہ ۔ "

" بھ۔۔۔بھائی۔۔وہ ۔۔وہ "

فلوقت انکو کوئی بہانہ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کہیں۔

" کوئی بہانہ مت بنانا کیونکہ اس بات پر کوئی بہانہ بنتا ہی نہیں ۔ کہاں سے لیا کتنے کا لیا یہ معنی نہیں رکھتا ۔ تم دونوں کو کیا لگتا ہے میں تم لوگوں کو دلا نہیں سکتا ۔ یہ چیزیں اسکول میں لے جاکر تم دونوں اپنا ریکارڈ خراب کرچکی ہو۔"

دونوں خاموش رہیں۔

" ادھر آؤ"

انکو نظر جھکائے خاموش دیکھ اپنے پاس بلایا۔

" ایسا نہیں ہوتا رائمہ آئمہ آپ جو آج اپنی شخصیت لوگوں کو دکھاتے ہیں وہ ساری زندگی رہتی ہے سالوں کی بنائی عزت ایک غلطی کی وجہ سے ایک لمحے میں مٹی میں مل جاتی ہے ۔ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ آپ کل کیا تھے لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ آپ آج کیا ہو۔ اسکول میں ٹیچرز یہ نہیں بولینگی کہ رائمہ آئمہ کے پاس پہلے ایم پی تھری نہیں ہوتا تھا وہ یہ بولینگی کہ آج رائمہ آئمہ کے پاس سے ایم پی تھری ملا۔ ٹیچر کی نظر میں میری نہیں تم دونوں کی امیج خراب ہوئی۔"

بچپن سے لے کر اب تک وہ سختی کرکے دیکھ چکا تھا آج تھک ہار کہ محبت سے سمجھا رہا تھا کہ کیا معلوم یہ نسخہ کام آجائے۔

" اچھا بتاؤ کیا چاہیے میں لاکر دونگا ۔"

وہ دونوں نے حیرت سے عرش کو دیکھا۔

" موبائل چاہیے ؟ ایم پی تھری ؟ کیا چاہیے بتاؤ؟"

سنجیدگی سے پوچھا۔ وہ دونوں سوچ میں پڑگئیں کہ وہ طنز کررہا ہے یا واقعی پوچھ رہا ہے۔ پر وہ اتنی بے وقوف نہیں تھیں۔

عرش اچانک اتنا مہربان ہونے سے تو رہا وہ بھی غلطی پر یقیناً طنز ہی کررہا تھا۔

" بس انٹرنیٹ کا پاسورڈ ڈال دیں لیپ ٹاپ میں ۔"

آئمہ ابھی منع کرنے کا سوچ ہی رہی تھی جب رائمہ نے مطالبہ کردیا۔ آئمہ کا دل کیا اسکا گلہ دبا دے۔ عرش نے ضبط سے اسے دیکھا وہ جتنی محبت سے پیش آرہا تھا وہ دونوں اتنا ہی فائدہ اٹھا رہی تھیں۔۔

" ٹھیک ہے ڈال دونگا ۔ پہلے یہ بتاؤ انٹرنیٹ پر کیا دیکھوگی اب یہ مت کہنا کہ پڑھائی کروگی ۔ "

" ڈرامے دیکھینگے ۔"

آئمہ کے کچھ بھی بولنے سے پہلے وہ آگے آگے بول رہی تھی۔

آئمہ کو محسوس ہورہا تھا عرش جلد ہی اپنے پرانے روپ میں آتے ان دونوں کو کمرے سے کیا گھر سے کک آؤٹ کرے گا۔

" کون سے ڈرامے ؟ رشی والا یا کرَن والا ؟ یا پھر ناگن ؟"

عرش کے سوال پر وہ دونوں ایک بار پھر عرش کودیکھنے لگیں۔ ان دونوں کو یقین نہیں آیا کہ عرش کو یہ بھی پتا ہے پر کیسے ؟ کیا وہ انکے ہر عمل پر نظر رکھتا تھا۔ اب کے آئمہ کے ساتھ رائمہ کو بھی خوف محسوس ہوا۔

" معلوم ہے انسان جس ماحول میں رہتا ہے جو اپنے ارد گرد دیکھتا ہے جیسی صحبت میں رہتا ہے اسے خود کو ویسا ہوتے وقت نہیں لگتا۔

تم لوگ وہ ڈرامے دیکھتی ہو کیونکہ تمہیں وہ اچھے لگتے ہیں۔ کل کو وہ تمہیں صحیح لگنے لگے لگا اسکے بعد تمہیں وہ کرنے کا دل چاہے گا اور اسکے بعد تم بھی وہ کرجاؤگی ۔ میں کس متعلق بات کررہا ہوں تم دونوں اچھی طرح جانتی ہو"

ڈھکے چھپے الفاظ میں اسنے گہری بات کی تھی جسے وہ دونوں بہت اچھی طرح سمجھی تھیں۔

گرلفرینڈ بوئے فرینڈ ہمارے کلچر کا حصہ نہیں ہے۔

" تم جو کروگی اس سے میرا کوئی نقصان نہیں ہوگا لیکن ایک وقت آئیگا جس وقت تم خود اپنے گزرے وقت پر پچھتاؤگی کیونکہ ان چیزوں کی ایٹریکشن ایک مدت تک رہتی ہے جب تک آپ میچور نہیں ہوتے۔ اور ایسا ممکن نہیں کہ انسان جس ماحول میں رہے اس ماحول سے بچ سکے۔ اور انسان اپنا ماحول خود بناتا ہے اپنے دوست خود چنتا ہے۔

وہ دونوں بہت غور سے عرش کو سن رہی تھیں اس بار نا اسکے الفاظ سخت تھے نا لہجہ۔

تم دونوں کی کیا عمر ہے ؟"

عرش نے آخرمیں پوچھا۔

"آپ کو نہیں معلوم ؟"

آئمہ نے حیرت سے پوچھا۔ اسکے معصومیت سے پوچھنے پر وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

" مجھے معلوم ہے بس دیکھ رہا ہوں تم لوگوں کو معلوم ہے یا نہیں ۔ "

" سولہ سال کے "

رائمہ نے جواب دیا۔ اسے سننا تھا عرش آگے کیا کہے گا اسے عرش کو سننا اچھا لگ رہا تھا۔

" ہمم میں نے اپنے بڑوں سے سنا تھا۔ سولہ سے بیس سال تک لڑکی اِم میچور ہوتی ہے۔ اس عمر میں جو سنبھل جاتی ہیں وہ سنبھل جاتی ہیں اور جو خود کو نہیں سنبھال پاتی وہ بعد میں اپنی نادانی میں کی غلطیوں پر پچھتاتی ہیں لازمی نہیں ہے کہ کچھ برا ہی ہو جس پر پچھتانا پڑے بس ایک عمر آتی ہے جس پر آپ اپنی نادانی میں کی گئی غلطیوں پر خود سے شرمندہ ہوتے ہو اور خود سے شرمندہ ہونا خود کی نظروں سے نظریں چرانا کسی اور کے سامنے شرمندہ ہونے سے زیادہ برا ہوتا ہے۔

میں بس اتنا ہی چاہتا ہوں کہ تم دونوں اپنے آپ کو سنبھال لو ابھی تم دونوں کے چار سال باقی ہیں ان چار سالوں میں خود کو سنبھال لو ان شاء اللہ اسکے بعد تم خود پر فخر کروگی "

" لیکن ہم اب بڑے ہوگئے ہیں کارٹون موویز دیکھ کر بور ہوجاتے ہیں۔ "

رائمہ کی سوئیں اب بھی وہیں اٹکی تھی۔ عرش نے گہری سانس لی۔۔

" ٹھیک ہے میں نیٹ کا پاسورڈ ڈال دونگا۔ "

بے بسی سے وہ بس اتنا ہی کہہ سکا حقیقت تو یہی تھی کہ اب وہ دونوں بڑی ہونے لگی تھیں اب زبردستی ٹھیک نہیں تھی۔

" ہم بس پاکستانی ڈرامے دیکھینگے پرامس "

رائمہ نے اسکے بازو سے چپکتے کہا۔

" ہاں وہ بھی اچھے پڑھے لکھے والے۔ منشاء دیکھتی ہیں ان سے پوچھ لینگے کونسے اچھے اچھے ہیں۔ "

آئمہ نے بھی تائید کی ۔ وہ مسکرایا چلو اتنا بھی ضائع نہیں گیا تھا اسکا بولنا۔۔۔

"تنزیل ۔"

کافی کا بھانپ اڑتا کپ ہاتھ میں پکڑے وہ چھت پرکھڑا تھا۔ چہرے پر نا ہٹنے والی مسکراہٹ نے آج کل احاطہ کرلیا تھا۔

اب بھی وہ کسی اور ہی دنیا میں گم مسکرا رہا تھا۔

جب پیچھے سے اسکی ماں نے پکارا ۔

" جی مما ۔"

کافی کا کپ منڈیر پر رکھتے وہ پیچھے مڑا۔

"خیریت تو ہے نہ ؟ آج کل میں تمہیں بہت مسکراتا ہوا دیکھ رہی ہوں۔ "

آنکھیں چھوٹی کیے انہوں نے مشکوک نظروں سے گھورا۔

" کیا مسکراتا ہوا اچھا نہیں لگتا ؟"

جواباً اسنے چھیڑا۔

" نہیں میری جان مسکراتے ہوئے اتنے پیارے لگتے ہو کے نظر ہٹانے کا دل نہیں کرتا۔ "

تنزیل نے مسکراتے انکے گرد بازو حائل کیا اور انہیں لیے چھت پر ٹہلنے لگا۔

"ریئلی ؟"

ہنستے ہوئے تصدیق چاہی۔

" بلکل اور مجھے اس مسکراہٹ کا راز بھی معلوم ہے۔ "

انہوں نے جتایا۔ تنزیل ہنسا۔

" اچھا مجھے بھی تو بتائیں میری مسکراہٹ کا راز؟"

"راز چھوڑو بس یہ ہمیشہ قائم رہے یہ اہم ہے۔ اسی لیے میں نے ایک فیصلہ لیا ہے تاکہ ہمیشہ میرے بیٹے کے چہرے پر ایسی ہی پر رونق مسکراہٹ رہے۔ "

" اچھا جی ۔ اور وہ فیصلہ کیا ہے ؟ اگر مجھے وہ فیصلہ منظور نا ہوا تو۔ ؟"

کہیں نا کہیں اسے اندازہ تھا کہ فیصلہ کس چیز کا ہوسکتا ہے۔

" وہ فیصلہ ہی ایسا ہے کہ تم انکار نہیں کرسکوگے اور فیصلہ یہ ہے کہ میں تمہارے لیے آج ماہم کا رشتہ مانگنے والی ہوں۔ مجھے یقین ہے بھابھی منع نہیں کرینگی۔ "

انکی بات پر تنزیل نے سر اثبات میں ہلایا ۔ اسے یقین تھا اسکی مما یہی بات کرنے والی تھیں۔

"اب بتاؤ میرا فیصلہ قبول ہے ؟"

انہوں نے شرارتی سا طنز کیا۔

انکی بات پر تنزیل ہنس دیا۔

" پہلے کبھی آپ کے فیصلے سے اختلاف ہوا ہے جو اب ہوگا؟"

" ہاں ہاں صحیح ۔ "

اسکی چالاکی پر وہ ہنسی۔

"اچھا اب مجھے کھانے کی بھی تیاری کرنی ہے -- میں نے بھابھی کو گھر بلایا ہے رات کے کھانے پر وہیں بات کرونگی---"

تنزیل کا ماتھاچوم کے وہ نیچے چلی گئیں - جبکہ وہ نفی میں سر ہلاتے اپنی ٹھنڈی ہوئی کافی پینے لگا۔

****

"تنزیل۔"

ماہم اجلت میں اسکے کمرے میں آئی۔ اسنے سکون سے گہری سانس لیتے ماہم کو دیکھا وہ اسی کا انتظار کررہا تھا۔

وہ کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا نا اسکی امی نے بلایا تھا۔ ماہم بھی جب سے عرش سے رابطہ ختم ہوا تھا بہت سنجیدہ اور کم گو ہوگئی تھی۔ جب پھپھو نے رشتے کی بات سامنے رکھی تھی تو اسے کچھ سمجھ نہیں آیا۔ اصل جھٹکا اسے جب لگا جب اسے معلوم ہوا کہ تنزیل اس رشتے کے لیے رضامند ہے۔

"آؤ بیٹھو۔ "

کھڑے ہوتے تنزیل نے اسے بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ گہری سانس لیتے بیٹھی۔

" یہ کیا ہے تنزیل۔ "

سنجیدگی سے پوچھا ۔

" کیا ؟"

ہمیشہ کی طرح انجان بنتے اسنے شانے اچکائے۔ جس سے ماہم جھنجھلا جاتی تھی۔

" انجان مت بنو۔ کیا تمہیں پتا نہیں باہر کیا بات ہورہی ہے ؟"

ماہم نے آئبرو اچکائی۔

" ہاں معلوم ہے۔ "

سکون سے کہا۔

" ہم گڈ۔۔ تو پھر تم نے اس رشتے کے لیے کیسے ہاں کردی ؟ ہم کزنز کے ساتھ صرف بیسٹ فرینڈز ہیں پھر تم نے ہاں کیوں کی ؟"

" اسلیے ہاں کی کیونکہ مجھے معلوم تھا میرے انکار کی ضرورت نہیں تم خود انکار کردوگی۔ "

مسکراتے ہوئے پھر شانے اچکائے۔

"یعنی تم مجھے برا کرنا چاہتے تھے سب کی نظر میں؟ -- جبکہ تم لڑکے ہو تمہیں کوئی کچھ نہیں بولتا میں تو لڑکی ہوں۔ "

ماہم فورا غصہ ہوئی۔

" توبہ ہے -- تم لڑکیوں کو کہیں بھی چین نہیں ہوتا۔ اور کیا لڑکا کیا لڑکی ؟ اپنی پسند نا پسند کااظہار کرنے کا حق دونوں کو ہوتا ہے اور تم کب سے یہ لڑکا لڑکی والے چکر میں پڑ گئی ؟"

سنجیدگی سے پوچھا۔

" میرے سوال کا جواب یہ نہیں ہے۔ اگر تمہاری بھی انکار ہی تھی تو بات مجھ پر کیوں ڈالی ؟ خود انکار کیوں نہیں کیا ؟ وجہ ؟"

"تمہاری وجہ سے انکار نہیں کیا۔"

اسنے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا ۔

" مطلب ؟ میری وجہ سے کیوں ؟"

اسے حیرت ہوئی۔

" مطلب یہ کے ابھی تم یہ سوچ کر آئی ہو کہ ہم دوست ہیں اور کزن ۔ ہمارے درمیان یہ رشتہ کیسے جڑ سکتا ہے جبکہ ہم نے کبھی ایسا سوچا ہی نہیں ۔ ایک دوسرے کو اس نظر سے دیکھا ہی نہیں ۔ پھر تم نے یہ سوچا کہ تنزیل اس رشتے کے لیے کیسے ہاں کرسکتا ہے۔ تمہیں یقیناً غصہ بھی آیا ہوگا۔ ایسا ہی ہے نا ؟"

رکتے ہوئے اسنے ماہم سے تائید چاہی ۔ جواباً ماہم نے اثبات میں سر ہلایا۔

" لیکن۔۔ اگر میں انکار کردیتا تو تم یہ سب نہیں سوچتی بلکہ تم صرف یہ سوچتی کہ تنزیل نے مجھے ریجیکٹ کردیا۔ اور پھر جب یہ بات تمہارے دماغ میں آتی پھر جو اتنی سمجھداری والی باتیں تم نے ابھی سوچی ہیں وہ تم بلکل نہیں سوچتی بلکہ ہر عورت کی طرح بیوقوفی کی مثال قائم کرکے اپنے دل میں پھانس پھنسا لیتی کہ تنزیل نے مجھے ریجیکٹ کردیا پھر ہماری دوستی بھی ویسی نہیں رہتی نا ہماری بونڈنگ ویسی رہتی۔ "

اسکی بات ماہم کی سمجھ آئی تھی۔ بے ساختہ وہ اسکی سمجھداری پر مسکرائی۔

وہ شاید صحیح کہہ رہا تھا شاید ایسا ہی کچھ ہوتا جیسا اسنے نقشہ کھینچا تھا۔

" تو تمہارے دل میں یہ بات نہیں آئیگی کہ ماہم نے ریجیکٹ کردیا۔ ؟"

ماہم نے آئبرو اچکائی۔

" شاید تم نے کچھ الفاظ سنے نہیں ۔ میں نے کہا عورتیں جذباتی ہوتے ایسی بیوقوفیاں کرتی ہیں ۔ اور میں عورت نہیں"

" تم عورتوں کو برا کہہ رہے ہو؟"

ماہم نے مصنوئی غصے سے گھورا۔

" برا نہیں کہہ رہا بیوقوف کہہ رہا ہوں ۔ "

اسنے جملہ درست کیا۔

" میں تو بیوقوف نہیں ہیں البتہ ان شاء اللہ تمہاری بیوی ضرور بیوقوف ہوگی ۔ "

ماہم نے ہنستے ہوئے بد دعا دی۔

" ہمم بیوقوف ہی ہے ۔ "

گہری سانس لیتے وہ بڑبڑایا۔

" تم نے کیا کہا ابھی ۔ "

ماہم نے مشکوک نظروں سے گھورا۔

" میں نے کہا انکار کردو اب جاکر اس سے پہلے دونوں مل کر ابھی شہنائی بجوادیں "

" ہاں میں منع کردونگی ابھی۔"

تنزیل : " ویسے کیا ہمیشہ کنوارے رہنے کا ارادہ ہے؟"

ماہم :" نہیں میں نے امی کو کہہ دیا ہے وہ اپنی مرضی سے کسی اچھی جگہ کردیں۔"

ناچاہتے ہوئے بھی اسکے لہجے میں اداسی شامل تھی۔

" تو مجھ سے کرنے میں کیا برائی ہے۔ اچھا خاصہ دیکھا بھالا ہینڈسم , شریف , پڑھا لکھا سلجھا ہوا بندا ہوں۔ "

تنزیل نے سیدھے ہوتے اپنی تعریف بیان کی۔

" اور کچھ۔۔ ایک ساتھ بول لو تاکہ ایک بار ہی سر پھاڑ دوں۔"

آستین اوپر کرتے وہ کھڑی ہوئی۔

" نہیں نہیں یار مزاق کررہا ہوں ابھی تو میری شادی بھی نہیں ہوئی۔ "

تنزیل نے فورا ہاتھ اوپر کرکے سرینڈر کیا۔

" ویسے تم کب شادی کروگے ؟ چند سال اور گزرے تو شادی کے لیے لڑکیاں نہیں آنٹیاں ملینگی۔"

ماہم نے چھبیس سالہ عمر پر طنز کیا۔

" بہت جلد ان شاءاللہ۔ "

مسکرا کر کہا۔

"تنزیلللللل۔"

ماہم غصے سے چیخی ۔

"کون ہے وہ لڑکی ؟ تم نے بتایا کیوں نہیں ؟"

"کون لڑکی ؟ کیا نہیں بتایا ؟"

وہ نا سمجھی سے شانے اچکا گیا۔ ماہم نے اسے تیکھی نظروں سے گھورا ۔

"کیا ہوگیا۔ "

ماہم کے مسلسل گھورنے پر اسنے منہ بنایا۔

" سچ بتاؤ کون ہے وہ لڑکی -- میں جانتی ہوں کوئی نا کوئی ہے ورنہ تم کبھی ہامی نہ بھرتے۔"

" تم سے ھضم نہیں ہوپائے گا اسلیے چھوڑو۔"

تنزیل نے صوفے پر بیٹھتے مزے سے کہا۔

" کیا مطلب ہے ھضم نہیں ہوگا۔ سیدھے سے بتاؤ ورنہ میں تم سے شادی کے لیے ہاں کردونگی پھر سارے ارمان بہا دینا آنسوؤں میں ۔"

ماہم نے شیطانی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائی۔

" اوکے کردو۔ "

سامنے بھی تنزیل تھا۔

" یار بتادو ورنہ وعدہ بات نہیں کرونگی۔ "

ماہم جھنجھلائی۔

" پہلے مجھ سے شرط لگاؤ نام سننے کے بعد تم چلاؤگی نہیں۔ "

تنزیل نے شرط بتائی۔

" نہیں چلاؤنگی۔ "

شرط قبول کی۔

" اور اگر چلائی تو ؟"

گارنٹی مانگی۔

" یہ لو۔ پورے سات ہزار ہیں اگر چلائی تو تمہارے۔ "

پرس سے پیسے نکال کرٹیبل پر پٹخے یہ سوچ کرکہ واپس آجانے ہیں جبکہ وہ نہیں جانتی تھی کہ اب یہ پیسے واپس اسکے ہاتھ نہیں لگنے والے۔

" اب بتاؤ نام۔"

تنزیل کو مسکراتے دیکھ پوچھا۔

" عرش دیوان کی بہن رائمہ عمیر دیوان"

تنزیل نے مسکراتے ہوئے نام بتایا جبکہ ماہم اسکو چند لمحے دیکھتی رہی پھر اتنی زور سے

چیخی کے تنزیل کو اپنے کان پر ہاتھ رکھنا پڑا۔

" کیاااااااااا؟"

اسکی چیخ رکتے ہی تنزیل نے ٹیبل سے پیسے اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیے۔

" رائمہ۔ "

تنزیل نے دوبارہ نام لیا۔

"تمہارا دماغ درست ہے۔ ؟"

اپنے پیسے بھولے اسنے صدمے سے پوچھا۔

" ہاں الحمدواللہ۔۔۔"

اطمینان سے کہا۔

" یہ کب ہوا؟"

اس بار غصے سے گھورا۔

تنزیل نظریں پھیرتے بھرپور مسکرایا۔

" وہ ڈرائیگنگ روم میں بیٹھا عرش سے بات کررہا تھا جب اسکی نظر عرش کے پیچھے کھڑکی پر پڑی جہاں کوئی لڑکی حیرت سے اندر دیکھ رہی تھی۔ اسکی نظروں کا مرکز بھی تنزیل ابتسام ہی تھا۔ تنزیل کے دیکھنے پر وہ ڈری نہیں نا ہی بوکھلا کر نظریں پھیریں بلکہ آنکھیں چھوٹی کیے گھورنے لگی۔

یہ وہ لمحہ تھا جب وہ دونوں خود کے لیے زبجیکٹ کیے اسے خنساء کے لیے پسند کررہی تھیں اور رائمہ کھڑکی سے اندر جھانکتے اسکا موئنہ کررہی تھی۔ اس دن تنزیل ابتسام کو اسکی حرکت پر بہت ہنسی آئی تھی۔ اسکے بعد بھی رائمہ کچھ دنوں تک اسکے زہن سے نا نکلی تو اسے احساس ہوا اسکی دولمحے کی ہنسی راستہ بدل کے جذبات کی سیڑھیاں چڑھ رہی ہے۔ اتنا تو وہ جانتا تھا وہ خنساء نہیں۔ ملازمہ بھی وہ نہیں تھی ۔ بچی عرش کی دوجڑواں بہنیں ۔ اسے ایک دن لگا تھاپتا لگوانے میں کہ وہ رائمہ تھی۔ وہ کوئی دل پھینک عاشق تو تھا نہیں جو ہر لڑکی پر دل آتا یا ایک نا ملتی تو دوسری صحیح والا حساب ۔ رائمہ کو سوچتے وہ قبول کرنا چاہ رہا تھا کہ وہ ایٹریکشن نہیں محبت ہے جو ایک ہی نظرمیں اسے ہوگئی ہے۔ لیکن

قبول نا کرسکا لیکن اب یہ ارادہ کرچکاتھا کہ اس ایٹریکشن کو وہ شادی کرکے محبت کے مرتبے پر ضرور فکس کریگا۔ "

" خنساء کی بے عزتی کرکے اس سے رائمہ کا ہاتھ مانگوگے سیریئسلی ؟ پاگل ہو "

ماہم کو اسکی عقل پرشبہ ہوا۔

" ہاں --"

اب بھی دوسری طرف سکون تھا۔

" قتل کردے گا وہ تمہارا۔ "

ماہم نے خبردار کیا۔

" تم ان سب کی فکر چھوڑو -- تم اپنی شادی کی تیاری کرو مجھے نہیں لگتا مامی چھ مہینے سے زیادہ وقت لینگی تمہاری شادی میں۔ "

اب کے تنزیل نے اسے خبردار کیا۔

" اچھا میرے پیسے دو واپس "

ماہم کا سر تو پہلے ہی اسکی باتیں سن کے چکرا چکاتھا۔

اسلیے کھڑے ہوتے ہاتھ آگے بڑھایا۔

"تمہارے کونسے پیسے۔"

تنزیل نے حیرت سے پوچھا۔

" میرے سات ہزار جو یہاں رکھے تھے میں نے "

گھورتے ہوئے کہا۔

" اوہ اچھا لیکن وہ تو شرط جیتنے کے بعد میرے ہوچکے۔ "

" شرط کے پیسے حرام ہوتے ہیں۔"

اب بھی ہاتھ آگے ہی رکھا تھا اس امید پر کہ وہ پیسے دے دے۔

تنزیل : " کوئی بات نہیں۔ "

سکون سے کہا۔

" نہیں دے رہے ؟"

اب کے سنجیدگی سے پوچھا۔

" نہیں۔ "

سکون سے کہا۔

" اوکے رکھ لو۔ میرا صدقہ تھا وہ۔۔ اچھی بات ہے صدقہ لے رہے ہو۔ "

ماہم نے کندھے اچکاتے جل کے کہا۔

"اوہ شکریہ صدقہ دینے کے لیے۔ حرام کا ٹیگ تو ہٹ گیا۔۔۔
ویسے بھی مجھ پر صدقہ جائز ہے بہت غریب انسان ہوں میں بیلنس کے پیسے بھی ختم ہوگئے تھے۔ "

ماہم کو مزید سلگایا وہ اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی کمرے سے نکل گئی۔

وقت دیکھتے دیکھتے نظروں میں گزرنے لگا ۔ خنساء کے علاج کو چھ ماہ ہونے کو آئے تھے۔

خنساء کی دوستی ڈاکٹر سدرہ سے کافی حد تک بڑھ چکی تھی ۔ اور ایک اچھی دوست اور روزانہ کی دوائی سے یہ اثر ہوا تھا کہ وہ کافی حد ٹھیک ہوچکی تھی۔ یونیورسٹی میں اب اسے ثمینہ کے ساتھ کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر کلاس میں پروفیسر کوئی سوال کرتے تو وہ بھری کلاس میں اسکا جواب دینے لگی تھی۔

لیکن اب تک دو چیزیں تھیں جو اس میں درست ہونے کو نہیں آئی تھیں۔اور وہ تھی رات کو ڈر کر اٹھ جانا اور دوسری عرش سے خوف ۔ سب کے ساتھ صحیح ہونے کے باوجود وہ عرش کے ساتھ اب بھی ایسی کیوں تھی یہ بات عرش کی سمجھ سے باہر تھی۔

ڈاکٹر سدرہ نے اسے تسلی دی تھی کہ اس میں اتنی بہتری آئی ہے تو وہ اللہ پر یقین رکھے وہ بلکل ٹھیک بھی ہوجائیگی۔

" مجھ سے خوف کی وجہ کیا ہے ؟"

عرش ڈاکٹر سدرہ کے کلینک پر انکے سامنے اضطرابی کیفیت میں بیٹھا پوچھ رہا تھا۔

" بے وجہ کوئی چیز نہیں ہوتی مسٹر دیوان انکے آپ سے ڈر کے پیچھے یقینا کوئی بڑی وجہ ہے۔"

" اسکا اندازہ مجھے بھی ہے ڈاکٹر سدرہ پہلے میں سمجھتا تھا اسکا ڈر فطری ہے وہ سب سے ڈرتی ہے لیکن اب وہ سب سے نہیں ڈرتی پر میرے سے ڈرنے میں رتی برابر کمی نہیں آئی میں بھی اس ڈر کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔ "

ڈاکٹر سدرہ نے ریوالونگ چیئر سے پشت لگا کر گہری سانس لی۔

" مسٹر دیوان جب میں ان سے پہلی بار ملی تھی انکی کیفیت کچھ یوں تھی کہ اگر کوئی انہیں ہلکا سا بھی ڈراتا تو وہ مر سکتی تھیں۔ یعنی وہ اس حد تک بیمار تھیں ۔ اور چھ ماہ میں یہ بہت زیادہ اچھی امپرومنٹ ہے کہ اب وہ کسی کے سامنے کھڑے ہوکر نارمل بات کرسکتی ہیں۔ میں نے انکو بہت اچھے سے ڈیل کیا ہے اگر میں جلدی کی چکر میں ان کو کھریدنے کی کوشش کرتی تو وہ ایموشنلی مجھ سے اٹیچ نہیں ہوپاتیں ۔ آپ اللہ پر بھروسہ رکھیں آپکو آج بلانے کی وجہ ہی یہی ہے کہ آج میں نے خنساء کو بلایا ہے۔ میں آج ان سے بات کرونگی ممکن ہے اس ڈر کی وجہ آپکو آج ہی پتا چل جائے۔"

عرش نے منہ پر ہاتھ پھیرتے گہری سانس لی۔

"آپکو ایسا لگتا ہے وہ بتائیگی۔ ؟"

سنجیدگی سے پوچھا۔

" ممکن ہے اور اگر نہیں بتایا تو کچھ وقت اور صحیح۔"

" کیا میں پہلے روز کی طرح آپ لوگوں کی باتیں سن سکتا ہوں ؟"

جواباً ڈاکٹر سدرہ نے اثبات میں سرہلایا۔

" میں نے ساتھ چائے پینے کے لیے بلایا ہے انھیں اگر وہ آپکو دیکھ لینگی تو مینٹلی ڈسٹرب ہوجائینگی "

ڈاکٹر کی بات سمجھ کہ وہ اثبات میں سر ہلاتا اٹھا۔

" اوکے میں اس کے آنے سے پہلے چلا جاتا ہوں۔ "

خنساء کے آنے سے پہلے وہ ڈاکٹر سدرہ کے کمرے سے نکل گیا ۔

فون اسکے ہاتھ میں تھا وہ بے صبری سے ڈاکٹر سدرہ کی کال کا انتظار کررنے لگا۔۔

****

وہ سیکنڈ فلور پر تھا جب ہاتھ میں پکڑا فون بجا۔

سکرین پر ڈاکٹر سدرہ کا نام چمک رہا تھا اسنے لمحے کی دیر کیے بغیر فون اٹھایا۔

" وعلیکم اسلام بہت دیر لگادی خنساء خیریت۔ ؟"

شاید خنساء نے سلام کیا تھا جس کا وہ جواب دے رہی تھیں۔

عرش واپس ڈاکٹر سدرہ کے روم کے سامنے رکھی بینچ پر بیٹھ گیا۔ اسکا دل آج الگ انداز میں دھڑک رہا تھا۔ بہت عجیب کیفیت تھی شاید کچھ غلط ہونے یا پتا لگنے کا ڈر ۔

" میری دوست رحمت کا فون آگیا تھا اسلیے تیار ہونے میں تھوڑی دیر ہوگئی۔ "

خنساء مسکرا کر کرسی پر ہوگئی۔

" اوہ مائے مائے میں نے تو غور ہی نہیں کیا آج تو تیار ہوکر آئی ہو۔ کاجل بھی لپ اسٹک بھی میرا قتل کرنے کا ارادہ ہے کیا۔ بھئی میرے معصوم معصوم بچے ہیں۔ "

ڈاکٹر سدرہ نے چھیڑا تو وہ بلش کرتی کھلکھلائی۔

باہر بیٹھے عرش کا شدت سے دل کیا وہ اسکا سجا سنورا روپ دیکھے اسکی خوبصورت آنکھیں سیاہ کاجل سے لبریز کتنی حسین لگتی ہونگی اور اسکے ہونٹ تو پہلے ہی سرخی مائل گلابی تھے۔ اور ان سب کے ساتھ اسکی کھلکھلاہٹ۔

"نہیں بس وہ ایسے ہی رائمہ نے لگادی۔ "

" اچھی بات ہے بہت پیاری لگ رہی ہو۔۔ اور بتاؤ اب تو کسی سے ڈر نہیں لگتا ؟"

چائے اور ریفریشمنٹ کا کہتے ڈاکٹر سدرہ نے انٹرکام رکھتے پوچھا۔

" نہیں اب کسی سے بھی نہیں لگتا۔ آپ جو سمجھاتی ہیں اس سے سارا ڈر ختم ہوجاتا ہے۔ "

خنساء خوبصورتی سے مسکرائی۔

" اچھا یہ تو بہت اچھی بات ہے-- مجھے فخر ہے میری چھوٹی سی دوست پر-- مجھے تو اسکے لیے مسٹر عرش دیوان کا شکریہ ادا کرنا ہے انہوں نے اتنی پیاری دوست سے ملوایا ۔
انہیں بھی بلوالوں ؟"

ڈاکٹر سدرہ نے سرسری سا کہتے اسکے تاثرات دیکھنے چاہے۔

اسکے تاثرات لمحے میں خوفزدہ ہوئے تھے ۔ ڈاکٹر سدرہ بہت غور سے اسے دیکھ رہی تھیں وہ عرش کو بلانے کے نام پر ہی بہت بری طرح ڈری تھی۔

" کیا ہوا خنساء ٹھیک ہو؟؟"

وہ فورا آگے ہوئیں ۔

"ج -- جی-- ان--انکو مت بلائیں-- پلیز۔ "

اسکے ٹوٹے پھوٹے جملے پر عرش کے اندر کچھ چبھا تھا۔

"اوکے نہیں بلارہی ریلیکس۔"

خنساءکی طرف پانی کا گلاس بڑھاتے اسنے ایک نظر موبائل کو دیکھا پھر واپس خنساء کو۔

" دوست سے جھوٹ نہیں بولتے خنساء۔ "

ڈاکٹر سدرہ کے سنجیدگی سے کہنے پر وہ لب بھینچے انہیں دیکھنے لگی۔

"میں نے کیا جھوٹ بولا۔ ؟"

"تم نے ابھی کہا تم اب کسی سے نہیں ڈرتی پر ابھی مسٹر دیوان کے آنے کا سن کر تمہارا رونا باقی تھا۔ "

افسوس سے کہا۔

جواباً خنساء سر جھکا گئی۔

"مجھے ---ان سے بہت۔۔ ڈر لگتا ہے۔ "

کہتے ہوئے اسکی آواز نم ہوگئی۔

ڈاکٹر سدرہ نے اسے چپ نہیں کروایا نا اسکے آنسو پونچھے وہ یہی تو چاہتی تھیں کہ خنساء اپنا آپ انکے سامنے کھولے۔

"وہ ---وہ بہت خطرناک ہیں۔ "

وہ کہتے ہوئے رونے لگی تھی۔

بینچ پر بیٹھے عرش کے ماتھے پر بل نمودار ہوا تھا ان چھ مہینوں میں عرش نے خود کو اتنا تبدیل کیا تھا جتنا اسنے سوچا بھی نہیں تھا۔ پچھلے چار مہینوں میں تو شاید اسنےایک بار بھی غصہ نہیں کیا تھا۔ علاج وہ خنساء کا کروارہا تھا پر اسکا خود کا مفت میں ہوگیا تھا۔

" کیوں ڈر لگتا ہے خنساء ؟ کیا انھوں نے کچھ کیا ہے تمہارے ساتھ مطلب زہنی یا جسمانی ٹارچر کیا ہے ؟

ڈاکٹر سدرہ نے فکر مندی سے اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

" وہ---وہ --وہ میرے ابو --جیسے دکھتے ہیں-- ان--انکی آنکھیں بلکل--ابو کی طرح ہیں-- وہ پورے ابو کی طرح ---ہیں-- وہ بہت -- خطرناک ہیں ۔"

روتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر سدرہ نے الجھ کر دیکھا ان سب میں اسکے باپ کا کہاں ذکر تھا کیا ان سب کے پیچھے سب سے بڑی وجہ اسکا باپ تھا اگر کچھ پاسٹ تھا تو عرش نے کچھ بتایا کیوں نہیں اس لمحے انہیں عرش پر غصہ آیا اگر وہ واقعی چاہتا تھا کہ خنساء ٹھیک ہو تو عرش کو انہیں اس سے جڑی ہر بات بتانی چاہیے تھی۔

۔باہر بیٹھے عرش کی حالت بھی ان سے کچھ الگ نہ تھی یہاں اسکے چچا کا کیا ذکر تھا عرش کی ان سے مشابہت دے کر اس سے ڈرنا یعنی وہ اصل میں اپنے ابو سے ڈرتی تھی پر کیوں ؟ اسکے چچا نے تو ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔

" تم اپنے ابو سے ڈرتی ہو؟"

ڈاکٹر سدرہ اس سے اور قریب ہوئیں ۔ دروازہ ناک کر کے نرس اندر آئی پر انہوں نے دروازے سے ہی واپس جانے کا اشارہ کردیا۔

****

وہ تین سال کی سہمی ہوئی پردے کے پیچھے کھڑی تھی۔ کچن سے اسکی ماں کے چیخنے کی آواز آرہی تھی۔ اسکا ننھا سا دل اتنی رفتار پکڑ چکا تھا کہ پھٹ سکتا تھا ۔ پر ماں کی چیخیں بھی رکنے نہیں دے رہی تھی۔ تیزی سے بہتے اپنے آنسوؤں کو اپنے ننھے ہاتھوں سے بار بار صاف کر کے وہ کپکپاتی ٹانگوں سے کمرے سے باہر نکلی ۔ بڑی مشکل سے لرزتی ہوئی کچن کے دروازے کے پاس ہلکا سا جھانکا ۔ اندر چولہا جل رہا تھا اس پر رکھا چمچ گرم ہورہا تھا جبکہ اسکی ماں بازو پر ہاتھ رکھے زور زور سے رورہی تھی ساتھ ہی اسکے باپ کو نیست و نابود ہونے کی بددعائیں دے رہی تھی۔ باپ نے غصے سے وہ چمچ اٹھا کے اسکی ماں کے منہ کے قریب کیا اسکی ماں تیزی سے اپنا پورا زور لگا کے اسکے باپ کو دھکہ دے کر کچن سے باہر بھاگی۔ اپنے آپ کو نا سنبھالتے وہ نیچے گرا اور ہاتھ میں پکڑا گرم چمچ اسکے کھلے گریبان پر لگا اور گردن سے نیچے کی کھال چمچ سے چپک گئی۔ وہ جو سکتے کے عالم میں کھڑی تھی اقراء نے اسے ایک بازو میں اٹھایا اور کمرے میں بند ہوگئی۔

کمرے میں اسنے دروازے کو لاک کرنے کے ساتھ ایک ٹیبل لگائی۔

اور اسکو لیے باتھروم میں آئی اور باتھروم کا دروازہ بھی لاک کرلیا۔ دل خوف سے لرز رہا تھا۔ باتھروم کے فرش بیٹھتے اسنے اپنے درد کو بھلائے خنساء کو سیدھا کا جسکی آنکھیں کھلی تھی پر وہ کوئی حرکت نہیں کررہی تھی۔ اقراء نے گھبرا کر اسے ہلایا لیکن خنساء کے وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ فورا کھڑے ہوتے اسکے اوپر پانی چھڑکا پر اب بھی اس کے وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔

یہ دیکھ کر اقراء کے رونگٹے کھڑے ہوئے تھے اسکا اس طرح دیکھ کر جو ڈر اسکو لگ رہا تھا وہ پہلے والے ڈر سے کہیں زیادہ تھا۔ کانپتی ٹانگوں سے وہ وہ خنساء کو اٹھائے باہر آئی۔ بڑی مشکل سے وہ ٹیبل اٹھا کے باہر نکلی جہاں نمیر سامنے ہی صوفے پر بیٹھا اسکو قتل کرنے کا ارادہ لیے تھا وہ اسکوخود ہی کمرے سے باہر نکلتا دیکھ چونکا

وہ اسی کے پاس آئی تھی۔

" نمیر میری بچی۔۔ دیکھو مر ۔۔۔مرجائیگی۔ اسکو کچھ ہوا تو میں ۔۔۔میں کسی کو نہیں چھوڑونگی۔ میری بچی۔ "

وہ ہذیانی انداز میں نمیر کا گریبان پکڑے کھڑی تھی۔

اسکے گود سے خنساء کو لیتے نمیر باہر نکلا تھا پیچھے اقراء بھی جارہی تھی پر وہ اقراء کو اندر دھکا دیتے باہر نکل گیا۔

جب تک وہ واپس نہیں آیا وہ وہیں دروازے کے پاس کھڑی تھی نقاہت سے اسکا سانس لینا مشکل ہورہا تھا بازو کا زخم اب بھی رس رہا تھا۔

تین گھنٹے بعد نمیر اندر آیا تو وہ وہیں دروازے کے پاس بیٹھی تھی اسکے آتے ہی کھڑی ہوئی۔

" مم --میری بچی-- وہ کہاں ہے-- کیا ہوا اسے۔ "

" وہ ٹھیک ہے اقراء--- وہ بلکل ٹھیک ہے اندر آؤ--"

" مجھے اسکے پاس جانا ہے وہ کہاں ہے۔""

وہ روتی ہوئی چلائی۔

" وہ ٹھیک ہے اور اگر اب تم اندر نہیں چلی تو میں ڈاکٹر سے کہہ کر اسے زہر کا انجیکشن لگوا دونگا"

سرد لہجے میں کہا۔

" تم ظالم ہو نمیر اللہ تمہیں معاف نہیں کرے گا۔ "

وہ نفرت سے بولی جواباً نمیر نے اسے اپنے ساتھ اندر کھینچا۔

اسے بیڈ پر بٹھا کر ڈریسنگ ٹیبل کے دراز سے برنال نکالی۔ اسکے برابر بیڈ پر بیٹھتے اسکا جلا ہوا آستین پھاڑا سامنے ہی کھال اتری ہوئی تھی اور خون اب بھی ہلکا ہلکا رس رہا تھا۔

ٹشو سے اسکا زخم صاف کرتے اسنے غصے سے اقراء کو گھورا جو مسلسل اپنا بازو چھڑوا رہی تھی۔ اسکے بازو کے زخم پر برنال لگائی۔

" مجھ سے بدتمیزی مت کیا کرو۔ جانتی ہو مجھ سے غصہ قابو نہیں ہوتا تو کیوں کرتی ہو بدتمیزی۔۔ تمہاری اسی بدتمیزی کی وجہ سے آج تمہارا یہ چہرہ بھی جل جاتا۔ "

سنجیدگی سے کہا۔

" کبھی سوچا ہے نمیر اللہ کو کیا حساب دوگے۔ جو زخم دیے ہیں وہ تو چھوڑو میری پاک دامنی پر جو تہمت لگاتے ہو اسکا کیا جواب دوگے۔ "

نمیر نے اسے گھورا۔ وہ واپس اسے طیش دلا رہی تھی۔

" یہ باتیں پاکدامنی والی عورتیں کرتی اچھی لگتی ہیں وہ نہیں جو شوہر کے ہوتے ہوئے یار رکھتی ہیں۔ "

نفرت سے کہتے اسنے اقراء کو جھٹکے سے چھوڑا اور برنال بیڈ پر اچھالی۔

" میری بیٹی کہاں ہے ؟"

" تمہاری ہی ہے میں نے کب کہا وہ گندا خون میرا ہے۔ ہاسپٹل میں ہے کل آجائیگی۔
"

طنزیہ کہا۔

"کیا ہوا تھا اسکو ۔ ؟"

" نروس بریک ڈاؤن۔ کل تک ہوش آجانا چاہیے ورنہ خطرے کی بات ہے-- ہاسپٹل جارہا ہوں۔ تم یہیں سے دعا کرو۔ "

نمیر بولتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔جبکہ وہ تو نروس بریک ڈاؤن پر ہی سن ہوگئی۔
تین سال کی بچی کا نروس بریکڈاؤن چندلمحوں میں وہ حواس کھوتی بیڈ پرگری تھی۔

****

اس دن کے بعد اقراء کی برداشت ختم ہوچکی تھی لیکن افسوس کے ساتھ ہر راستہ بھی۔
اسنے پلٹنے میں بہت دیر کردی تھی۔ صدیق حسین بھی جب ملنے آتے تو نمیر سامنے ہی رہتا۔

خنساء کو ہوش آگیا تھا۔ لیکن دوبارہ ایسی حالت جان لے سکتی تھی۔ پھر وہی ہوا کچھ دن نمیر درست رہا پھر ویسا ہی ہوگیا۔

وقت گزرتے گزرتے چار سال اور گزر گئے اور خنساء سات سال کی ہوگئی۔ اور ایسے منظر اسنے کئی بار دیکھے لیکن اب کی بار اقراء کی دعائیں تھیں کہ اسے ایسا کچھ نہیں ہوا جبکہ اسکی شخصیت بری طرح برباد ہوچکی تھی۔

وہ نمیر کے سائے سے بھی ڈرتی تھی اسی لیے عمیر اور عرش کے سائے سے بھی۔اقراء کے بعد دوسری شخصیت صرف مروا تھی جس کے پاس وہ جاتی تھی۔ باقی اور کسی کو اس سے کوئی لگاؤ بھی نہیں تھا سوائے عرش کے لیکن وہ تو عرش کودیکھتے ایسے غائب ہوتی تھی جیسے گدھے کے سر سے سنگھ۔

اس دن بھی کچھ یونہی ہوا تھا۔ گھر پر کوئی نہیں تھا جب ایک انکل اور انکے ساتھ ایک اسی کی امی جتنی لڑکی اور اس انکل کا ہاتھ پکڑے اسکے جتنی ہی ایک اور بچی آئی۔

وہ انکل کا نام اسنے فراز سنا توچونکی کیونکہ اسکے ابو اسے اسی کی اولاد کہتے تھے کہ اسکا باپ فراز ہے۔ وہ انکل نے اسکی امی کو بتایا تھا کہ وہ اسکے جتنی لڑکی انکی بیٹی ہے۔ اور ساتھ آئی عورت انکی بیوی۔

اس دن اسکی طرح اسکی ماں بھی بہت خوفزدہ تھی شاید اپنے زخموں سے نہیں بلکہ اپنی عزت سے جو تہمتیں وہ سہتی تھی کہیں سامنے بیٹھے لوگوں کو ناپتا چل جائیں۔

اسکی ماں نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ وہ جلد واپس چلے جائیں اور شاید وہ سمجھ بھی گئے تھے کہ وہ نہیں چاہتی وہ لوگ بیٹھیں اسلیے نامحسوس انداز میں کچھ ہی دیر میں نکل گئے۔

اسکے جاتے ہی اقراء نے سکون کا سانس لیا اور خنساء کو لیے کمرے میں آئی ۔ خنساء ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے ہی کھڑی تھی اور اقراء بیڈ کی چادر درست کررہی تھی جب اسکاباپ کمرے میں آیا۔ اقراء کا رنگ فق ہوا ابھی تو گئے تھے وہ لوگ اور نمیر کے تاثرات بتارہے تھے کہ وہ دیکھ چکا ہے۔ اقراء نے کچھ بولنا چاہا جب منہ پر اتنی زور کا طماچہ پڑا کے کمرہ گھومتا ہوا محسوس ہوا۔

" تم---!"

" بہت ہمت والی ہوگئی ہو۔ کیوں آیا تھا وہ -- ساتھ اپنی فیملی کو بھی لایا تھا۔ "

دوسرے ہاتھ میں پکڑا چاقو اقراء کی تھوڑی پر رکھا۔

" وہ---وہ مجھ سے ملنے نہیں آیا تھا وہ بس اپنی بیٹی----"

اقراء نے جلدی جلدی بولنا چاہا پر نمیر نے اسکی بات کاٹ دی۔

" تم سے نہیں اپنی ناجائزاولاد سے ملنے آیا تھا نا ؟-- اب وہ ایک بار پھر آئیگا اپنی ناجائز اولاد سے آخری بار ملنے--"

نفرت سے چلاتے اسنے اقراء کو بیڈ پر دھکہ دیا ۔ دو لمحے کے لیے تو اقراء اسکی بات کا مطلب ہی نہیں سمجھ پائی پر چاقو لیے اسے خنساء کی طرف بڑھتے دیکھ اسکے دل پر کپکپی طاری ہوئی۔ خنساء بناپلکیں جھپکے کپکپاتی خوف و ہراس سے اسے دیکھ رہی تھی جب آگے بڑھتے نمیر نے اسکی گردن پر چاقو رکھا عنقریب تھا کہ وہ ایک جھٹکے سے اسکا گلہ کاٹ دیتا لیکن اس سے پہلے اسکے سر پر کوئی بھاری چیز لگی اور وہ زمین پر ڈھیر ہوگیا۔

اقراء کے ہاتھ سے لیمپ چھوٹ کر نیچے فرش پر گرا۔

خنساء کو خود میں بھینچتے وہ وہیں بیٹھتی چلی گئی۔

اقراء اسکے سینے سے لگی کب بےہوش ہوئی اسے علم نہیں ہوا وہ نمیر کے جان وجود اور سر سے نکلتے خون کو دیکھ رہی تھی۔ اسنے کسی کو مدد کے لیے بلانے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ وہ بے جان ہونے سے پہلے نمیر کے وجود کو جھٹکے کھاتے دیکھ چکی تھی۔ وہ جان چکی تھی آج اپنے ظلم کے ساتھ وہ خود بھی ختم ہوچکا تھا۔

"وو---وہ ----وہ--وہ"

خنساء کے آنسو حلق میں اٹک گئے تھے۔ ڈاکٹر سدرہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھیں لیکن انکا اپنا پورا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ انکو یقین نہیں آرہا تھا وہ چھوٹی سی لڑکی اتنا سب دیکھ چکی ہے۔ اگر اسکی جگہ کوئی اور ہوتی تو وہ شاید اسی دن مرجاتی۔

عرش کا وجود بینچ پر ایسے تھا جیسے اس میں جان ہی نا ہو۔

ایک کان سے ہینڈز فری نکل چکی تھی جب کے اسکے جوتے اسکے آنسوؤں سے دھل چکے تھے۔

واٹس ایپ پر لگی کال کی ٹائمنگ ڈھائی گھنٹے سے اوپر ہوچکی تھی اور ان گھنٹوں میں وہ ایک ہی پوزیشن میں بیٹھا تھا۔ آج اسے اپنا آپ بکھرتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اسکے چاچا تو اسکے آئیڈیل تھے وہ تو ان جیسا بننا چاہتا تھا۔

اگر یہ بات اسے ابھی ساری دنیا بھی مل کر بتاتی کے اسکا چاچا قصور وار تھا وہ تب بھی اعتبار نہیں کرتا پر بتانے والی وہ معصوم لڑکی تھی جس کے آگے وہ ساری دنیا کو جھٹلا سکتا تھا خود کو بھی۔ وہ اتنا برداشت کرچکی تھی عرش سکتے کے عالم میں تھا۔ جس عورت سے وہ شدید نفرت کرتا آیا تھا جس عورت سے مشابہت کی وجہ سے وہ خنساء کے وجود کو

نظرانداز کرتا آیا تھا وہ عورت تو اسکی سوچ سے زیادہ پاکیزہ تھی۔ وہ چمکتا ہیرا تھی جو گندے دلدل میں گرگیا تھا۔ اسے یہ سب سن کے اپنے وجود اپنی شکل سے گھن آرہی تھی جو اسکے پچا میں ملتی تھی۔ تو پھر خنساء کا ڈر تو اسکی شکل سے درست تھا ۔

" وہ کہتے ---تھے --- مم --میں --نا-- جائز۔ہوں --- میں ---گند۔گی ہوں ---"

وہ ہچکیوں کے درمیان بولی ۔

ڈاکٹر سدرہ جو اسکو کھریدنے بیٹھی تھیں اب جب اسنے اپنے آپ کو کسی کھلی کتاب کی طرح انکے سامنے کھول دیا تھا تو وہ ایک دم خاموش تھیں۔ جیسے منہ میں زبان ہی نا ہو۔ آج تک اسنے کبھی اپنے منہ سے یہ بات نکلنے نا دی تھی کہ خنساء اسکے پچا کی اولاد نہیں ۔ وہ نہیں چاہتا تھا اسکے غصے یا ایک غلطی کی وجہ سے خنساء کا بڑھتا دماغ خراب ہو پر یہ جان کر کے وہ تو بچپن سے یہ سنتی رہی تھی عرش کے لیے سانس لینا مشکل ہورہا تھا۔

" ام --امی کہہ ---کر -- گئی تھیں --وہ --وہ واپس --- آئینگی -- مروا ---تائی --نے بتایا تھا---- پر--پر وہ واپس۔ نہیں آئیں-- انکو --پھانسی ہوگئی --- ممم۔میں جانتی ہوں -- وہ -- میری --وجہ سے --- مرگئیں ۔

اسنے کان سے ہیڈ فون کھینچ لیا۔ مزید سننے کا اس میں حوصلہ نہیں تھا۔

چہرہ ہاتھوں میں چھپائے وہ کوریڈور کی بینچ پر بیٹھا پھوٹ پھوٹ کر رودیا۔ ایک دو نرس اور لوگ جو وہاں کھڑے تھے وہ حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے جو کسی کی پرواہ کیے بغیر بچوں کی طرح رورہا تھا۔۔

بیس سے پچیس منٹ وہ روتا رہا تھا۔ پھر موبائل اٹھا کے کال کاٹی جو اب تک چل رہی تھی۔

وہاں سے وہ واشروم گیا پانچ منٹ تک واش بیسن پر جھکا اپنا منہ دھوتا رہا جو تپ رہا تھا۔ پھر دس منٹ بعد واپس وہیں آکر بیٹھ گیا۔

وہ خود کو قدرے نارمل کرچکا تھا۔ مزید بیس منٹ گزرے جب ڈاکٹر سدرہ کے روم کا دروازہ کھلا۔

کافی دیر ڈاکٹر سدرہ نے اسے خود سے لگائے رکھا پھر اسکے چپ ہونے کے بعد اسے گھر جاکر آرام کرنے کا کہا جو کچھ وہ سن چکی تھیں فلحال انکے خود کے پاس کچھ کہنے کو نہیں تھا۔

وہ کمرے سے باہر نکل کر ایک قدم ہی آگے بڑھی تھی کے ٹھٹھک کر رکی سامنے ہی عرش سرخ آنکھیں لیے بینچ پر بیٹھا تھا اسے اپنے سامنے دیکھ خنساء کی سانس اٹکی تھی۔

وہ خاموشی سے کھڑے ہوتے اسکے سامنے آیا خنساء کے نظریں جھکانے سے پہلے وہ خنساء کو اپنے سینے سے لگا چکا تھا۔ اپنے سینے میں اسے بھینچے وہ یہ بھی بھول چکا تھا کہ خنساء اسکی نامحرم ہے۔

وہاں کھڑے چند لوگ ایک بار پھر حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے جو خنساء کو خود سے لگائے پھر سے رورہا تھا۔

جب عرش نے خود پر قابو پاتے اسے خود سے الگ کیا تو اسکے لب مسکرائے وہ بے ہوش تھی۔

ہر بار کی طرح اس بار اسے خنساء کے ڈرنے پر اسکے بے ہوش ہونے پر غصہ نہیں آیا بلکہ آج اسے اس چہرے سے جس سے لاکھ نفرت کی کوشش کے بعد بھی اس سے محبت ہی رہی تھی اب اسکا احترام بھی ہورہا تھا۔ وہ اس چہرے کو معتبر نظروں سے دیکھ رہا تھا جو ایک عظیم عورت سے ملتا تھا۔

خنساء کے بے ہوش وجود کو نرمی سے اٹھائے وہ نیچے آیا۔

ڈرائیور جو پہلے سے نیچے گاڑی میں بیٹھا خنساء کا انتظار کررہا تھا عرش کو خنساء کو اٹھائے آتا دیکھ گھبرا کر باہر نکلا۔

" تم گھر جاؤ خنساء میرے ساتھ ہے۔ "

جواباً ڈرائیور اثبات میں سرہلاتے چلا گیا۔

عرش نے خنساء کو فرنٹ سیٹ پر بٹھایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔ خنساء کا چہرہ اسکی طرف تھا۔ وہ بے اختیار اسکا چہرہ دیکھے گیا۔

آج اسے یہ چہرہ دنیا کا سب سے پرنور چہرہ لگ رہا تھا۔

" امی یہ تو بلکل میری گڑیا کی طرح ہیں "

اسے اپنا بھولا بھولا سا جملہ یاد آیا۔ اسنے اقراء کے گھر آنے پر یہی کہا تھا۔ اسے ہلکہ ہلکہ یاد تھا جواب میں اسکی چچی نے خود کو گڑیا سے ہی مشابہت دی تھی کہ گڑیا پر اسکا خود کا اختیار نہیں ہوتا وہ بس ایک انسان کے کھیلنے کے لیے ہے وہ لب بھینچیں دیکھنے لگا۔ اسکے سامنے بے ہوش لڑکی گڑیا جیسی نازک دکھتی تھی پر گڑیا تھی نہیں۔ وہ انسان تھی اپنی ذات پر اپنی مرضی اور اختیار رکھنے والی زندہ انسان۔

اتنا سب جاننے کے بعد بھی اسے نمیر سے نفرت محسوس نہیں تھی۔ شاید نفرت کرنا اتنا آسان بھی نہیں تھی ورنہ حقیقت جاننے سے پہلے خنساء سے بھی ہوجاتی پر اسے افسوس بھی تھا کہ آج تک اسنے وہ انسان بننے کی کوشش کی تھی اسے اپنی انسپریشن مانا تھا جو اس قابل نہیں تھا۔ آج اسے اپنے باپ کے پڑھائے سبق پر بھی افسوس تھا۔

نجانے اسکے بزرگ کب سے غلط راستے پر چلے آرہے تھے اور اگر آج وہ حقیقت نا جانتا تو یقیناً وہ بھی ویسی ہی روایت کا پیروکار ہوتا جو دوسروں کے ساتھ خود کی زندگی کو بھی ازیت سے بھرپور رکھتے ہیں۔

اسنے ہاتھ بڑھا کر اسکے پھولے گال پر انگلی رکھی اور ہلکی سی دبائی اور مسکرایا۔

بڑی مشکل سے نظریں اسکے چہرے سے ہٹائیں ساتھ ہی اسے افسوس ہوا کہ وہ اپنے چچا جیسی شکل کیوں رکھتا ہے۔

پورے راستے وہ یہی سوچ رہا تھا کہ خنساء کے دل و دماغ سے اپنا خوف کیسے نکالے یہ اسے بہت مشکل لگ رہا تھا۔

گاڑی گھر کے اندر لے کر اسنے باہر نکل کر خنساء کو اٹھایا اور اسکے کمرے کی جانب بڑھا
رائمہ آئمہ حیران تھیں حیرت سے کھڑی ہوئیں پھر خنساء کو بے ہوش دیکھ کر اسکی جانب
بڑھیں۔
عرش نے اسے نرمی سے بیڈ پر لٹایا اور اس کے اوپر چادر درست کی۔ رائمہ آئمہ خاموشی
سے ایک طرف کھڑی تھیں۔
اسکے چہرے کو نرم نظروں سے دیکھتے وہ جھکا اور اسکے ماتھے پر نرمی سے ہونٹ رکھ دیے۔
رائمہ آئمہ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر واپس عرش
کو جو اب تک خنساء کے ماتھے پر لب رکھے ہوئے تھا۔
سیدھے ہوتے اسنے گہری سانس لی اور کھڑا ہوگیا۔ کھڑے ہوا تو نظر رائمہ آئمہ کے حیران
چہروں پر پڑی اسے اپنی خودساختگی کا احساس ہوا ۔
" کیا ہوا۔؟"
اس نے سنجیدہ ہوتے پوچھا ۔ یقیناً وہ *" کچھ نہیں "* بولینگی وہ یہی سمجھا۔ پر وہ بھول
گیا تھا کہ جب سے عرش بدلا تھا وہ بھی بدل گئی تھیں ۔
"آپ نے کبھی ہمیں تو ایسے پیار نہیں کیا "

ہمیشہ کی طرح جواب رائمہ کی طرف سے آیا تھا۔ عرش اسکی بات پر مسکرایا۔ اثبات میں سر ہلاتے آگے بڑھا اور باری باری دونوں کا ماتھا چوما۔ جب الگ ہوا تو نجانے کس احساس کے تحت وہ نم آنکھوں سے عرش کو دیکھ رہی تھیں۔ عرش نے دونوں کو اپنے سینے سے لگایا تو وہ آنسوؤں سے رونے لگیں اسے سمجھ نہیں آیا وہ ایسے کیوں رو رہی ہیں۔

"کیا ہوا ایسے کیوں رورہی ہو تم دونوں ؟"

پریشانی سے پوچھا۔

"آپ بہت اچھے ہیں بھائی۔ پہلے ایسے کیوں نہیں تھے۔ "

آئمہ کے کہنے کے بعد وہ خاموش رہا۔ ملال میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ محبت تو وہ کرتا تھا کیا تھا اگر تھوڑا جتا دیتا کتنا ترسی تھیں اسکی بہنیں اس محبت کے لیے اسنے تو ماں باپ دادی دادی چچا سب کا پیار پایا تھا پر اسکی بہنوں کے حصے میں تو محبت ہی نہیں آئی تھی۔ کیسے رہی ہونگی وہ بنا محبت کے۔

وہ انکو خود میں اور بھینچ گیا۔

انکے سروں پر دوبارہ بوسے دیتے وہ الگ ہوا اور کمرے سے نکل گیا۔

****

کمرے کی کھڑی پر کھڑا وہ اپنے مستقل بہتے آنسو صاف کررہا تھا۔ اپنے گزرے رویوں پر پچھتاتے وہ احساس ندامت سے بہت تکلیف میں تھا۔ اپنے باپ کی نصیحتوں پر عمل کرتے وہ اپنی بہنوں کا حق مار گیا تھا۔

سوچ سوچ کر اسکا دماغ ماؤف ہورہا تھا۔

"آپ نے کبھی ہمیں تو ایسے پیار نہیں کیا"

رائمہ کی بات یاد آتے وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا گیا اسکے رونے میں اور شدت آئی۔ وہ بھرپور مرد جو بہت مضبوط اعصاب کا مالک تھا آج اپنی گزرری زندگی پر آنسوؤں سے رورہا تھا۔ جو بھی تھا وہ خود سے وعدہ کرچکا تھا کہ اب وہ ان پر اپنی محبت ہر انداز سے جتائیگا وہ جتانا چاہتا تھا۔ وہ دل کے کسی کونے سے تنزیل کا شکر گزار بھی تھا اگر وہ اس دن خنساء کے متعلق غلط نا بولتا تو وہ کبھی خنساء کا علاج نا کرواتا۔ خنساء کے علاج کے بعد اس پر جو جو باتیں کھلی تھیں وہ نظر انداز نہیں کی جاسکتی تھیں۔

****

" مجھے افسوس ہے مسٹر دیوان اگر ابھی مجھے خنساء سے ہمدردی اور لگاؤ نا ہوتا تو میں ابھی آپکو آگے علاج کرنے کے لیے منع کردیتی ۔ میں نے آپ سے پہلے ہی پوچھا تھاکہ مجھے خنساء کے متعلق ہر بات بتائیے تاکہ صحیح سے وہ ٹھیک ہوسکے ۔
لیکن جو باتوں کی وجہ سے وہ مینٹلی ڈسٹرب تھیں وہ باتیں آپ نے چھپالیں۔ "
ڈاکٹر سدرہ کل سے غصے میں تھیں جتنی ہمدردی وہ خنساء سے محسوس کررہی تھیں عرش پر انھیں اتنا ہی غصہ آرہا تھا۔
" میں خود بھی ان باتوں سے لاعلم تھا۔ "
سنجیدگی سے کہا۔
" مسٹر دیوان وہ آپ سے عمر میں کافی چھوٹی ہیں جب اتنی چھوٹی عمر سے ان کو یہ باتیں یاد ہیں تو آپ کو کیوں نہیں ؟"
طنزیہ لہجے میں پوچھا۔
" وہ اس وقت بہت چھوٹی تھی۔ اور جن باتوں کا علم مجھے تھا انکی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مجھے تو اس بات کا علم بھی نہیں تھا کہ اسے یہ سب یاد ہے-- جو بھی ہے ڈاکٹر

میں ان سب باتوں کے لیے معذرت خواہ ہوں میری بس آپ سے یہ درخواست ہے کہ اسے بلکل ٹھیک کردیں۔ "

ڈاکٹر سدرہ عرش کو بغور دیکھنے لگیں۔

" انکے ڈر کی جڑ آپ کے چچا ہیں جنکی شکل آپ کے جیسی تھی اسی لیے دوسروں سے ڈرنا انکا اتنا معنی نہیں تھا جتنا آپ سے اگر وہ آپ سے ڈرنا چھوڑ دیں تو وہ صحیح ہوجائینگی۔ انکے سیشن اب مجھ سے زیادہ آپ لینگے۔ "

وہ الجھا۔

" میں کیسے ؟"

" مسٹر دیوان میں انکی میڈیسنز چینج کرہی ہوں اور آپ زیادہ سے زیادہ انکی کیئر کروائیں انکو محبت کا احساس دلائیں انکو محسوس کروائیں کہ آپ انکے والد جیسے نہیں ہیں۔ اور یہ بات آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ یہ آپ کیسے کرسکتے ہیں۔ "

ڈاکٹر سدرہ کی بات پر اسنے اثبات میں سرہلایا۔

" اللہ پر یقین رکھیں مسٹر دیوان وہ بہت بہتر ہوگئی ہیں ۔ انکے ڈر کی وجہ بھی سامنے آگئی ہے ان شاء اللہ وہ بہت جلد بلکل صحتیاب ہوجائینگی۔"

وہ پھیکا سا مسکرایا ۔ یقین تو اسکو سو فیصد تھا۔

****

"تم لوگ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

وہ دونوں جو کب سے اسے مسکراتی نظروں سے گھور رہی تھیں وہ جھنجھلائی۔

"آپ کو پتا ہے ؟"

رائمہ نے شوخی سے پوچھا۔

" کیا ؟"

اسنے آئبرو اچکائی۔

" بھائی نے آپکو کس کیا تھا کل"

آئمہ نے شوخی سے کہا۔ پل بھر میں خنساء کا چہرہ سرخی مائل ہوا ان دونوں اسے غور سے دیکھتے بڑی مشکل سے ہنسی ضبط کی۔

" بکواس مت کرو تھپڑ مارونگی"

خنساء نے غصے سے گھورتے کہا۔

" اللہ کی قسم آپی کل بھائی نے آپکو کس کیا تھا جب آپ بے ہوش تھیں یقین نہیں آتا تو ان سے پوچھ لیں۔ "

رائمہ نے معصوم شکل بنائی۔ خنساء لال ہوتی دونوں کو گھورنے لگی۔

" اور آپکو پتا ہے بھائی نے کس کہاں کی تھی ؟"

رائمہ نے شرارت سے نیا شوشہ چھوڑا ۔ نا چاہتے ہوئے بھی خنساء نے نا میں سر ہلایا۔

" یہاں "

ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے اچانک رائمہ نے شرمانے کے انداز میں ہاتھوں میں چہرہ چھپالیا۔

وہ ہوش میں بھی نہیں آئی تھی جب وہ دونوں کمرے سے باہر بھاگ گئیں اور باہر جاکر خوب ہنسیں۔ جبکہ وہ بیڈ پر بیٹھی اپنی دھڑکنیں سن رہی تھی جو ہر لمحے کے ساتھ بڑھتی جارہی تھیں چہرے کی رنگت بھی سرخ ہوگئی تھی۔ لرزتے ہاتھوں سے اپنے ہونٹوں کو چھوا جیسے وہاں ابھی بھی اسکے چھونے کا احساس باقی رہا ہو گا۔

بے دردی سے لب کچلتے اسکی حالت عجیب سے عجیب ہوتی جارہی تھی ۔ اس بار ڈر کے ساتھ کچھ الگ بھی تھا جو وہ محسوس کررہی تھی۔

جلدی سے لیٹتے چادر سر تک تان لی۔ سختی سے آنکھیں بند کیں لیکن دماغ میں پلتی سوچوں کو کیسے قابو کرتی آنکھیں بند کرتے ہی کچھ ان دیکھا تصور میں آیا کے عرش اسکے لبوں پر جھکا ہے اسنے پٹ سے آنکھیں کھولیں اسے اب واقعی خوف محسوس ہورہا تھا پل میں آنکھیں نم ہوئیں۔

****

" سر مس ماہم ملنے آئی ہیں اندر بھیج دوں ؟"

وہ آنکھیں موندے آفس میں بیٹھا تھا جب سیکرٹری دروازہ پر دستک دے کر اجازت ملنے پر اندر آئی۔

" انکو اجازت کی ضرورت نہیں آپ نے کیوں روکا ؟"

وہ سیدھا ہوا اس عرصے میں اس نے کافی بار ماہم سے ملنے کا سوچا پر ہمت نہیں ہوئی کئی بار فون کیا پر اسکا نمبر بند تھا۔

" سر میں نے نہیں روکا انہوں نے خود کہا کے پہلے آپ سے اجازت لوں ۔ "

عرش نے لب بھینچتے اجازت دی۔

" اسلام و علیکم"

ماہم نے اندر آتے سوال کیا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

عرش نے زیرِ لب سلام کا جواب دیا۔

" امید ہے میں نے ڈسٹرب نہیں کیا ہوگا۔ "

مسکراتے ہوئے پوچھا۔

" تم نے کبھی بھی ڈسٹرب نہیں کیا مجھے۔"

سنجیدگی سے جواب دیا۔

" ہمم۔"

آج اسے عرش کے آفس میں بیٹھے نظریں ادھر ادھر گھمانی پڑ رہی تھیں وہ عرش کو زیادہ دیر نہیں دیکھ پا رہی تھی۔

"میں نے بہت کالز کی تھی تمہیں پر تمہارا نمبر بند تھا۔ ناراضگی اتنا زیادہ تھی کہ معافی مانگنے کا موقع بھی نہیں دیا۔ ؟"

پہلا شکوہ عرش کی جانب سے ہوا۔

" میں ملک سے باہر تھی عرش۔ اور معافی کی ضرورت نہیں ہے میں نے اپنے دل میں کچھ نہیں رکھا۔ جو بھی تھا میں اسے بھول چکی ہوں۔ غلطی تمہاری نہیں تھی تم نے مجھ

سے کوئی محبت بھرے عہدوپیمان نہیں کیے تھے۔ شادی کا وعدہ کیا تھا اور اس سے پیچھے بھی نہیں ہٹے تھے ۔ میں غلطی پر تھی یک طرفہ محبت تھی میری اور شادی جیسے رشتے میں دونوں طرف سے محبت اور دلی رضامندی ضروری ہے ورنہ نا آپ خوش رہ پاتے ہو نا دوسرا۔ "

ماہم نے اسکی شرمندگی ختم کرنا چاہی۔

جواباً وہ خاموش رہا۔

" تم میرے بہت اچھے کزن تھے اور ہمیشہ رہوگے اور بہت اچھے دوست بھی۔ "

عرش مسکرایا۔

" یہ میری شادی کا کارڈ ہے۔ ویسے تو اسکی ضرورت نہیں کیونکہ تم مہمان نہیں ہو پر میں جانتی ہوں امی ناراض ہیں انہوں نے کوئی رابطہ نہیں کیا ہوگا نا شادی کا بتایا ہوگا۔ "

ماہم نے شادی کا کارڈ عرش کی جانب بڑھایا۔

" تم خوش ہو؟ یہ فیصلہ اپنی خوشی سے کیا ہے ؟"

عرش نے کارڈ ہاتھ میں لیتے پوچھا۔

" دکھی نہیں ہوں۔ "

اسکے جواب کا مطلب عرش بخوبی سمجھا تھا۔

" مجھے یقین ہے اللہ میرے ماں باپ کے فیصلے کو میرے لیے خوشیوں سے بھردے گا۔
"

ماہم نے یقین سے کہا۔ عرش نے کارڈ کھولا۔

" محمد ابوبکر احمد نام تو بہت پیارا ہے ماشاءاللہ۔"

عرش نے مسکرا کر نام پڑھا۔

" وہ خود بھی بہت پیارے ہیں ۔"

ماہم نے فورا کہا۔

" میں سمجھا تھا شاید اس کارڈ میں تمہارے ساتھ تنزیل ابتسام کا نام ہوگا۔ "

" غلط سمجھے تھے عرش۔ تنزیل میرے لیے بہت انمول ہے وہ میرا دوست ہے اور بہت اچھا ساتھی۔ میں اس سے اپناا تنا خوبصورت رشتہ خراب نہیں کرسکتی۔"

سنجیدگی سے کہا۔

" تم خنساء سے شادی کب کررہے ہو؟"

عرش نے چونک کر اسے دیکھا۔

" حیران مت ہو تمہاری آنکھیں اسکی محبت بتاتی ہیں ۔نام سن کے ہی چمکنے لگتی ہیں۔ "

ماہم بجھے دل سے مسکرائی جو بھی تھا سامنے بیٹھا شخص اسکی محبت تھا اسکے لیے ضبط کرنا مشکل تھا۔

" میں خنساء سے شادی نہیں کرونگا ماہم کوئی اچھا لڑکا ملتے ہی میں خنساء سے کی شادی کردونگا۔ "

اسنے سچ کہا ۔

" پر تم اس سے محبت کرتے ہوں نا ؟"

ماہم الجھی ۔۔

" محبت تو تم بھی مجھ سے کرتی ہو نا ؟ تو پھر کیوں چھوڑا؟"

عرش کے سوال پر وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔

" ابھی تم نے ہی کہا اس رشتے میں دونوں کی محبت اور دلی رضامندی ضروری ہے۔ ورنہ کوئی ایک بھی خوش نہیں رہ پاتا۔ میرے لیے میری خوشی معنی نہیں رکھتی پر اسکی ضروری ہے۔ میں اسکا حاکم ہوں ظالم نہیں بن سکتا وہ میرے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ "

اسکے لہجے میں افسوس نہیں تھا یہاں بھی وہ مضبوط ثابت ہوا تھا۔

" اچھا۔ "

ماہم نے بس اتنا کہا۔

" میری دعا ہے کہ تم ہمیشہ خوش رہو تمہارے گمان سے زیادہ تمہارا شوہر تمہیں خوش رکھے۔ "

عرش نے دل سے دعا دی۔

"آمین--"

مسکرا کر بس اتنا ہی کہا۔

" ایک دو تین --یہ ہوگئی میری گوٹی ہوم۔"

عرش نے اپنی بلیو گوٹی اٹھا کر ہوم کی۔

" اب بچا چھ-- اور ہوم کی باری بھی باقی ہے پہل---"

" ایک منٹ ایک منٹ یہاں کیسے آئی گوٹی آپکی---"

رائمہ نے ماتھے پر بل ڈالے پوچھا۔ وہ ان تینوں کو روز شام میں کبھی پارک کبھی کہیں کبھی کہیں لے کر جاتا تھا۔

خنساء اب اسکے سامنے گھبرا نہیں رہی تھی لیکن وہ عرش سے مخاطب بھی نہیں ہوتی تھی بس اسکی بات پر ہاں جی-- یا سر ہل کر جواب دیتی تھی۔ دو مہینے میں یہ تبدیلی بھی بہت تھی کم سے کم اسے یقین ہوچلا تھا کہ چند ماہ میں وہ بلکل ٹھیک ہوجائیگی۔ آج تھکن زیادہ تھی ڈرائیونگ کا موڈ نہیں تھا اسلیے چوکیدار سے دو تین قسم کے گیمز منگوا لیے تھے۔ اب اسے خود بھی ان کے ساتھ وقت گزارنے کی عادت ہوچکی تھی۔

اور اسے یہ وقت اپنی زندگی کا سب سے خوبصورت وقت لگ رہا تھا۔ ایک عام زندگی , خوشیوں سے بھری پرسکون --

" کیا مطلب بھئی یہاں کیسے آئی ؟ ابھی پچھلی بار چار آیا تھا تو اندر گئی تھی نا ۔"

عرش نے حیرانی سے پوچھا۔

" جھوٹ مت بولیں بھائی۔ دو گوٹی پہلے سے ہی بند تھی آپکی اور ایک رائمہ نے کوٹی تھی یہاں سے ---

اسنے گھر سے کچھ پہلے ایک باکس کی طرف اشارہ کیا۔

اور ایک یہاں تھی۔ جب یہ بھی بند ہوگئی تو ہوم کے اندر کیسے چلی گئی ؟"

آئمہ الجھ کے رہ گئی تھی۔

" تم لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہوگی -- جبھی کہہ رہا تھا گیم پر دیہان دو پر نہیں ایسا کیسے ممکن ہے جہاں تین عورتیں مل جائیں وہاں سازشیں ہوتی ہیں جیسے تم تینوں مل کر مجھے ہرانے کی سازشیں کررہی ہو اور اب جب میں جیت رہاہوں تو رونا آرہا ہے ؟"

اس نے جتنی سنجیدگی سے کہا تھا کوئی پہچان نہیں سکتا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے--

اور بھلا اتنی صفائی سے کون چیٹنگ کرسکتا تھا یقیناً انہیں ہی دھوکہ ہوا تھا۔ خنساء کا بھی منہ بنا تھا پر بولی کچھ نہیں۔

" پہلی بات ہم عورتیں نہیں ہیں نا سازش کررہی ہیں۔ اور آپ نے اگر چیٹنگ کی تو اللہ کرے آپ ہار جائیں۔ "

رائمہ کا بس رونا باقی تھا۔

رائمہ کا ریڈ ہاؤس تھا آئمہ کا اسکے برابر ییلو اسکے برابر عرش کا بلیو اور اسکے آگے خنساء کا گرین۔

گیم ایک بار پھر جاری ہو ۔

جس میں ایک پھر عرش کی بے ایمانی جاری ہوچکی تھی۔

" خنساء کی آخری گوٹی تھی جو گھر کے اندر جانے والی تھی۔ بڑی مشکل سے بچ بچ کے وہ گوٹی وہاں پہنچی تھی اور اسٹاپ سے ایک باکس پہلے آکی تھی پر اسے اطمینان تھا کیونکہ پیچھے عرش کی کوئی گوٹی کھلی نہیں تھی۔

لیکن جھٹکہ جب لگا جب عرش کا بھی چھ ایک آیا اور وہ شیطانی مسکراہٹ لیے ایک ایک گن کر خنساء کی گوٹی کے قریب آنے لگا۔

" یہاں کوئی گوٹی نہیں تھی۔ "

وہ بول اٹھی۔ رائمہ آئمہ بھی عرش کو گھور رہی تھی کیونکہ اسکی ساری گٹیاں بند تھیں۔

" نہیں بھئی دیکھو چیٹنگ کروگے تو میں نہیں کھیلونگا۔ ابھی پچھلی بار چھ آیا تھا تو کھولی تھی بھول گئے تم لوگ۔ "

عرش نے بھی ماتھے پر بل ڈالے مصنوعی غصے سے کہا۔

"آپ چیٹنگ کررہے ہیں یہاں کوئی گوٹی نہیں تھی آپ میری گوٹی نہیں کوٹ سکتے اسے اندر رکھیں۔ "

خنساء غصے سے دانت کچکچاتے بولی۔ عرش کو خوشگوار حیرت کا ہوئی وہ اس سے بحث کررہی تھی۔ اپنے تاثرات پر بمشکل قابو پاتے وہ بھی اڑ گیا۔

" ایسے کیسے میری بھی تو تم لوگ کوٹ رہے ہو اتنی مشکل سے میں گھر تک لاتا ہوں تم تینوں میں سے کوئی بھی آتا ہے کوٹ کر نکل جاتا ہے اب اپنے پر آئی تو رو رہے ہو۔ میں تو کوٹونگا۔۔ فکر مت کرو بہت پیار سے کوٹونگا۔ "

مسکرا کر گوٹی کو آرام آرام سے چلاتا وہ خنساء کی آخری گوٹی کے قریب لایا جب خنساء نے ہاتھ اپنی گوٹی پر رکھ دیا۔

"آپکی گوٹی بند تھی آپ نہیں کوٹ سکتے۔"

غصے سے برا حال تھا۔

رائمہ آئمہ ناگواری و بیزاری سے دونوں کو دیکھ رہے تھے انہیں بھی اب عرش پر غصہ آرہا تھا۔ پر وہ کب چیٹنگ کرتا تھا انہیں پتا ہی نہیں چلتا رہس تھا۔

" اگر تم لوگ ایسے چیٹنگ کروگے تو میں نہیں کھیلونگا۔ "

حتمی کہا۔

" ٹھیک ہے مت کھیلیں جب سے بیٹھیں ہیں چیٹنگ کررہے ہیں اب جب پھر بھی میں جیت رہی ہوں تو برداشت نہیں ہورہا۔ "

غصے سے روتے ہوئے خنساء نے گیم ہی الٹ دیا۔

جبکہ وہ اسکے رونے پر ہی بوکھلا گیا۔ اسکے کچھ کہنے سے پہلے خنساء کمرے سے نکل گئی۔

"آئندہ نہیں کھیلینگے بھائی آپ کے ساتھ۔ "

وہ دونوں بھی غصے سے اٹھ گئیں۔ وہ صدمے سے دروازے کو دیکھنے لگا وہ تینوں صرف ایک گیم کے لیے اتنی جذباتی تھیں ۔

کیا فرق پڑتا کوئی بھی جیتتا کوئی بھی ہارتا وہ تو تفریحاً انہیں پریشان کرنے کے لیے کررہا تھا۔ پر اسے خوشی بھی تھی خنساء نے اس سے بحث کی بلکہ لڑائی کی۔ یہ بہت اچھا تھا۔

خیر اب منانا بھی تھا کیونکہ وہ تینوں اس گیم کو بہت بڑا مسئلہ بنا کے گئی تھیں۔

گوٹیاں سمیٹتے وہ رائمہ آئمہ کے کمرے سے نکلا وہ تینوں یقیناً خنساء کے کمرے میں تھیں۔ وہ خنساء کے کمرے میں داخل ہوا تو اب کے اس سے بڑا جھٹکا لگا۔

"آپی مت روئیں ہم جانتے ہیں آپ جیتی ہیں بھائی نے چیٹنگ کی تھی۔ "

وہ دونوں بیٹھی اسے چپ کروارہی تھیں۔

" میں اتنی مشکل سے جیت رہی تھی۔ "

وہ کہتے ہوئے پھر روپڑی۔

ان تینوں نے شاید اسکی موجودگی محسوس نہیں کی تھی وہ واپس خاموشی سے کمرے سے نکل گیا۔

باہر نکلتے ہی بے ساختہ اپنا سر تھاما۔

"توبہ یہ لوگ تو نفسیاتی ہیں --"

جھرجھری لیتا وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ آفس سے ویسے ہی تھکا ہوا آیا تھا۔ اس ایک سال میں جتنی منت سماجت آؤ بھگت وہ انکی کرتا آیا تھا اپنی تمام زندگی میں اسنے کسی کی نہیں کی تھی پر آج اسکا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ویسے بھی کل جو سرپرائز انہیں ملنے والا تھا اسکے بعد تو وہ خود عرش کے گلے میں جھولنے والی تھیں۔

****

ان دونوں کا میٹرک ہوچکا تھا اب ان دونوں نے گرلز کالج میں ایڈمیشن لیا تھا--رائمہ میڈیکل کی طلبہ تھی اور آئمہ انجینرنگ کی۔ آئمہ آج چھٹی پر تھی رائمہ کا پریکٹیکل تھا اسلیے آنا ضروری تھا چھٹی میں وہ باہر نکلی تو ڈرائیور نہیں تھا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ واپس اندر جائے جب اپنی پشت پر اپنے نام کی پکار سنی۔

"آپ"

اسکے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔ آنکھوں میں پہچان ابھری تھی۔

اسے بولنے کے بعد احساس ہوا اسے ایسے نہیں پہچاننا چاہیے تھا۔

" مجھے امید نہیں تھی مس رائمہ کے آپ مجھے پہچان لینگی۔ "

تنزیل مسکرایا جبکہ رائمہ کو اپنی خودساختگی پر افسوس ہوا۔

عرش جو آفس سے جلدی نکلا تھا پہلے رائمہ آئمہ کے لیے تحفے لیے پھر انہیں لینے کالج آیا۔

رائمہ کو کسی لڑکے کے ساتھ ایسے روڈ پر گفتگو کرتے دیکھ اسکی رگیں تنی وہ اس لڑکے کو بھی بخوبی پہچان چکا تھا وہ لڑکا کوئی اور نہیں تنزیل ابتسام تھا۔ مگر مٹھی بھینچے بیٹھا رہا تنزیل کے ہونٹوں کی مسکراہٹ اسے مزید کھولا رہی تھی۔

" کیا ہم کسی جگہ بیٹھ کے بات کرسکتے ہیں؟"

اسنے رائمہ کو نیچے دیکھتے پوچھا۔

" نہیں۔"

دوٹوک جواب آیا۔ تنزیل کی مسکراہٹ سمٹی۔

" مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے رائمہ۔۔"

اسنے ٹھہر کہ کہا۔

" بات کا جگہ سے کوئی واسطہ نہیں ۔آپ کو جو کہنا ہے یہیں کہہ دیں میں سن رہی ہوں ۔ ڈرائیور آئیگا تو میں آپکو نہیں سن پاؤنگی اسلیے جلدی کہیں ۔"

بے تاثر لہجے میں کہا۔

" بات ایسی نہیں ہے کہ ایسے کہی جائے پر میں آپکا مسئلہ سمجھ سکتا ہوں۔ میں زیادہ گھماؤنگا نہیں صاف بات کرونگا۔ میں آپکو بہت پسند کرتا ہوں رائمہ میں یہ بات ڈائریکٹ آپ کے بھائی سے کرتا پر ان کے اور میرے درمیان کچھ مسائل ہیں جسکی وجہ سے میں نہیں کرسکا۔ ان مسائل کا آپ سے کوئی واسطہ نہیں لیکن میرا آپ سے ضرور جڑ چکا ہے ۔ میں آپکو پسند کرتا ہوں آپکا جواب چاہتا ہوں ۔ "

سنجیدگی سے کہا ۔ جبکہ وہ پوری آنکھیں کھولے اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ وہ اسکے اس طرح دیکھنے پر پریشان ہوا۔

" رائمہ اس طرح مت دیکھیں۔ اگر آپ کی ہاں ہوگی تو میں آپکے بھائی سے۔۔۔"

" نہیں میں ابھی ایسا نہیں کرسکتی۔ "

وہ فورا بولی۔

" کیوں ؟"

تنزیل کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا۔ وہ جانتا تھا یہ طریقہ بلکل غلط ہے پر اسکے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا وہ رائمہ کا اسکول ختم ہونے کا انتظار کررہا تھا۔ وہ یہ بات عرش سے روبرو کرتا پر وہ جانتا تھا عرش سے سوائے انکار کے اسے کچھ نا ملتا لیکن اگر رائمہ اپنی پسند شامل کرتی تو عرش مان جاتا۔

" کیونکہ ابھی میرے تین سال باقی ہیں۔ "

اسنے سنجیدگی سے کہا۔

" کس چیز کے تین سال ؟ پڑھائی کے ؟"

تنزیل نے نا سمجھی سے پوچھا۔

" نہیں میرے میچور ہونے میں۔۔ بھائی نے کہا تھا سولہ سے بیس سال تک لڑکی نادان ہوتی ہے۔ جو اس عمر میں خود کو سنبھال لیتی ہے وہ سنبھل جاتی ہے اسکو کبھی پچھتاوا نہیں ہوتا۔ میں ابھی سترہ سال کی ہوں میرے تین سال باقی ہیں ابھی۔ "

اس وقت وہ تنزیل کو اس دن کی طرح نادان اور معصوم نہیں لگی بلکہ بہت سمجھدار اور باوقار لڑکی لگی ۔

پیچھے گاڑی کے ہارن پر وہ مڑی ۔تنزیل نے بھی پیچھے دیکھا اور اسے اپنی غلطی پرشدید افسوس ہوا گاڑی میں بیٹھا عرش ان دونوں کو غصے سے گھور رہا تھا۔ وہ کافی دیر ان دونوں کو دیکھتے رہا وہ دیکھنا چاہتا تھا وہ لوگ آگے کیا کرتے ہیں کہیں چلے جاتے ہیں یا کتنی دیر بات کرتے ہیں جب اسکا صبر جواب دے گیا تو اسنے ہارن دیا۔ یہاں کوئی تماشہ کرکے وہ اپنی بہن کو کسی کی نظروں میں نہیں لانا چاہتا تھا اسلیے ضبط کرگیا ورنہ دل تو کررہا تھا کہ تنزیل کی درگت بنادے۔

رائمہ خاموشی سے آکر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ عرش کو دیکھ کرچونکی تھی پر ڈری نہیں تھی۔ گاڑی تیزی سے چل رہی تھی۔ مکمل خاموشی تھی نا رائمہ نے کچھ کہا تھا نا عرش نے۔

" اسٹڈی میں آؤ "

پورچ میں گاڑی رکی عرش رائمہ کو حکم سناتے اندر کی طرف بڑھ گیا۔ رائمہ لب بھینچے اسکے پیچھے چلنے لگی اسے اندازہ تھا کہ عرش یقیناً اسے غلط سمجھ رہا ہے--

" کتنی دفع آیا ہے وہ کالج ملنے--"

سنجیدگی سے پوچھا۔ لہجہ نرم رکھنے کی ناکام کوشش کی۔

" پہلی بار۔"

وہ خاموشی سے رائمہ کو دیکھے گیا۔ اسکے چہرے پر ڈر کا شبہ نہیں تھا جو اسکے سچے ہونے کی گواہی دے رہا تھا یا یہ عرش کا دیا ہوا حوصلہ ہی تھا جو وہ آج اسکے روبرو کھڑے بنا ڈرے اس کی بات کا جواب دے رہی تھی۔

" تم جانتی ہو اسے ۔ "

" جی صرف شکل سے ۔۔"

" کیسے ؟"

" ماہم آپی کے ساتھ بہت پہلے وہ آپ سے ملنے آئے تھے تب۔۔

اسکے بعد آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ "

اسکی بات سنتے عرش کے کندھے ڈھیلے پڑے اسنے گہری سانس لی۔

" کیوں آیا تھا وہ؟"

اب کے لہجہ تھوڑی نرمی لیے تھا۔

" بات کرنے ۔ "

" کیا بات کی۔"

" وہ کہہ رہے تھے وہ مجھے پسند کرتے ہیں اور یہ بات وہ آپ سے روبرو کرتے پر آپ کے اور انکے درمیان کچھ مسائل ہیں جسکی وجہ سے نہیں کرسکتے ورنہ آپ انکار کردیتے اسلیے مجھ سے اظہار کیا۔ "

عرش لب بھینچ گیا ۔ اسے تنزیل اتنا ام میچور کبھی نہیں لگا تھا جتنی بچکانہ حرکت اسنے آج کی تھی یوں روڈ پر کھڑے ہوکر لڑکی سے اظہار۔ خیر محبت میں بھی ہر کوئی عرش دیوان جتنا میچور نہیں تھا جو اپنے جذبات پر یوں قابو کرتا۔ اس معاملے میں تو اچھے اچھے بچے بن جاتے ہیں۔

" تم نے کیا جواب دیا۔ ؟"

" میں نے کہا ابھی میرے تین سال باقی ہیں۔ مجھے بیس سال تک خود کو سنبھالنا ہے تاکہ مجھے پچھتانا نہ پڑے۔"

عرش اسے دیکھے گیا۔ یہ بات اسنے سال پہلے سمجھائی تھی اسے ہرگز امید نہیں تھی کے وہ اسکی یہ بات اس طرح یاد رکھینگی اور عمل بھی کرینگی۔

اسے رائمہ کے جھکے سر پر بے انتہا پیار آیا۔ آج اسنے عرش کو سرخرو کردیا تھا اس الزام سے کہ وہ ایک اچھا حاکم ثابت نہیں ہوا۔ وہ پیار دینے اور اچھی تربیت کرنے دونوں میں

کامیاب رہا تھا۔ اسکی مثال خنساء اور اسکی بہنیں تھیں خنساء جو اسکی محبت پاکر بدل رہی تھی اور اسکی بہنیں جنہوں نے چھوٹی عمر میں خود کو سنبھال لیا تھا۔

عرش نے آگے بڑھتے اسے خود سے لگایا اسے اپنے سینے پر نمی محسوس ہوئی۔

" رو کیوں رہی ہو میری زندگی کی خوشی "

اسنے رائمہ کو پیچھے کرتے چہرہ اوپر کیا۔

"آپکو مجھ پر اعتبار نہیں تھا۔ "

عرش کی آنکھوں میں دیکھتے اسنے شکوہ کیا۔

اسکی بات پر وہ مسکرایا۔

" ایسا کیوں لگا ؟"

"آپ نے سوال کیے۔ "

آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔

" ہاں کیے اور تمہارے ہر جواب پر یقین بھی کیا۔ یہ میرے اعتبار کی نشانی ہے-- جو اعتبار کرتا ہے وہ یقین کرتا ہے۔ ورنہ اگر اعتبار نا ہوتا تو ابھی تمہاری دس وضاحتوں کے بعد

بھی یقین نہیں کرتا۔ بدگمانی سے بہتر ہوتا ہے انسان سوال کر کے بدگمانی دور کر لے ورنہ بدگمانی میرے اعتبار کو ختم کردیتی۔۔"

عرش نے اسکے سر پر پیار کرتے ایک بار پھر اسے خود سے لگایا۔

" جاکر فریش ہو ساتھ کھانا کھائینگے اور میرے پاس ایک بہترین سرپرائز بھی ہے۔ جس سے میری گڑیا میری کل والی چیٹنگ بھول جائیگی۔ "

آخر میں عرش نے اسے کل والی ناراضگی یاد دلائی۔

رائمہ کے ماتھے پر فورا بل پڑے۔

" میں تو بھول ہی گئی تھی۔ چھوڑیں مجھے۔۔ بات مت کریں ہم ناراض ہیں آپ سے۔۔"

منہ بناتے وہ کمرے سے نکل گئی اسکے پلٹنے پر عرش نفی میں سرہلاتے ہنس دیا۔

****

عرش کھانے کے کمرے میں آیا وہاں کوئی نہیں تھا وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور ان تینوں کا انتظار کرنے لگا جب منشاء نے اسکے سامنے کھانا لگایا۔

ساتھ بمشکل اپنی مسکراہٹ روکی۔۔وہ خود بھی بہت خوش رہنے لگی تھی۔ ایک وجہ خنساء کا صحیح ہوجانا تھی دوسری عرش کا بدل جانا تیسری اور سب سے بڑی وجہ اسکا نکاح۔

تین ماہ پہلے ہی اسکا نکاح ہوا تھا اور اب تین ماہ بعد اسکی رخصتی تھی۔ ماں اسکی آٹھ مہینے پہلے ہی اس فانی دنیا سے رخصت ہوچکی تھی۔ باقی کسی گھر والے سے اسے لگاؤ نہیں تھا اسکی شادی کی زمہ داری بھی عرش نے ہی لی تھی اور وہ یہیں سے رخصت ہونے والی تھی۔

" وہ تینوں کہاں ہیں۔"

" سر انہوں نے اپنے کمرے میں ہی کھانا منگوالیا اور ساتھ یہ بھی پیغام دیا ہے کہ صلاح کی کوئی امید نا رکھی جائے۔"

منشاء کہتے ہوئے مسکرائی۔

عرش نے دونوں آئبرو اچکائی۔

" اچھا امید ہے وہ اس پر قائم رہیں۔"

ٹیبل سے گفٹ اٹھاتے وہ رائمہ آئمہ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

کھانا ڈھکا ہوا رائٹنگ ٹیبل پر رکھا تھا اور وہ تینوں بیڈ پر بیٹھی لیپ ٹاپ میں مصروف "خاموشی" ڈرامہ دیکھ رہی تھیں۔

" میں بہت بڑا سرپرائز لایا تھا پر پھر مجھے معلوم ہوا کہ صلاح کا کوئی راستہ نہیں۔۔
افسوس اب یہ تحفے بھی ضائع جائینگے۔ "

افسوس سے کہتے وہ واپس مڑنے لگا۔

" تحفے دیکھنے کے بعد شاید راستہ نکل سکتا ہے۔ "

رائمہ نے فورا کہا۔

عرش مسکرایا۔

" چلو ٹھیک ہے۔۔ اور اگر تحفہ اتنا سا بھی پسند نا آیا تو میں کوئی دوسرا تحفہ لے آؤنگا آپ
سمجھوتہ مت کر لیے گا۔ "

عرش کے کہنے پر دونوں نے احسان جتانے والے انداز میں ہاں میں سر ہلایا۔ جبکہ خنساء خاموش تھی۔ کل جو وہ بحث کر چکی تھی اسی پر شرمندہ تھی۔

عرش انکے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گیا لیکن اسکے پاس گفٹ صرف دو ہی تھے جو اسنے رائمہ آئمہ کی طرف بڑھا دیے۔ خنساء خاموش رہی وہ اسکے لیے تحفہ نہیں لایا تھا شاید کل کی بد تمیزی پر ناراض تھا یا وہ صرف اس سے ہمدردی رکھتا تھا رائمہ آئمہ کی طرح اس سے محبت

نہیں کرتا تھا۔ اسکا دل سکڑا ۔ رائمہ آئمہ گفٹ کھولنے لگیں جبکہ وہ بغور خنساء کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا ۔

" اوہ اللہ۔۔ بھائی۔۔۔"

وہ دونوں خوشی سے چیختے اسکے گلے میں جھول گئیں۔

عرش بھی ہنستا رہا۔

گفٹ کے اندر موبائل تھا وہ خنساء کے موبائل کی طرح لاکھوں کا نہیں تھا پر موبائل مہنگا ہی تھا۔ عرش سے الگ ہوکر وہ موبائل دیکھنے لگیں۔

خنساء لب بھینچے انہیں دیکھ رہی تھی۔

وہ تو پہلے ہی کل کی شرمندگی سے ہونٹ سیے بیٹھی تھی رائمہ آئمہ کے موبائل کے بعد وہ کافی دیر انتظار کرتی رہی کہ وہ اسے بھی موبائل دے گا پر جب وقت بڑھتا ہی گیا تو اسے خود کی زبان پر قابو رکھنا مشکل ہوگیا۔

" میرے لیے نہیں لائے؟"

عرش کو دیکھتے وہ دکھی دل سے پوچھ بیٹھی۔

عرش کو اس پر بے اختیار پیار بھی آیا اور ہنسی بھی۔

"تمہارے پاس تو ہے نا ۔"

انجان بنتے کہا۔

" وہ بٹن والا ہے۔"

فورا جواب دیا۔

" پہلے ٹچ والا دلایا تھا اسکا کیا ہوا ؟"

عرش نے آئبرو اچکائی۔

" وہ غلطی سے توڑ دیا تھا۔ "

اس بار اسنے جھوٹ نہیں کہا۔

عرش نے اسے بغور دیکھا وہ اسے ہی امید سے دیکھ رہی تھی جیسے وہ ابھی جیب سے موبائل نکال کر اسکو دے دیگا۔

" غلطی سے آپ کے پاس پھر رونگ نمبر آئینگے اور پھر غلطی سے آپ بار بار موبائل توڑینگی۔

پھر ایک وقت آئیگا جب ہم چاروں سڑک کنارے کٹورا لیے کھڑے ہونگے ممکن ہے کہ وہ بھی نا ہو جھولی پھیلانا پڑے۔ "

عرش کے سنجیدگی سے کہنے پر رائمہ آئمہ ہنس پڑی جبکہ ایک لمحے بعد خنساء کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے رائمہ آئمہ اسکے اچانک رونے پر ہنسی روکے اسے دیکھنے لگی جبکہ عرش نے گہری سانس لی۔

" مزاق کررہا تھا خنساء تمہارے لیے اس لیے نہیں لایا کے تم سے پوچھ کے لاؤنگا جو تمہیں پسند ہوا وہ لاؤنگا۔"

عرش نے پچکارا۔

" مجھے نہیں چاہیے اب۔"

روتے ہوئے ناراضگی کا اظہار ہوا۔

عرچ پھرچونکا ۔۔ایک ساتھ جھٹکے پر جھٹکا مل رہا تھا پہلے بحث لڑائی اب نخرے بھی۔

" سچ میں مزاق کررہا تھا خنساء پرامس جو موبائل بولوگی وہ ملیگا بس پلیز جیب کا خیال کرنا تھوڑا۔ "

آخر میں چھیڑا۔

خنساء نے پہلے تینوں کو باری باری دیکھا پھر کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ لیکن جب بولی تو ایسا بولی کے عرش اپنے بولنے پر پچھتایا۔

"مجھے آپکا والا موبائل چاہیے۔"

عرش کا موبائل تین لاکھ سے اوپر کا تھا اور تھا بھی دو سال پرانا اور اب وہ ماڈل بھی ایک سال پہلے ہی آنا بند ہوچکا تھا۔

"خنساء یہ موبائل دو سال پرانا ہے اور اب آنا بند ہوچکا ہے تم کوئی دوسرا بتادو۔"

"آپ نے کہا تھا جو میں مانگونگی وہ ملے گا۔"

وہ ضدی ہوئی۔

"لیکن یہ اب نہیں ملتا میں اس سے بھی اچھا لاکر دونگا کل۔"

جان چھڑانی چاہی۔

"پر مجھے یہی چاہیے۔"

"اس کے اندر میری فائلز ہیں امپورٹنٹ ڈیٹا ہے میں یہ نہیں دے سکتا۔"

"مجھے نہیں چاہیے پھر کوئی بھی موبائل اسکے علاوہ۔"

اسکی آنکھوں میں پھر نمی اتری۔ عرش لب بھینچ گیا کچھ دیر سوچنے کے بعد اسنے اپنا موبائل دینے کی ہامی بھر دی۔

خنساء فوراً مسکرائی۔

وہ اسکی ضد مان گیا تھا۔

اسکا پہلے عرش پر غصہ کرنے کا دل چاہنے لگا تھا جب وہ اسکا غصہ برداشت کرگیا تو اسکی خواہش ہوئی کے وہ اس سے اپنی بات منوائے اس سے ضد کرے اور وہ اسکی ضد مانے۔ اور اب جب وہ اسکی ضد مان گیا تھا تو اسکا دل خوشی سے پھول گیا تھا۔

ان دو مہینوں میں جو اسکا ڈر ختم ہوا تھا عرش یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ ڈاکٹر سدرہ کی دوائیوں کا کمال ہے اور اسکے رویے کا جبکہ اسکا ڈر ختم ہونے میں اہم کرادر اسکے دل میں پیدا ہوتے عرش کے لیے جذبات تھے۔ جو اسے خود کو نہیں پتا تھا کہ کب پیدا ہوئے نا ہی وہ ان جذبات کو نام دے سکتی نا واقفیت رکھتی تھی بس وہ یہ جانتی تھی کہ عرش اس سے محبت کرتا ہے۔ اسی بات کو لے کر اسکا ڈر عرش سے کم ہونے لگا اور آج کم ہوتے ہوتے ختم ہوچکا تھا۔

اپنی ہتھیلیوں کو دیکھتے وہ مسکرانے لگی۔ عرش اسے اپنا موبائل دینے پر رضامند ہوگیا تھا۔ اس نے تو عرش کا موبائل اب تک دیکھا بھی نہیں تھا بس یہ تھا کہ وہ دیتا ہے یا نہیں یہ خنساء کی طرف سے اچانک لیا جانے والا امتحان تھا جس میں وہ کامیاب ہوا تھا۔

وہ رات کے دو بجے بیڈ پر بیٹھ کر عرش کا موبائل دیکھ رہی تھی۔ جو اسنے صبح ہی دیا تھا۔

وہ سارا دن اس موبائل کو بار بار دیکھتی رہی تھی۔

یہ احساس ہی خوش کن تھا کہ وہ اسکے لیے اتنی اہم ہے۔موبائل تکیے کے نیچے رکھے وہ زندگی سے بھرپور مسکرائی اور عرش کو یاد کرتے تکیے میں منہ چھپا گئی ۔

****

"مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی رافع"

عرش اپنے سامنے بیٹھے اپنے سے چند سال چھوٹے وجیہہ انسان کو دیکھ رہا تھا جو بلاشبہ بہت خوبرو تھا۔

" مجھے بھی ۔"

جواباً رافع مسکرایا۔

رافع ان کے پڑوسی مسٹر شمس کا بیٹا تھا۔ رافع سے تو نہیں پر مسٹر شمس سے عرش کی بہت اچھی بات چیت تھی۔

کچھ دن پہلے مسٹر شمس نے اپنے بیوی سے ہوئی گفتگو کا بتایا تھا ساتھ ہی اپنی خواہش کا بھی اظہار کیا تھا۔

مسٹر شمس نے بتایا تھا کہ انکی بیوی کو خنساء اپنے بیٹے رافع کے لیے بہت پسند ہے۔ اور مسٹر شمس کی بھی یہی خواہش تھی کیونکہ انکی پوری فیملی ہی جانتی تھی عرش نے اپنی گھر کی لڑکیوں کی بہت اچھی تربیت کی ہے۔ جہاں ماں باپ نا ہونے سے اولاد بگڑ جاتی ہے وہیں عرش کی تربیت مثالی ثابت ہوئی تھی۔

پہلے تو عرش کو یہ سن کر اپنے اندر آگ لگتی محسوس ہوئی تھی کہ وہ خنساء کا رشتہ چاہتے ہیں پر پھر خود پر قابو کیا۔ اس کے اندر اور اپنے جذبات سے لڑنے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ محبت کرتا تھا خنساء سے اور اب محبت کے ساتھ وہ اسکا عادی بھی ہوگیا تھا۔ پر سب سے اہم خنساء کی خوشی تھی۔ وہ جانتا تھا خنساء کبھی اسکے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی ان دونوں کے درمیان کچھ بھی نارمل نہیں ہوسکتا اب وہ واپس اسے اسی حال میں واپس نہیں لاسکتا جس سے نکالنے میں سال سے زیادہ وقت لگا تھا۔ وہ محبت کرتا تھا اور جو محبت اسکے دل میں تنہ آور گھنا درخت بن چکی تھی اسکے کسی شاخ کے کسی پتے پر خودغرضی کی دھول نہیں چڑھی تھی۔

اس نے مسٹر شمس کو گھر پر دعوت دی تھی۔ باقی فیصلہ وہ رافع کو دیکھ کر کرنے والا تھا پھر آخری فیصلہ اس پری پیکر کا ہی ہوتا جو اسکے دل پر قابض تھی۔ رافع سے ملنے اور

اس سے بات چیت کرنے کے بعد اسے یہی لگا تھا کہ رافع خنساء کے لیے بہترین جوڑ ہے۔ وہ کانفیڈینٹ بھی تھا اور شرمیلا بھی بات کرنے کے انداز سے وہ ایک سلجھا ہوا لڑکا تھا اور الفاظ کے استعمال سے پڑھا لکھا۔

" بیٹا ہمیں اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے ہماری طرف سے ہاں ہے۔ اور رافع کی بھی ہاں ہے لیکن میں چاہتی تھی کہ آپ خنساء کو ایک بار بلا لیں میں چاہتی ہوں دونوں ایک دوسرے کو ایک بار دیکھ لیں یہ تو ہمارے مذہب میں بھی جائز ہے۔ "

مسسز شمس کے کہنے پر وہ بمشکل مسکرایا۔

****

وہ خنساء کے کمرے کا دروازہ کھولنے ہی لگا تھا پھر رک گیا۔ اسکے پاس یہ حق نہیں تھا کہ وہ یوں اسکے کمرے کا دروازہ دھڑلے سے کھولے یہ بات اسے اب سمجھ آئی تھی ۔

پھیکا سا مسکرا کر اس نے دروازے پر دستک دی۔

"آجائیں ۔ "

مصروف سی آواز آئی۔ کمرے کا دروازہ کھولا وہ سامنے ہی بیڈ پر کتابیں پھیلائے بیٹھی تھی۔

عرش کو دیکھ کر سیدھی ہوئی۔

"آپ آجائیں ۔"

کتابیں سمیٹتے اسنے مسکرا کر بیڈ کی طرف اشارہ کیا۔

آج کل وہ کچھ زیادہ مسکرانے لگی تھی۔ اسکو یوں مسکراتے دیکھ عرش کو پرانی خنساء یاد آئی جو اسے دیکھ کر ہی کانپنے لگتی تھی اور اب اسے دیکھ کر مسکرانے لگی تھی۔ دل میں ٹیس سی اٹھی جو وہ مسکرا کر دبا گیا۔

"ڈوپٹہ صحیح سے لو میرے ساتھ آؤ۔"

"ہم کہیں جارہے ہیں ؟ میں عبایا نہیں پہنوں ؟"

اسنے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں باہر نہیں جارہے بس کسی سے ملوانا ہے باہر آؤ"

عرش کی بات سمجھتے اس نے ڈوپٹہ سر پر درست کیا اور اپنے گرد لپیٹا۔

"اسلام و علیکم۔"

ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے اسنے سامنے مہمان دیکھ کر سلام کیا لیکن جیسے ہی نظر سامنے بیٹھے لڑکے پر پڑی وہ بری طرح کنفیوژ ہوتے نظریں جھکا گئی۔ اسے نجانے کیوں

ایسے آنا ناگوار گزرا تھا اور گزرتا بھی کیوں نا وہ بچپن سے لے کر اب تک انہیں چھپاتے آیا تھا اور اب یوں کسی کے سامنے ایسے بے حجاب و نقاب لے آیا تھا۔

" ماشاءاللہ بہت پیاری بچی ہے ۔"

شمس صاحب نے آگے بڑھتے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔ رافع نے ایک نظر خنساء کو دیکھ کر نظریں جھکالیں ۔

"میری پسند ہے پیاری تو ہوگی۔ کیا میری پسند پر آپکو کوئی شبہ تھا ؟ "

مسز شمس نے آئبرو اچکائی۔

جواباً وہ ہنستے ہوئے نا میں سر ہلاگئے۔ خنساء لب بھینچے چہرہ جھکائے کھڑی تھی وہ سمجھ نہیں پارہی تھی اسے ملوانے کا مقصد ۔

" بیٹا آپ بھی ایک بار رافع کو دیکھ لو۔ "

اپنے برابر بٹھاتے برابر بیٹھی عورت نے اسکے سر پر گویا بم پھوڑا۔ لمحے میں وہ جو ہورہا تھا اسکا مطلب سمجھی تھی۔

بے ساختہ اس نے نظر اٹھائی تھی پر رافع کی جگہ عرش کو دیکھا تھا جو مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"میں کیسے سوچ سکتی ہوں کہ یہ انسان مجھ سے محبت کرسکتا ہے جو میرے باپ جیسا ہے--"

دل میں نفرت بھری آواز ابھری۔

"تکلیف دینے کا اس سے بہتر طریقہ کہاں ملتا آسمان کی بلندیوں پر پہنچا کر زمین بوس کردیا۔"

آنکھوں میں نمی اترنے لگی وہ چہرہ جھکائے اپنے دل کی سن رہی تھی جو اسکے غم میں نادان سہیلی بنے جلے پر تیل ڈال رہا تھا وہاں کیا باتیں ہورہی تھیں اسے علم نہیں تھا۔

"بھلا وہ شخص جس کی شکل نمیر دیوان سے ملتی ہو وہ اس لڑکی سے محبت کیسے کرسکتا ہے جس کی شکل اقراء سے ملتی ہو-- بھلا نمیر دیوان اقراء سے کیسے محبت کرسکتا ہے۔"

دل کو زبان ملی تو اس نے زہر اگلنا شروع کیا۔

وہ لب بھینچے وہاں سے اٹھی اور اندر بھاگ گئی۔ پہلے سب نے اسے حیرت سے دیکھا پھر فطری جھجھک سمجھ کر ہنس دیے۔

"مسٹر دیوان اب آپ بھی ہاں میں جواب دے دیں۔"

مسٹر شمس نے مسکرا کر کہا۔

" جی بلکل میں اپنی بیٹی جلد اپنے گھر میں دیکھنا چاہتی ہوں اور انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ "

مسسز شمس نے اپنائیت سے کہا۔

" میں ایک بار خنساء سے اسکی مرضی پوچھنا چاہتا ہوں۔ "

عرش نے انکو فلحال ٹالنا چاہا۔

" ہم انتظار کرلیتے ہیں آپ ابھی پوچھ لیں ۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے اور اب میں جلد اپنے گھر میں رونق دیکھنا چاہتی ہوں ۔ "

وہ ضدی لہجے میں بولیں ۔ وہ گہری سانس لیتا اٹھ کھڑا ہوا۔

****

وہ کمرے میں آتے واشروم میں بند ہوئی۔ شیشے میں خود کو دیکھا۔ بے بسی ہی بے بسی تھی۔ بچپن سے یہی تو ہوتے آیا تھا ہمیشہ اسے زہنی تکلیف دی گئی تھی۔ بے دردی سے اپنے آنسو صاف کرتے وہ باتھروم سے باہر نکلی ۔۔ گہری سانس لیتے خود پر قابو کیا۔ وہ

اب نہیں ڈرنے والی تھی اب نہیں رونے والی تھی۔ وہ اقراء کی بیٹی ہوکر اتنی کمزور کیسے ہوسکتی تھی۔

" تم ٹھیک ہو۔ "

اسکو روتے دیکھ عرش ٹھٹھکا ۔ خنساء نے نظریں اٹھا کے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے اسے دیکھا۔

" امی کی یاد آرہی ہے ۔ "

جھوٹ کہا۔

عرش جواباً خاموشی سے اسے دیکھتے رہا۔

" میرے پاس تو انکی کوئی تصویر بھی نہیں۔"

وہ پھر بولی۔

"آئینہ دیکھ لو تم ہوبہو پھپھو جان ہو۔"

مسکرا کر اسکی جانب قدم بڑھائے۔

" تو پھر ابو کو دیکھنا ہو تو آپکو دیکھنا چاہیے آپ بلکل ابو کی طرح ہیں۔ "

اسکا لہجہ تلخ تھا عرش کو لگا جیسے اسنے طنز کیا ہے -- لیکن پھر سر جھٹک دیا وہ بھلا کیوں اس پر طنز کرتی۔

جبکہ وہ چہرے نہیں عرش کی سفاکیت کی بات کررہی تھی جس نے اسے نیا درد دیا تھا۔

" خنساء ابھی جو لوگ تم سے ملے تم انکے آنے کے مقصد سے انجان نہیں ہو۔ رافع اچھا لڑکا ہے پڑھا لکھا سلجھا ہوا لیکن اگر تمہاری رضامندی نہیں ہوگی تو میں انکار کردونگا ۔ تم کیا چاہتی ہو۔"

وہ بظاہر سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا پر نادان دل دعا بھی کررہا تھا کہ وہ انکار کردے۔

" جیسا آپکو مناسب لگے ۔ مجھے آپ پر یقین ہے آپ میرے لیے اچھا فیصلہ ہی لینگے۔ "

بے تاثر لہجے میں کہا پر نادان دل یہاں بھی دعاگو تھا کہ وہ منع کردے۔

عرش اثبات میں سر ہلاتے کمرے سے نکل گیا۔ اسکے جانے کے بعد وہ ایک بار پھر روتی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"امید کرتے ہیں آپ خالی ہاتھ نہیں لوٹائینگے۔ "

مسسز شمس نے یقین سے کہا۔ جواباً اسنے بمشکل مسکرا کر اثبات میں سرہلایا۔

" تھینکو یو سو مچ مسٹر دیوان -- وہ ہمارے پاس بہو نہیں بیٹی کی حیثیت سے آئیگی آپ ہمیشہ اپنے فیصلے پر مطمئن اور خوش رہینگے۔ "

مسٹر شمس کی بات پر وہ مسکرا کر ان سے بغلگیر ہوا۔ رافع سے ملا ایک دوسرے کا منہ میٹھا کیا جبکہ وہ میٹھائی اسے دنیا کی سب کڑوی چیز لگی۔

" منگنی کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں -- ہم بھی ان فضول رسم و رواج کو نہیں مانتے رافع اتوار کو آفس کے کام سے آؤٹ آف کنٹری جارہا ہے تو کیوں نہ ہفتے کو سادگی سے نکاح کردیا جائے پھر فرصت سے شادی کرینگے جیسے آپ لوگ چاہینگے ویسے ۔"

مسسز شمس کی بات اسنے بنا کوئی اختلاف کے مان لی ۔ یہ اسکے لیے ہی بہتر تھا ورنہ اگر زیادہ وقت گزرتا تو وہ ڈگمگا سکتا تھا۔

****

جب سے رائمہ آئمہ کو یہ بات پتا چلی تھی ان دونوں کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے ۔ انہوں نے پہلے ہی عرش سے کہہ دیا تھا کہ جب تک نکاح نہیں ہوتا وہ کالج نہیں جائینگی اور اپنی دوستوں کو بھی بلائینگی اور نکاح سے تین دن پہلے سے ڈھولکی بھی کرینگی۔ وہ جو پہلے ہی چاہتا تھا یہ جلد ہوجائے ہر چیز کی اجازت دے دی۔

ایک دن گزر چکا تھا وہ خود کو آفس کے کام میں مصروف رکھنے کی کوشش کررہا تھا تاکہ خنساء کے متعلق نا سوچے پر یہ ناممکن تھا۔ رائمہ آئمہ تو شاپنگ میں مصروف تھیں ایک فنکشن تھا لیکن وہ چار دنوں کی شاپنگ کررہی تھیں نکاح سے تین دن پہلے انہوں نے بہت دھوم دھام سے ڈھولکی رکھی تھی۔

****

" اسلام و علیکم سر۔ "

رات کے نو بج رہے تھے وہ اسٹڈی روم میں بیٹھا بلاوجہ غیر ضروری فائل دیکھ رہا تھا جب منشاء دستک دے کر اندر آئی۔

"آئیں منشاء خیریت؟"

فائل بند کرتے سنجیدگی سے پوچھا۔

" سر آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے اگر آپ اجازت دیں تو۔۔"

منشاء نے انگلیاں مروڑیں۔

" کہیں۔"

" سر مجھے ایسا لگتا ہے خنساء بی بی اس رشتے سے ناخوش ہیں۔ "

منشاء کی بات پر دل مچلا۔

عرش : "آپ کو ایسا کیوں لگا۔ ؟"

" سر وہ کل سے مستقل رورہی ہیں۔ میں چار پانچ بار انکے کمرے میں گئی اور جب بھی گئی وہ رورہی تھیں۔ "

منشاء کی بات پر اسنے لب کچلے۔

" وہ اپنی امی کو یاد کرکے رورہی ہیں منشاء۔ "

گہری سانس لیتے کہا۔

" اوہ۔۔ سوری سر وہ میں غلط سمجھی شاید۔ "

منشاء کو شرمندگی ہوئی۔

" کوئی بات نہیں۔۔ میں دیکھ لونگا خنساء کو آپ آرام کرلیں کل بہت کام ہونگے۔ "

منشاء اثبات میں سرہلاتی روم سے نکل گئی اور وہ پرسوچ نظریں سے دروازے کو دیکھتا رہا پھر کھڑا ہوگیا۔

****

رائمہ آئمہ پورا دل مال میں گھوم کے شاپنگ کرتی رہی تھیں خنساء نے ساتھ جانے سے انکار کردیا تھا۔ رات کاکھانا وہ کھا کر آئی تھیں اسلیے آتے ہی بیڈ پر گر گئیں۔

خنساء کمرے میں قد آور آئینے کے سامنے کھڑے خود کو دیکھ رہی تھی۔

جب دروازے پر دستک ہوئی وہ خاموش رہی۔

کمرے کے دروازے پر کھڑا عرش اسکے اجازت دینے کا انتظار کرنے لگا جب دو سے تین بار دستک دینے کے باوجود کوئی جواب نہ آیا تو وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔

وہ آئینے کے سامنے کھڑے خود کو دیکھ رہی تھی وہ چند قدم لیتا اسکے پیچھے کھڑا ہوا۔ آئینے میں سے نظر اپنے عکس سے ہٹ کر عرش کے عکس پر گئی۔ وہ نماز کی طرح ڈوپٹہ باندھے کھڑی تھی شاید ابھی نماز پڑھ کے اٹھی تھی یا پڑھنے والی تھی۔

"آپ ابو کی طرح دکھتے ہیں نا؟"

سوال پوچھا۔

عرش : " ہاں۔ "

" اور میں امی کی طرح نا ؟"

پھر سوال پوچھا۔

"ہمم"

وہ خنساء کا عکس دیکھنے لگا اب بھی ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ بہت روئی ہو آنکھی سرخ ہوتی سوجھ چکی تھیں۔

"آپکے اور اپنے عکس کو دیکھتے اندازہ ہورہا ہے کہ امی ابو ایک ساتھ بہت خوبصورت لگتے۔۔۔

وہ ٹہری۔

اگر ابو اچھے ہوتے تو۔ "

تکلیف سے جملہ مکمل کیا۔

عرش لب بھینچ گیا۔ مگر کچھ بول نا سکا۔

" لیکن آپ تو اچھے ہیں نا"

اسنے عرش کے عکس کو دیکھتے کہا۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ اسکی بات کا مفہوم بہت اچھے سے سمجھا تھا۔

" سوجاؤ خنساء اور رو نہیں ۔ چچی جان کو تکلیف ہوگی۔ "

اپنے دل کی بات کو مسلتے وہ پلٹ گیا۔

"آپ بہت اچھے ہیں۔ کیا تاحیات کے لیے میرے حاکم نہیں بن سکتے ؟"

اسکی آواز رندھ گئی جبکہ عرش کے پیروں میں زنجیر پڑی اسے لگا وہ جو سن رہا ہے وہ حقیقت نہیں کوئی خواب ہے۔ وہ پلٹا اور خنساء کو دیکھا وہ اسے ہی امید سے دیکھ رہی تھی اور آنسو چھلک پڑے تھے۔

نفی میں سر ہلاتے وہ کمرے سے نکل گیا۔ اسکا انکار سنتے وہ ہچکیوں سے روتے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ نظر سائیڈ ٹیبل پر رکھے اسکے استعمال شدہ موبائل پر پڑی۔ غصے سے موبائل کو دیوار پر مارتے وہ بیڈ پر اوندھے منہ لیٹ کر سسکنے لگی۔

کمرے میں آکر دروازہ بند کیا اور دروازے سے ہی سر اور پشت ٹکائے آنکھیں موند گیا۔

دل کے مقام پر ہاتھ رکھے وہ اپنی دھڑکن محسوس کررہا تھا۔

ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ساتھ ہی آنکھوں کا کنارہ نم ہوا۔

"آپ بہت اچھے ہیں ۔ کیا تاحیات میرے حاکم نہیں بن سکتے"

" لیکن آپ تو بہت اچھے ہیں نا "

خنساء کے جملے اسکے کانوں میں رس گھول رہے تھے ۔ اپنی زندگی کے اٹھائیس سال جیسے اس نے تپتے سہرا میں بھاگتے گزارے تھے جہاں تکلیف اور بے اعتباری کی دھوپ نے اسے تھکا دیا تھا۔ لیکن آج اسے لگا تھا جیسے اسکا بھاگنا کامیاب ٹھہرا تھا بھاگتے بھاگتے انعام کے طور پر قدرت نے اچانک اسے منزل کے سامنے کھڑا کردیا تھا اسکے گمان سے زیادہ خوبصورت منزل ۔

وہ خنساء کو منع کر آیا تھا کیونکہ یہ اسکا حق تھا بچپن سے وہ اسکے لیے اپنے دل میں محبت پالتا آیا تھا ۔ اور اسکو اپنی زندگی میں شامل کرنے کی خواہش بھی پہلے اسی کی تھی تو پھر وہ پہل کیسے کرسکتی تھی۔ اب صبر کرنا ناممکن تھا۔ اور اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وہ اسے پوری رات اس تکلیف میں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اسے مناسب تو نا لگا لیکن اس نے منشاء کو کال ملائی۔

تیسری بیل پر ہی منشاء نے فون اٹھالیا۔

" اسلام و علیکم سر۔ "

" وعلیکم اسلام منشاء کیا آپ اسٹڈی میں آسکتی ہیں ؟"

" جی سر-- پانچ منٹ دیں۔"

" ٹھیک ہے۔ "

کہتے ساتھ فون کاٹ دیا اور خود بھی اسٹڈی روم میں چلا گیا۔

****

منشاء مسکراتے ہوئے خنساء کے کمرے میں داخل ہوئی۔ عرش نے اسے بتایا تھا کہ وہ خنساء سے شادی کا خواہش مند ہے لیکن روبرو یہ بات مناسب نہیں اسلیے وہ جائے خنساء کے پاس اور اس سے پوچھے کیا وہ عرش کا پروپوزل قبول کرتی ہے۔

" خنساء بی بی؟"

وہ جاگ رہی تھی وہ جانتی تھی۔

" خنساء بی بی۔ "

وہ بیڈ کے قریب ہوئی۔ خنساء نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

" جی؟"

"آپ سے بات کرنی ہے؟"

" ہمم "

وہ اٹھ بیٹھی۔

" مجھے سر نے بھیجا ہے۔ "

منشاء نے بیڈ پر بیٹھتے کہا۔

" کیوں ؟"

منہ میں کڑواہٹ گھلی۔

" سر نے کہا ہے وہ آپ سے شادی کے خواہشمند ہیں کیا آپ ان سے شادی کے لیے رضامند ہیں۔ "

خنساء اسے آنکھیں پھاڑے دیکھنے لگی۔

" خنساء بی بی ؟"

منشاء نے اسکے سامنے ہاتھ لہرایا۔

"ج۔۔جی میں نے سنا نہیں صحیح سے۔۔ پھر کہیں۔"

اسے یقین نہیں آیا۔

"سر نے کہا ہے وہ آپ سے شادی کے خواہشمند ہیں کیا آپ ان سے شادی کے لیے رضامند ہیں۔"

منشاء نے بات پھر دہرائی۔

"ہاں --"

روتی آنکھوں سے ہنستی ہوئی وہ ہاں میں سرہلانے لگی۔

منشاء نے اسے گلے لگا کے مبارک باد دی اور آرام کرنے کا کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

منشاء کے جاتے ہی خنساء چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر مسکرادی۔ پھر شکرانے کے نوافل ادا کرنے کی غرض سے فورا وضو کرنے باتھروم چلی گئی۔

****

تین سال بعد ---!

چھت پر کھڑی وہ غروب ہوتا سورج دیکھ رہی تھی۔

موسم کروٹ بدل رہا تھا۔ ستمبر کا مہینہ تھا ہواء میں ہلکی ہلکی خنکی تھی۔

ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور شرمگین مسکراہٹ تھی۔

" ہمیں بہت پسند آئی ہے ماشاءاللہ۔ میں جھوٹ نہیں کہونگی آپ کی بہن میرے بیٹے کی پسند ہے۔ لیکن کبھی اس نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی جس سے آپ کی بہن کی ذات پر حرف آئے -- پہلے تو میں سوچ رہی تھی کہ نجانے خاندان کیسا ہوگا اور لڑکی

کیسی ہوگی پر آئمہ سے مل کر مجھے احساس ہورہا ہے میری دعائیں قبول ہوگئی ہیں میں صمد کے لیے ایسی لڑکی ہی چاہتی تھی۔ "

پرسوں کی باتیں یاد کرتے اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

وہ یونی سیکنڈ ایئر میں تھی۔

بیس سال کی ہوچکی تھی۔

صمد کا گریجویشن کمپلیٹ ہوچکا تھا۔ وہ یونی میں کافی مشہور تھا۔ لڑکیوں میں اسے باقی لڑکوں کے مقابلے کچھ زیادہ ہی مقبولیت حاصل تھی۔ وجہ اسکی ذہانت تھی ۔ اور سپورٹس میں اسکی بہترین کارکردگی ۔

وہ یونی کے فٹ بال ٹیم کا کیپٹن تھا۔ دوسری وجہ وہ بہت چیلینجنگ تھا۔ اسکا ہلیہ بھی یونی میں کافی رف ہوتا تھا۔

گورے رنگ پر پڑتے گہرے ڈمپل بلاشبہ وہ بہت حسین لڑکا تھا۔۔

آئمہ اسکو پہچانے یہ عام سی بات تھی کیونکہ اسکو باقی لڑکیاں بھی پہچانتی تھی لیکن وہ آئمہ کو پہچانے بلکہ پسند کرلے یہ بہت بڑی بات تھی کیونکہ آئمہ کا اس سے صرف ایک مرتبہ

ہی سامنا ہوا تھا جب وہ آئمہ کو لائبریری میں بھولی اسکی کتاب واپس کرنے آیا تھا اس وقت بھی آئمہ نقاب میں تھی۔

اسکے بعد اس لڑکے سے اسکا کبھی سابقہ نہیں پڑا ۔ اور آج اچانک اسکا رشتہ اور اسکی والدہ کا بتانا کے وہ آئمہ کو پسند کرتا ہے۔۔

وہ بلکل اس ہیرو ہی طرح تھا جیسے وہ نائن میٹرک میں اللہ سے مانگتی آئی تھی۔ ہینڈسم ڈیئرنگ ۔

****

" تم دونوں بہن بھائی اتنے ظالم کیوں ہو۔ ؟"

بدمزہ ہوتے کہا۔

" کیوں میرے بھائی نے کیا ظلم کیا ۔ ؟"

جانتے بوجھتے پوچھا ۔ ہونٹ دانتوں میں دبا کر ہنسی روکی۔

" شوہر ہوں تمہارا پھر بھی ملنے پر پابندی ہے۔ ہفتے میں صرف ایک بار ملنے کی اجازت ہے نا باہر لے جا سکتا ہوں نا یونی سے پک کرسکتا ہوں۔ عجیب مخلوق ہو قسم سے تم لوگ کبھی کبھی تو مجھے اپنے اوپر ترس آتا ہے۔"

ایک نظر رائمہ کو دیکھا جو ہنسی روکنے کے چکر میں لال ہورہی تھی۔

" تم اتنی ظالم کیسے ہوسکتی ہو رائمہ -- ؟ پہلے تمہارا بھائی کم تھا جو اب تم ایسی ہوگئ ؟"

تنزیل اسے گھورتے ہوئے کہنے لگا۔

" میں نے کیا ظلم کیا ؟"

شان بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

ایک سال پہلے ہی اسکا نکاح ہوا تھا۔ تنزیل نے جب پہلی بار عرش سے بات کی تو اسنے صاف انکار کردیا۔ دوسری بار ماہم اور اسکے شوہر نے سفارش کی اس پر بھی اسنے انکار کردیا۔ تیسری بار تنزیل نے اپنی ماں کو بھیجا اور پھر عرش نے رائمہ کی رضامندی پوچھی جو پہلے سے ہی دعا کررہی تھی کہ عرش مان جائے۔

رائمہ کی رضامندی کے بعد رشتہ پکا ہوا انھوں نے شادی پر زور دیا تو عرش نے منع کردیا کے وہ لوگ ابھی چھوٹی ہیں وہ انکی شادی ابھی نہیں کریگا۔

پھر بڑی ضد کے بعد نکاح پر بات طے ہوئی۔

" اچھا خاصہ تمہارا بھائی رخصتی کے لیے مان رہا تھا تم نے کیوں منع کیا۔ "

تنزیل نے گھورا۔

" ابھی میری عمر ہی کیا ہے۔ صرف بیس سال کی ہوں۔۔ پڑھائی مکمل ہوجائے پھر "
مسکرا کر تنزیل کی گود میں سر رکھا۔ ایک پاؤں موڑے اور ایک پاؤں جھولے سے نیچے لٹکائے وہ آہستہ آہستہ جھولا جھلا رہا تھا۔

رائمہ اسکے مڑے پاؤں پر سر رکھے پاؤں موڑے لیٹی تھی۔

" جب تک تمھاری عمر ہوگی میری عمر نکل جائیگی بڑا اچھا لگے گا نا جب لوگ تمھاری شادی میں آئینگے اور مجھے دیکھ کر کہینگے کہ رائمہ تمھارا دلہا تو بوڑھا ہے۔ "

منہ بنا کے کہا۔

" بس دیکھ لیں آپکی چکر میں کتنی قربانیاں دونگی۔ ایک بوڑھے انسان اپنے سے دس سال بڑے انسان سے شادی کوئی چھوٹی قربانی ہے ؟"

بیچارگی کے سارے ریکارڈ توڑے۔

" محبت پانے سے پہلے والے امتحان کا تو اندازہ تھا لیکن اس امتحان کا اندازہ نہیں تھا مجھے۔ "

ناراضگی ظاہر کی۔

" منہ بنانے والی عادت پوری لڑکیوں جیسی ہے"

ہنستے ہوئے اسکی داڑھی کھینچی۔

جواباً وہ خاموش رہا۔

" اچھا نا روئیں نہیں۔۔ دو مہینے بعد پیپرز ہیں اسکے بعد بھائی آئمہ اور میری شادی ایک ساتھ کرینگے۔ "

اسنے فورا اپنے گود میں سر رکھی رائمہ کو دیکھا وہ اسے ہی دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

" سچی ؟"

خوشی سے پوچھا۔

" مچی۔۔"

****

" مجھے سمجھ نہیں آتا تم رہتی میرے ساتھ ہو پر ساری جنگلیوں والی عادات ماں کی آئی ہیں۔ "

عرش نے اپنے گود میں اچھلتی بے چین سی غصے بھری اقراء کو دیکھا جو بری طرح کبھی عرش کے بالوں پر حملہ کررہی تھی کبھی گال نوچ رہی تھی۔

خنساء کی ہاں کے بعد اگلے دن ہی انکا نکاح ہوا تھا۔ رائمہ آئمہ تو حیرت زدہ سی صحیح سے انجوائے بھی نہیں کرپائی تھیں لیکن خوش بھی تھیں ۔

مسٹر شمس کو عرش نے منع کردیا تھا پہلے تو وہ بہت غصہ ہوئے کیونکہ یہ کوئی طریقہ نہیں تھا کہ پہلے رشتہ پکا کیا پھر جب انہوں نے اپنے خاندان میں بتا دیا تو منع کردیا یہ انکے لیے بدنامی کی بات تھی لیکن پھر خاموش ہوگئے کیونکہ اور کچھ کرنا انکے بس میں نہیں تھا۔ شادی کے ایک سال بعد انکی بیٹی ہوئی جسکا نام انہوں نے اقراء رکھا۔ شروع میں تو وہ پوری خنساء لگتی تھی لیکن اب جب وہ دو سال کی ہوچکی تھی تو عرش سے کافی ملتی تھی جبکہ ناک اور آنکھوں کی بناوٹ رائمہ جیسی تھی۔

" ویسے صحیح بدلے لے رہی ہے تمہاری ماں آفس سے کام کرکے آکر گھر کا کام کروں -- تمہاری آیا سمجھ لیا ہے مجھے۔"

عرش جھنجھلایا۔ جبکہ وہ اسکو ایسے منہ بناتے دیکھ اور تیزی سے اسکے منہ پر ہاتھ مارتے ہنسنے لگی۔

چھٹی کا پورا دن وہ عرش کے ساتھ رہتی تھی اور جب وہ آفس سے آتا تھا تب بھی اسکی ایک اور ڈیوٹی تھی اقراء کو سنبھالنا۔

"ہمم--جانتا ہوں اپنی ماں جیسی ہو سکون نہیں لینے دوگی--"

ہنستے ہوئے اقراء کے گال پر ہلکا سا کاٹا-- اسکا دانت لگانا ہی تھا کہ وہ بری طرح رونے لگی۔

"کیا کردیا آپ نے اب--"

اسکے رونے پر خنساء کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آئی۔

"آرام سے۔"

اسکو یوں جلدی آتے دیکھ عرش نے ٹوکا۔ جبکہ وہ اپنے بھاری وجود اور پیٹ پر ڈوپٹہ پھیلاتے عرش کو گھورنے لگی۔

وہ جو آج سوچے بیٹھا تھا کہ خنساء سے بات نہیں کریگا اسکے اس طرح گھورنے پر ہار مانتے ہنس دیا۔

"ایسے کیوں گھور رہی ہو۔؟"

"پھر کاٹا آپ نے اقراء کے گال پر۔"

سینے پر ہاتھ باندھے سنجیدگی سے پوچھا۔

" اس میں میرا کہاں قصور ہے اتنے موٹے موٹے گال ہیں اسکے پیار کرنے لگتا ہوں پھر جب تم یاد آتی ہو تو کاٹ دیتا ہوں۔

اور اگر اتنا مسئلہ ہے تو اپنی بچی مجھے مت دیا کرو۔ لو پکڑو سنبھالو اسے۔"

جان چھڑاتے بچی خنساء کی طرف بڑھائی۔

" خالی میری نہیں آپکی بھی بیٹی ہے۔ باپ ہیں آپ۔ ؟"

ہاتھ پیچھے کرتے وہ بھی پیچھے ہوئی۔

" اوہ یعنی تمہیں یاد ہے میں باپ ہوں ؟ پر تم نے تو مجھے آیا سمجھ لیا ہے۔۔ ایسا بھی کیا گناہ کردیا تم سے شادی کرکے جسکے ایسے بدلے لے رہی ہو۔"

معصومیت سے پوچھا۔

" محبت کے دعوے کرنا آسان ہیں لیکن نبھانے مشکل ۔۔ اب جب دعوے کیے ہیں تو نبھائیں بھی۔ میں نے بھی تو نبھائے ہیں۔۔"

کندھے اچکاتے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہوتے لپ اسٹک لگانے لگی۔ پھر خود پر پرفیوم اسپرے کیا۔

" تم نے کہاں نبھائے ہیں؟"

حیرت سے پوچھا۔

"آپ کے خاطر اپنی پڑھائی چھوڑ دی اور کیسے نبھاؤں؟"

" میں نے تو نہیں کہا تھا پڑھائی چھوڑنے کو -- میں تو چاہتا تھا تم آگے پڑھو تم نے خود چھوڑی"

یہ الزام اسے ہضم نا ہوا۔

" ہاں تو آپ نے نہیں کہا پر آپکی ضروریات کی وجہ سے تو چھوڑنا پڑی نا۔ اب منشاء تو تھیں نہیں جو ناشتہ اور کھانا بنا کہ دیتی اور آپ کے باقی کام کرتیں۔"

احسان بھی جتایا گیا وہ بس اسکو دیکھتا رہا وہ اس سے بحث میں نہیں جیت سکتا تھا اور اگر جیتنے بھی لگتا تو وہ اپنے آنسوؤں کا ہتھیار استعمال کرتی۔ عرش جانتا تھا وہ جان بوجھ کے روتی ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتی تھی کہ عرش اسکے آنسوؤں کے آگے کچھ نہیں بول سکتا اور اسکا یہ مان وہ واقعی نہیں توڑ سکتا تھا البتہ حیران ضرور ہوتا تھا کہ وہ اتنا نیچرلی کیسے رو لیتی ہے۔

" ویسے یہ کہاں لکھا ہے کہ بیوی سے محبت ہو تو بچے سنبھالنا فرض ہے۔"

شرمندہ کرنا چاہا۔

" بہت سوال پوچھتے ہیں عرش آپ -- پھر کبھی بتاؤنگی۔"

مسکرا کر عرش کے سامنے آئی۔

" کیسی لگ رہی ہوں۔ "

مسکراتے ہوئے پوچھا۔

" جنگلی بھینسا۔"

زیر لب بڑبڑایا -- پر اسکی بڑبڑاہٹ خنساء نے بخوبی سن تھی۔

" ہاں اور اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔ میری ساری دوستیں پوچھتی ہیں میں نے اتنی خوبصورت ہوتے ہوئے بھی اپنی عمر سے اتنے بڑے انسان سے کیوں شادی کرلی۔"

" اتنا بڑا بھی نہیں ہوں -- آٹھ سال کا فرق اتنا زیادہ بھی نہیں ہوتا۔ "

اب باری اسکی تھی وہ کیسے پیچھے ہٹتا۔

" تو کیوں کی اس جنگلی بھینسے سے شادی۔ نہیں کرتے نا۔ "

خنساء کی آنکھوں میں نمی اترتے دیکھ وہ سنجیدہ ہوا۔

گود میں مچلتی اقراء کو بیڈ پر بٹھایا۔ وہ بھی پرسکون ہوتی بیڈ پر لیٹ گئی ۔

" مزاق کررہا تھا یار۔ تم اتنی جلدی رو کیوں جاتی ہو ؟

غلطی بھی تو تمہاری ہے نا تم کیوں پوچھتی ہو کیسی لگ رہی ہو کیا میری نظروں میں یا میرے عمل سے ظاہر نہیں ہوتا ؟۔"

عرش کی بات پر وہ منہ پھیرتے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

عرش نے مسکرا کر اسے اپنے حصار میں لیا۔

" بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔۔ اتنی کے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ "

اسکی ناک پر ہونٹ رکھے۔

" میں کیسے مان لوں کہ آپ دل سے تعریف کررہے ہیں۔ "

مشکوک نظروں سے دیکھا۔

" میں ایسا کیا کروں جو آپ کو یقین ہوجائے۔ "

اب کے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔

خنساءلب چباتے کچھ سوچنے لگی۔

"اگر آپ واقعی سچ کہہ رہے ہیں تو اپنے عمل سے ظاہر کریں۔۔ ۔ "

لوہا گرم دیکھ کر ہتھوڑا مارا۔

" کس عمل سے آپکو میں سچا لگونگا ؟"

" موبائل دلادیں۔"

"سوری اس کے علاوہ اور کچھ کہو۔۔۔"

ویسے ہی کھڑے انکار کیا۔

" پر کیوں ۔۔ پرامس کیا تو ہے کہ اب موبائل نہیں توڑونگی۔ "

رونی شکل بنائی۔

" ہاں اسی لیے نہیں دلارہا نا ہوگا نا ٹوٹے گا۔ "

سمجھداری سے کہا۔

وہ نکاح کے بعد بھی دو موبائل توڑ چکی تھی۔ جس پر عرش کو اپنا دو سال پرانا موبائل ٹوٹنے پر بہت دکھ ہوا تھا۔۔ البتہ وہ الگ بات تھی کہ اسکے بعد عرش نے اسے اتنے مہنگے موبائل نہیں بلکہ انکی فرسٹ کاپی دلائی تھی جو سستی تھی جس بات سے خنساء انجان تھی۔

" اتنے کنجوس کیوں ہیں آپ۔ اتنے پیسے کھائینگے کیا؟"

عرش کا حصار توڑتے غصے سے پوچھا۔

"اگر یہ کنجوسی نا کروں تو نیلام ہوجاؤں۔ اگر آپ کے مطابق ایسے پیسے اڑاؤں نا تو کھانے کے لیے بھی نا رہیں۔ "

واپس حصار میں لیا۔

" بیوی بچوں پر خرچ کرنا صدقہ جاریہ ہوتا ہے۔"

اسکے حصار سے نکلنے کی کوشش کی جو ناکام ثابت ہوئی ساتھ ہی احساس دلانا چاہا

" اسکا مطلب میں پورے دس سال تک کا صدقہ نکال چکا ہوں -- ہیں نا؟"

خوشی سے پوچھا۔

" جتنے پیسے تم موبائل توڑ کر ضائع کرتی ہونا لوگ اتنے پیسے سالوں میں بھی نہیں کما پاتے۔"

پھر سے اسکو رونے کی تیاری کرتے دیکھ سنجیدگی سے کہا۔

" میں پرامس اب نہیں توڑونگی۔"

عرش کے گال پر پیار کرتے کہا گویا روشوت دی۔

عرش نے مسکراہٹ چھپا کر سنجیدگی سے دیکھا۔

" دلائینگے نا؟"

پھر پوچھا۔

"ہمم---"

مسکرا کر ہاں میں سرہلایا۔

"مجھے آئی فون چاہیے۔"

کونسا موبائل چاہیے وہ بھی بتایا۔ پھر عرش کے سینے پر رکھ دیا۔ عرش اسکی معصومیت پر مسکرایا۔ ایک ہاتھ اسکے پیٹ پر رکھا۔ اتنا تو وہ بھی جانتا تھا وہ کبھی اپنے وعدے پر پوری نہیں اترے گی اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس بار بھی وہ اسکو کاپی ہی دلانے والا تھا۔

-----ختم شد------